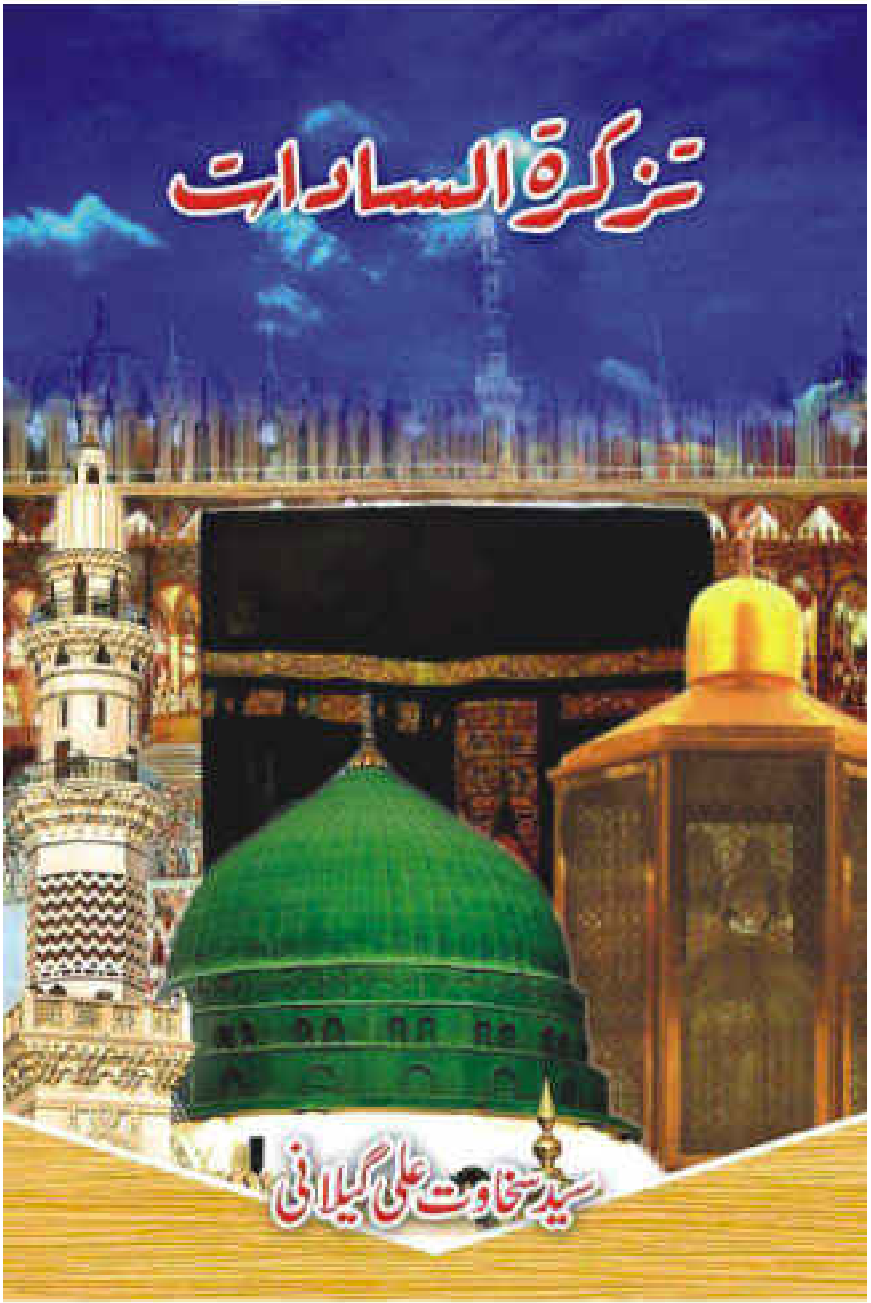
تزکرۃ السادات
سید سخاوت علی گیلانی

تذکرۃ السادات

حضرت سیّد ابوالحسن علی قاریؒ

سیّد آغا بدیع الدین گیلانی القادریؒ

(المشہور شہید بادشاہ)

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِي يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم

تذکرۃ السادات
حضرت سیّد ابوالحسن علی قاریؒ
سیّد آغا بدیع الدین گیلانی القادریؒ
(المشہور شہید بادشاہ)

سیّد سخاوت علی گیلانی القادری
چک قاضیاں، براستہ نورکوٹ، تحصیل شکرگڑھ، ضلع نارووال
0345-5990282, 0331-5187202
E-mail: syedsakhawatgillani@yahoo.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب	:	تذکرۃ السادات
مصنف	:	سید سخاوت علی گیلانی القادری
معاونین	:	بشارت علی سید
		شفقت علی سید
سال اشاعت	:	2016
تعداد	:	1000
کمپوزنگ	:	خرم شہزاد، ماڈل ٹاؤن، ہمک اسلام آباد
ناشر	:	سید سخاوت علی گیلانی القادری

فہرست

نسب میں احتیاط کرنے کی تاکید	8
نسب میں طعن کرنا	9
اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں	10
مناقب اہل بیت نبوی	11
شجرہ آدم علیہ السلام	14
شجرہ عبدالمطلب بن ہاشم	20
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	21
حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ	41
حضرت سیدنا امام حسنؓ	47
حضرت سیدنا امام محمد حسن المثنیٰؓ	50
حضرت سیدنا امام عبداللہ المحض المحلؒ	52
حضرت سیدنا موسیٰ الجونؒ	53
سیّد عبداللہ صالح ثانیؒ	54
سیّد موسیٰ ابو عمرؒ	56
سیّد داؤد ابو بکرؒ	58
سیّد محمد شمس الدینؒ	60
سیّد یحییٰ الزاہدؒ	62
سیّد عبداللہ ثالثؒ	64
حضرت سیدنا ابو صالح موسیٰ جنگی دوستؒ	66
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم	78

حضرت شیخ حافظ عبدالرزاقؒ	86
حضرت شیخ ابوصالح نصر قاضی القضاۃؒ	88
حضرت سیدابونصر محمد محی الدینؒ قطب عالم	91
حضرت سید عبداللہ محی الدین ثانیؒ	92
حضرت سید ابویوسف شمس الدینؒ	93
حضرت سید علی جیلیؒ	94
حضرت سید محمد علی ثالث جیلیؒ	95
حضرت ابوالحسن علی قاری سید آغا بدیع الدین گیلانی القادریؒ	97
سید فیروز الدین شاہؒ (ابوالمکارم)	113
حضرت شیخ جلال الدینؒ	114
سیدہ بی بی مریم گیلانیؒ	119
سید موسیٰ گیلانیؒ	129
چک قاضیاں کی تاریخ	130
حضرت سید محمد اشرف کشفی شاہ	132
شجرہ حضرت سید عیسیٰ شاہ	141
شجرہ حضرت سید موسیٰ شاہ	154
ذکر اللہ کی فضیلت و برکات	177
قرآن و احادیث سے پیری مریدی ثابت ہے	194

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا یھا الذین آمنو تقو اللہ وابتغوالیہ الوسیلۃ وجاھدو فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

ترجمہ: اے ایمان والوخدا سے ڈرتے رہواوراس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہواوراس کے رستے میں جہاد کروتا کہ رستگاری پاؤ۔

اولیائے کرم اور صوفیائے عظام کے نزدیک تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کا ایک مخصوص طریقہ رہا ہے۔اس طور پر عبادات، ریاضات اور مجاہدات میں مشغول ہونے سے قلب نہ صرف کدورتوں اور آلائشوں سے پاک ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی سچی فرمانبرداری اور رسول پاک ﷺ کی کلی اطاعت کا جذبہ اور شوق سالک کے دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔ذکر وفکر اور ایثار جیسے اوصاف سالک کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں۔ سالک ذات باری تعالیٰ کو عقل کے ذریعے جاننے پر اکتفا نہیں کرتا وہ تو خدا کو اپنے اندر محسوس کرنا چاہتا ہے۔وہ چشم دل سے اسے دیکھنا چاہتا ہے۔وہ اس کے ساتھ ہمیشہ رابطہ وضبط کا خواہش مند رہتا ہے اور اس کے قرب کا سدا طلب گار ہے۔اولیائے کرام کی سوانح حیات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے فریضہ تبلیغ اور خدمت خلق کی ذمہ داری بطریق احسن نبھائی۔ان کی تعلیم وتلقین وترغیب کا سب سے بڑا ہدف لوگوں کے دلوں میں جذبہ عشق رسول ﷺ کو راسخ کرنا تھا۔اب بھی ان مردان حق کا نام زندہ وپائندہ ہے حالانکہ کئی صدیاں گزر چکی ہیں ان کا فیض عام جاری ہے اور یہ فیض رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

جنوبی ایشیا میں اسلام انہی اولیائے کرام، صوفیائے کرام کے ذریعے پھیلا ہے۔ اس خطۂ ارضی کی روحانی اور اخلاقی تسخیر کی سعادت انہی بزرگوں کے حصے میں آئی جنہوں نے اس علاقہ میں شمع ہدایت روشن کی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے ہر دور میں نیک بندے بھیجے جنہوں نے علم و معرفت کے ذریعے مردہ دلوں میں نئی روح پھونک دی اور روحانیت کی تعلیم دے کر دینی شعور پیدا کیا۔ غیر مسلموں کو اسلام کی لازوال نعمتوں سے روشناس کرایا اور ان کے دامن میں کبھی نہ ختم ہونے والی مسرتوں کے انبار ڈال دیئے۔

اسلام دین حق ہے۔ اس پر جب کبھی آڑا وقت آیا اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی حفاظت فرمائی۔ جب بادشاہت کے سائے اسلام کے اجلے دامن کو داغدار کرنے لگے تو حضرت امام حسینؓ نے اپنے ساتھ اپنے اہل خانہ اور ساتھیوں کو قربان کر کے توحید کی شمع کو فروزاں کیا اور اسی طرح اگر کوئی کٹھن وقت آیا تو بزرگان دین کا انتخاب فرمایا جنہوں نے میدان عمل میں آ کر ان حملوں کا بڑی پامردی اور جرأت سے مقابلہ کیا۔ اسلام پر اللہ تعالیٰ کا کتنا عظیم احسان کہ جس دور میں جس طرح کا حملہ ہوا اللہ کے نیک بندوں نے اسی طرح جوابی کارروائی کر کے اسلام کی حفاظت کی۔

معترض افراد کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا۔ دراصل اسلام اللہ کے نیک بندوں کے اعمال صالحہ کی وجہ سے پھیلا۔ خانوادہ غوث پاکؒ کے قابل فخر سپوت سید آغا بدیع الدین گیلانی القادریؒ وہ کامل ولی اللہ تھے جنہوں نے دین کی سربلندی اور اللہ کی خوشنودی کے لیے کفار کے خلاف تلوار نیام سے نکالی جو سر کٹ جانے کے باوجود اپنے جوہر دکھاتی رہی۔ ان کے بارے میں آپ تفصیلاً آگے پڑھیں گے۔

نسب میں احتیاط کرنے کی تاکید

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے اپنے آپ کو کسی اور کے باپ سے منسوب کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور جس شخص نے اپنے آپ کو کسی اور قوم کے ساتھ منسوب کیا تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی غیر کا بیٹا بننا اور نسبت غیر کرنا سخت کفر باللہ ہے۔ جب تک شجرہ، سلسلہ اپنے نسب کا نہ ملے تو ہرگز اپنے آپ کو کسی شجرہ، سلسلہ سے منسوب نہ کرے۔ یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ہاشمی اور علوی سے سیّد بنی فاطمہ بنے یا جولاہے اور دھوبی سے سیّد بنے۔ ورنہ اس عالم میں سخت وبال میں گرفتار ہوگا۔ سوائے اولاد بی بی فاطمۃ الزہرہؓ بنت حضرت محمد ﷺ کے۔

کتاب تذکرہ الانساب میں لکھا ہے کہ اگر لڑکے کی ماں اولاد فاطمہؓ سے ہو جب کہ باپ ان کی اولاد سے نہ ہو تو یہ جائز نہیں کہ اس لڑکے کو سیّد کہیں۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کی اولاد میں بھی یہ نسب واقع ہے اور وہ سیّد نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو خمس نہیں دیا گیا اور ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

محمد بن دیباج کی ماں سیّدہ تھیں اور ان کا باپ غیر سیّد تھا۔ ان کی اولاد سیّد نہ بنی۔ پس معلوم ہوا کہ اگر باپ سیّد ہوگا تو اولاد بھی سیّد ہوگی اور اگر باپ جولاہا یا کوئی اور قوم سے ہوگا تو اولاد بھی وہی ہوگی ماں کے نسب کا ہرگز اعتبار نہ ہوگا کیونکہ نسب میں باپ کے نسب کا اعتبار ہوتا ہے۔

نسب میں طعن کرنا

نسب میں طعن کرنا بھی اشد کفر ہے۔ نسب میں طعن کرنے کی ممانعت میں بہت احادیث ہیں۔ حضرت امام مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں دو باتیں ایسی ہیں جن کے سبب کافر ہوتے ہیں ایک نسب میں طعن کرنا دوسرے میت پر نوحہ کرنا۔

والاحادیث الواردة فی النهی عن الطعن فی الانساب منها مافی صحیح مسلم عن ابی هریرة قال، قال رسول اللہؐ اثنان فی الناس هما بهم کفر الطعن فی النسب والناهیة علی المیة ۔

امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب میں اور امام طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تین چیزیں کفر باللہ ہیں ایک مصیبت کے وقت گریبان چاک کرنا، دوسرے میت پر نوحہ کرنا، تیسرے نسب میں طعن کرنا۔

واخرج السیوطی فی جامعه والطبرانی فی کبیره قال، قال رسول اللہؐ ثلاث من الکفر باللہ شق العیب (ای عندالمصیبة) والناهیة)(ای علی ا لمیت) والطعن فی النسب وقد غرابن حجر فی الزواجر تغریج هذا الحدیث لابن حبان والحاکم و صحیحه۔

اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں

لغت عرب میں تو اہل بیت کے معنی تمام گھر کے لوگ ہیں مگر اہل بیت نبوی سے مراد محض حضرت علیؓ، حضرت بی بی فاطمۃ الزہراؓ، حضرت سیّد امام حسنؓ اور حضرت سیّد امام حسینؓ ہی ہیں۔ حضرت ام المومنین بی بی ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آیت

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔

ہمارے گھر میں نازل ہوئی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت بی بی فاطمۃ الزہراؓ، حضرت سیّد امام حسنؓ، حضرت سیّد امام حسینؓ کو طلب فرمایا اور ایک چادر اوڑھائی پھر فرمایا۔

اللھم ھٰؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔

خدایا یہ میرے گھر کے لوگ ہیں پس ان کی پلیدی دور کر کے انہیں خوب پاک وستھرا کر دے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ پھر میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ کیا میں آپ کے اہل بیت میں سے نہیں ہوں فرمایا ہاں تو بھی ہے۔

مناقب اہل بیت نبوی ﷺ

حضرت ابن سعدؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

انــا واهــل البيتى شجرة فى الجنة واغصا نها فى الدنيا فمن شاء التخذ الىٰ ربهم سبيلا فليتخذ اليهم۔

میں اور میرے اہل بیت جنت کا ایک درخت ہیں اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں۔ پس جو شخص چاہے پکڑے یعنی کسی کو وسیلہ اپنے رب کی طرف تو پکڑے، ہمارے اہل بیت کو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ایک اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ پڑھا۔

یــا ایهــا الناس انى تركت فيكم عن اخذتم به لن تضلوا كتاب الله وعترتى اهل بيتى۔

اے لوگو! تحقیق میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ان میں سے جس سے محبت رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ سوان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے اور دوسری میری آل اور اہل بیت ہیں۔

اهلبيتى مثل سفينة نوح و من ركبها نجا الخ۔

میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہوا بچ گیا اور جو رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔

طبرانی میں ہے، جس نے بغض رکھا اہل بیت سے وہ منافق ہے اور جو بغض رکھے گا اور حسد کرے گا ہم لوگوں سے (اہل بیت سے) کوئی مگر یہ کہ ہانکا جائے گا قیامت کے دن حوض کوثر پر سے آگ کے کوڑے سے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جو بغض کرے گا میرے اہل بیت سے مگر یہ کہ داخل کرے گا اللہ تعالی اس کو دوزخ میں۔

محبت اہل بیت اور اولا د رسول اللہ کی مثل ایمان لانے کے حضرت محمد ﷺ پر فرض جانیے اور عداوت و بغض اور کینہ ان حضرات سے مثل کفر کے حرام سمجھے اور ان حضرات کو یقیناً جنتی جانے اور جب نام ان کا لے یا سنے تو تعظیم اور توقیر کے ساتھ پیش آئے اور ان کی بزرگی مراتب کا معترف رہے اور ان کے دوستوں اور محبوب کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن بن جائے اور مناقب آنحضرت ﷺ کے جو قرآن اور احادیث سے ثابت ہیں دل و جان سے سنے، سنائے اور سب سادات اگر چہ وہ امی ہوں دل سے تعظیم و توقیر کرے۔

امام ترمذی نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ پوچھا کسی نے حضرت رسول اکرم ﷺ سے کہ آپ کو اپنی اہل بیت سے کون محبوب تر ہے فرمایا الحسن والحسینؓ اس سے باقی اہل بیت پر حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کی بڑی بھاری فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی سادات کی بشارت بذریعہ خاص ملائکہ خداوند رب العزت نے دی تھی۔ چنانچہ ترمذی حضرت حزیفہؓ سے ایک لمبی چوڑی حدیث روایت کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ فرمایا رسول ﷺ نے کہ یہ فرشتہ آج کی رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا۔ اس نے اپنے رب سے بات کی اجازت لی کہ مجھ پر سلام بھیجے اور اس بات کی خوشخبری سنائے کہ حضرت فاطمہ الزہرہؓ جنت کی خواتین کی سردار ہیں اور حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ جوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا

الحسن و الحسین سید اشباب اهل الجنة

ترجمہ: حسنؓ اور حسینؓ اہل جنت کے سردار ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا۔

ان ابنی هذا سید لعل الله ان یصلح به بین فئتین عظمتین من المسلمین.

تحقیق میرا یہ فرزند ارجمند امام حسنؓ سید ہے عنقریب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں اس کے ہاتھ صلح کرائے گا۔

پس ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے سادات ہونے کی خبر گویا اللہ تعالیٰ نے بذریعہ ملائکہ خاص آپ ﷺ کو دی۔ ان کو خدا نے خود سید کہا۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات چونکہ آنحضرت ﷺ کی بیٹی سیدۃ النساء، خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرہؓ کے بیٹے اور آپ ﷺ کے آل اولاد ہیں۔ ترمذی شریف میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے دونوں نورالعین حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ کو گود میں لیے ہوئے تھے اور آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

اللھم انی احبھما فا حبھما و احب من یحبھما

آنحضرت ﷺ کا نسلی سلسلہ صرف ان کی ایک بیٹی فاطمہ الزہراؓ سے چلا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدیجہؓ سے مجھے دو سبب سے محبت ہے ایک تو یہ ان میں خوبیاں بہت تھیں اور دوسرا میری نسل تا قیامت ان سے قائم رہے گی۔

حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو محض اولاد حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہونے کی وجہ سے لقب سادات حاصل ہوا ہے نہ کہ حضرت علیؓ کی شرافت و نجابت سے بلکہ حضرت علیؓ بھی محض خاتون جنت کے ساتھ نکاح کے بعد اہل بیت نبوی میں داخل ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

آہن کہ بپارس آشنا شد
آں ہم بصورت طلا شد

شجرہ آدم علیہ السلام

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام	عمر 960 سال
حضرت شیثؑ	عمر 912 سال
انوش	عمر 965 سال
قینان	عمر 720 سال
مہلائیل	عمر 965 سال
یارد رفع ادریس کے بعد	عمر 535 سال
اخنوخ معروف ادریسؑ	عمر 365 سال
متوشلخ	عمر 982 سال
لامک	عمر 700 سال
نوح	عمر 1000 سال

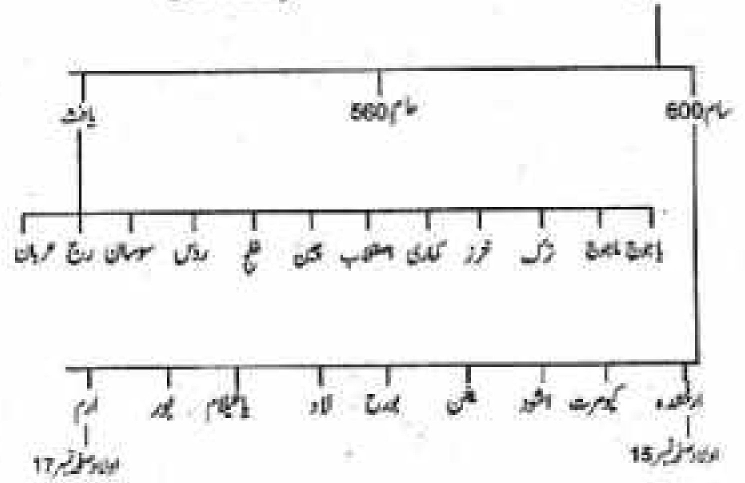

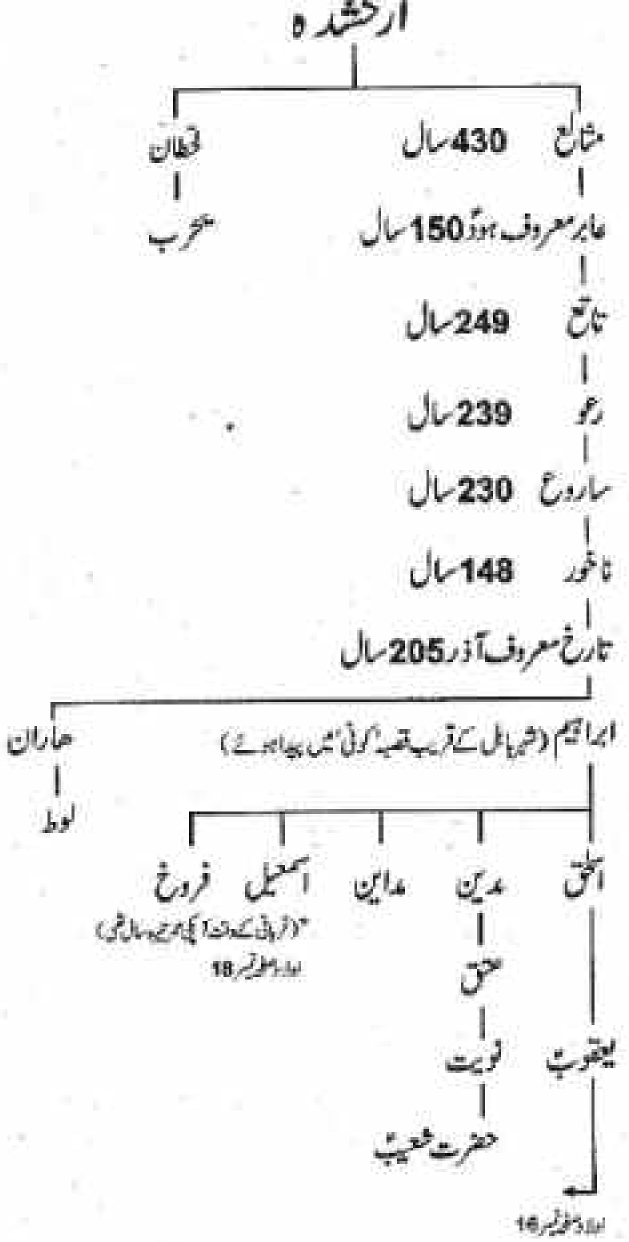
ارفخشدہ
شالخ 430 سال
قحطان
یعرب
عابر معروف ہودؑ 150 سال
تارح 249 سال
رعو 239 سال
ساروح 230 سال
ناحور 148 سال
تارخ معروف آذر 205 سال
ابراہیم (شہر بابل کے قریب قصبہ کوثی میں پیدا ہوئے)
حاران
لوط
اسحٰق
مدین
مداین
اسمٰعیل
فروخ
یعقوب
حق
نویت
حضرت شعیبؑ

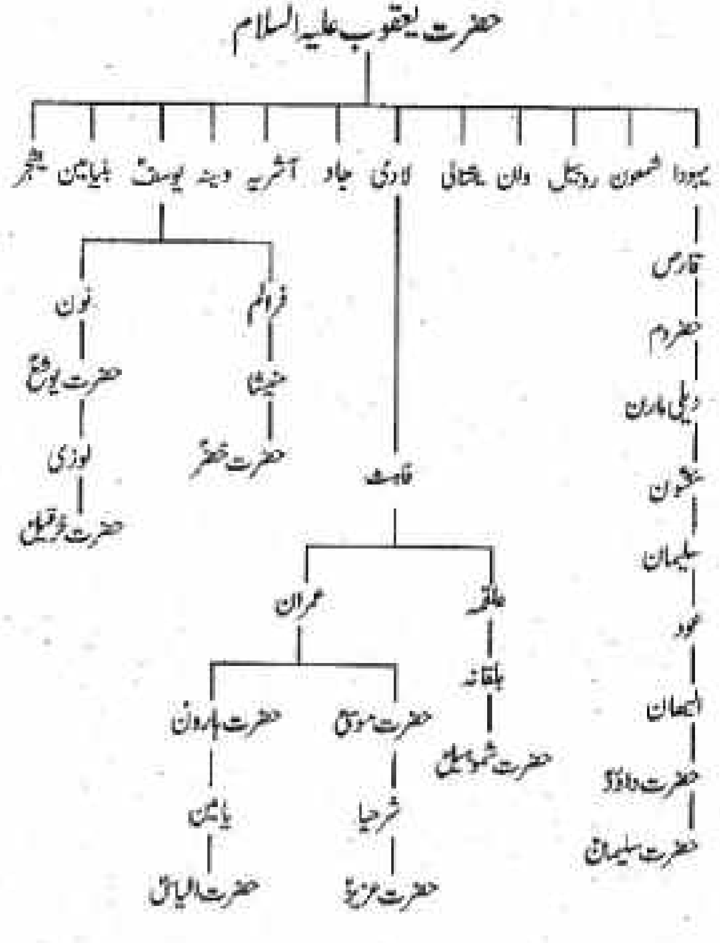

صفحہ نمبر 15 کا بقیہ

ارم پسر سام

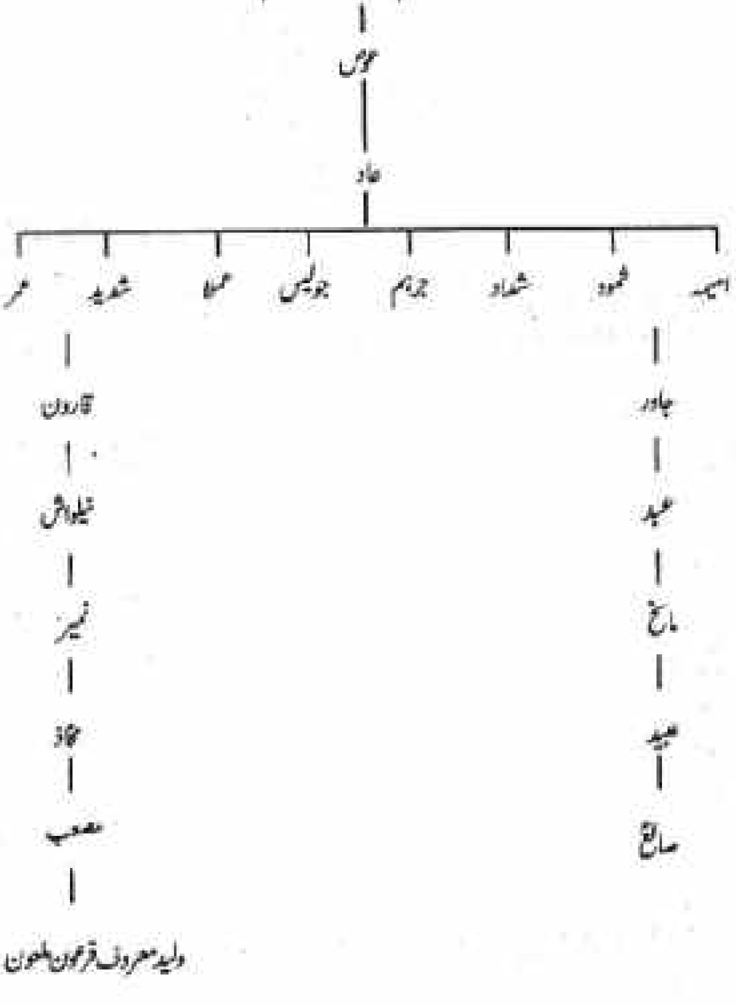

صفحہ نمبر 14 کا چارٹ

حضرت ابراہیمؑ

اسماعیل

عدنان

معد

نزار

مضر

الیاس

مدرکہ

خزیمہ

کنانہ

نضر

مالک

فہر

غالب

لوی

کعب

صفحہ نمبر 15 کا جاری

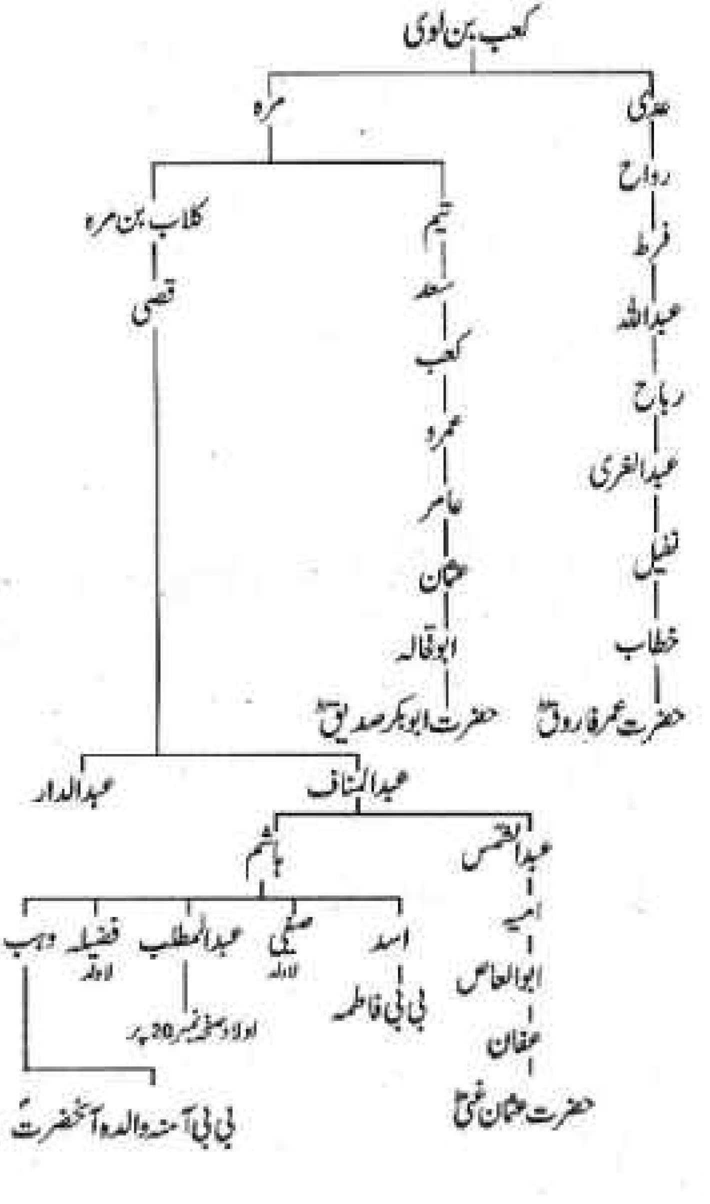
کعب بن لوی
مرہ
عدی
رواح
قرط
عبداللہ
رباح
عبدالعزیٰ
نفیل
خطاب
حضرت عمر فاروقؓ
کلاب بن مرہ
قصی
تیم
سعد
کعب
عمرو
عامر
عثمان
ابوقحافہ
حضرت ابوبکر صدیقؓ
عبدالدار
عبدالمناف
عبدالشمس
امیہ
ابوالعاص
عفان
حضرت عثمان غنیؓ
ہاشم
اسد
بی بی فاطمہ
صیفی
لاولد
عبدالمطلب
اولاد صفحہ نمبر 20 پر
فضیلہ
لاولد
وہب
بی بی آمنہ والدہ آنحضرتؐ

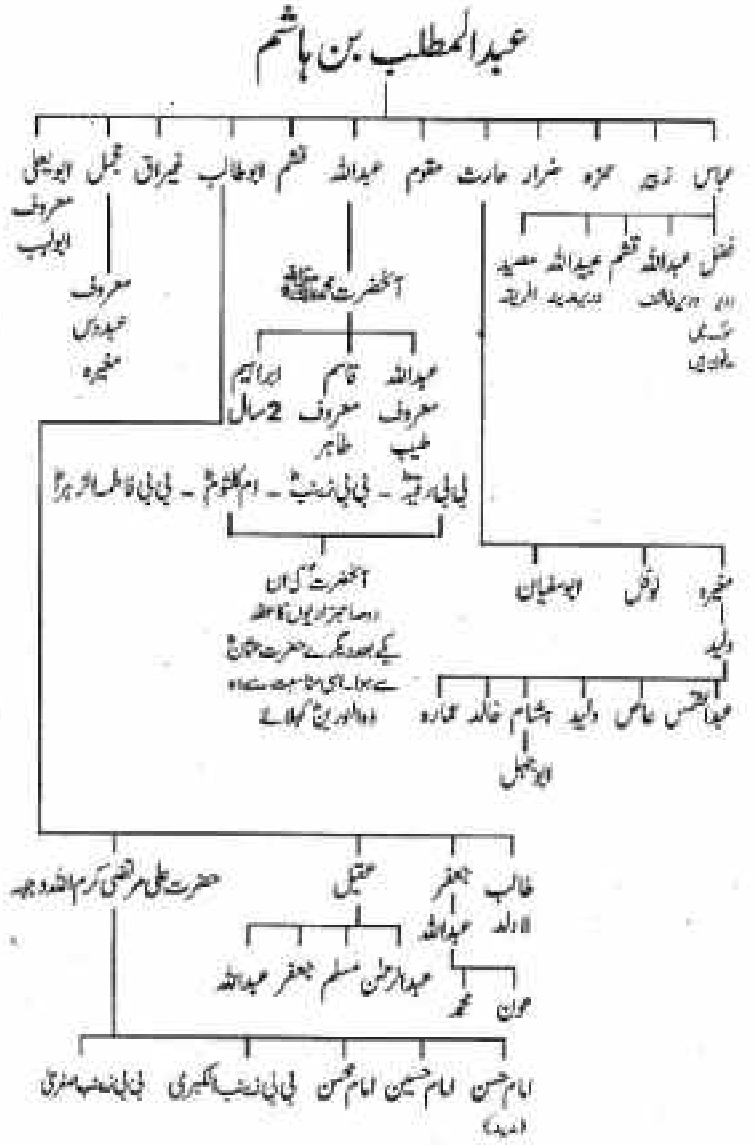

صفحہ نمبر 19 کا جاری

سرورکائنات فخرالموجودات رسول عربی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ 12 ربیع الاول، 21 اپریل 571ء صبح صادق بروز پیر مکہ میں پیدا ہوئے۔

حضرت آمنہؓ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور امت عاصی کی مغفرت چاہی پھر ایک سفید بدلی ظاہر ہوئی وہ آپ کو آغوش میں لے کر غائب ہوگئی اس وقت کوئی پکارتا تھا کہ اس نومولود محمود کو شش جہت عالم میں پھراؤ تاکہ جمیع مخلوقات اور جملہ موجودات اس ذات بابرکات کو پہچانیں اور جانیں کہ سب آفرینش عالم محبوب کبریا ﷺ نے آج بزم عالم کو اپنے جمال باکمال سے منور اور نزول اجلال سے مشرف فرمایا پھر ایک ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اس سے مردوں کی آواز سنائی دیتی تھی اتنے میں جناب سرکار دو عالم ﷺ کو ایک پارچہ حریر میں لپٹا ہوا دیکھا اور تین شخص غیب سے پیدا ہوئے انہوں نے آپ کو طشت زمرد میں بٹھایا اور تین بار نہلا کر جامہ حریر پہنایا اور دو شانوں کے بیچ میں مہر نبوت ثبت کی اس میں بخط نور لکھا ہوا تھا:

لا الہ الااللہ محمدؐ رسول اللہ

کہ سوائے خدا کے کوئی معبود لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں

پھر اتنے میں آپ کے دادا عبدالمطلب آئے اور کہا کہ میں اس وقت کعبہ شریف میں تھا یکا یک خانہ کعبہ نے مقام ابراہیم میں سجدہ کیا اور یوں کہا اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے جو کہ رب ہے محمد ﷺ کا اور میرا۔ اس وقت پاک کیا۔ مجھے اس نے بتوں کی نجاست اور

مشرکوں کی پلیدی سے اور بڑا بت ہبل نامی جو کعبہ شریف میں ایک اونچی جگہ رکھا ہوا تھا سر کے بل گر پڑا اور کسی کہنے والے نے کہا اے عبدالمطلب آمنہ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے اس پر رحمت الٰہی نازل ہوئی مخلوق کو کفر کی تاریکی سے نکال کر سیدھی راہ بتائے گا اور تمام جن وانس کا پیشوا ہوگا میں اس واقعہ سے سخت متحیر و متعجب ہوا ہوں اب تصدیق چاہتا ہوں کیا تمہارے ہاں آج کوئی ایسا مولود مسعود تولد ہوا ہے میں نے کہا سچ ہے میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور اس نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور ظہور ولادت سے سارا گھر روشن ہو گیا اور جو واقعات غیب آپ کے ظہور ولادت کے وقت دیکھے تھے سب بیان کیے پھر عبدالمطلب نے آپ کو دیکھنے کی فرمائش کی۔ میں نے کہا کہ ابھی آپ کے لیے اس کی اجازت نہیں کہ محافظان غیب سے تاکید ہے جب تک تمام فرشتے آپ کے جمال باکمال سے شرف دیدار حاصل نہ کرلیں اور کسی کو نہ دیکھنے دینا اس بات کو سن کر خوش ہوا پھر میں نے اس کی پیشانی پر بہت آثار ملامت و رنجیدگی دیکھ کر اسے اجازت دے دی اور جہاں آپ جلوہ فرما تھے اس طرف اشارہ کیا وہ نہایت مسرت سے کھلتا پھولتا آپ کی طرف چلا اور تیز رفتار سے آپ کے قریب پانچ گز کے فاصلے پر پہنچا کہ فوراً غیب سے ایک شخص تلوار کھینچ کر اس کے آگے آیا اور ایسی سخت آواز سے عبدالمطلب کو دھمکایا کہ وہ ہیبت سے کانپتا ہوا الٹے پاؤں واپس آ گیا اور کہا کہ اس وقت شاید میں نہ ہوں گا جب کہ خداوند عالم اس کے سر پر نبوت ورسالت کا تاج رکھے گا اور قوم اپنے ملک سے نکالے گی لاریب یہ بہت عالیشان نبی ہوگا جس کی ظہور ولادت کے وقت میرے سامنے خانہ کعبہ نے سجدہ کیا اور اس کے خدا کی بزرگی اور اس کی صفت بیان فرمائی خداوند عالم اس کی عمر میں برکت کرے اور اس کے دشمنوں کے ہاتھوں کو اسے ایذا رسانی کی طاقت نہ دے اور مجھے اس وقت تک عمر نصیب کرے تاکہ اس کی امت میں داخل ہونے کا فخر حاصل کراوں لیکن آپ ﷺ کی ولادت کے آٹھویں برس عبدالمطلب انتقال فرما گئے۔ اور آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہ پا سکا اور نہ ہی قوم

سے وہ واقعہ بیان کر سکا جو کہ آپ کی ولادت کے دن دیکھا تھا۔ ہر چند قریش سے وہ ماجرا بیان کرنا چاہتے تھے مگر قدرت الٰہی سے کچھ بیان نہ کر سکے اور ساکت ہی رہے۔ آنحضرت ﷺ کو سات روز تک آپ کی والدہ محترمہ نے دودھ پلایا اور ابی لہب کی لونڈی ثوبیہ نے زان اور حلیمہ نے جو کہ نواح طائف کی رہنے والی تھیں۔ حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ جب عمر شریف آپ ﷺ کی چار برس ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے اپنے رضائی بھائیوں کے ساتھ جنگل کی طرف بکریاں چروانے کے لیے جانے کی اجازت لی۔ ایک دن آپ کو دو فرشتوں نے جنگل میں چت لٹا کر آپ کے سینہ مبارک کو ناف تک چاک کر کے دل نکال کو دھویا پھر سکینہ جو کہ عالم قدس کی ایک چیز خوبصورت پسی ہوئی دوا یا زیرہ گلاب کے تھی پُر کر کے شگاف کو سی دیا مجھے میرے فرزندوں نے آپ کے اس واقعہ کی اطلاع دی میں نے آپ ﷺ کو جنگل میں ہر جگہ تلاش کیا اور ڈھونڈا آپ ﷺ ایک جگہ سے ملے آپ ﷺ سے کل ماجرا دریافت کیا آپ ﷺ نے بیان فرمایا اور کہا کہ مجھے اس سے کوئی تکلیف و درد محسوس نہیں ہوئی پھر حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے احوال شق صدر سے ڈر کر آپ ﷺ کو مکہ شریف میں آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کے پاس پہنچا دیا۔

آپ ﷺ چھ برس کے تھے کہ آپ ﷺ کی والدہ نے انتقال فرمایا۔ آپ ﷺ کے متکفل عبد المطلب ہوئے وہ بھی دو سال کے بعد وفات پا گئے پھر آپ ﷺ کے چچا ابی طالب والد حضرت علی مرتضیٰ متکفل ہوئے۔ جس طرح کہ اور یتیم بچوں کی عرب میں پرورش ہوتی آپ ﷺ نے بھی محض امیت کے عالم میں نشو و نما پائی۔ عقلی و نظری وقوتوں کی بیداری کا کوئی ذریعہ نہ تھا نہ علماء کی صحبت ہوئی نہ حکماء سے مباحثے کیے نہ طلب علم کے لیے کسی شہر کی طرف سفر کیا نہ وہیں کسی سے کچھ پڑھا لکھا چالیس برس تک قوم میں رہے اور محض امیت کے ہی عالم میں اس طویل مدت میں یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی بت کے آگے سجدہ کیا یا کسی سے تمسخر وغیرہ یا کسی کو گالی دی یا کسی کو لعنت کہا یا کبھی ہاتھ سے کسی کو مارا اور نہ

یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو لوگوں سے بحث مباحثہ کرنا پسند تھا یا حقائق بقینہ کی طرف رہنمائی کا شوق تھا۔

بہت کم گو اور خلیق ،حلیم ،رحیم ،کریم اور نہایت متواضع تھے۔طبیعت میں پاکیزگی اتنی تھی کہ قوم میں امین اور صادق کے لقب سے ملقب تھے۔کوئی وقت ایسا نہ گزرا ہوگا کہ آپ ﷺ یاد الٰہی سے غافل رہے ہوں۔سوتے جاگتے ہر وقت ذکر الٰہی میں ہی مصروف و مشغول رہا کرتے۔ قوم کو چاہ ظلمت و ضلالت میں ڈوبتا ہوا دیکھ کر سخت گھبراتے اور مکہ شریف کے قریب غار حرا میں جا کر دست دعا ہو جاتے اور کئی کئی روز سجدہ میں پڑے رہتے آپ ﷺ کو جو خواب آتا وہ بھی نہایت سچا ہوتا۔جبکہ آپ ﷺ چالیس سال کے ہو گئے تو آپ ﷺ قوم سے بالکل علیحدہ ہو کر کئی دنوں کا توشہ لے کر غار حرا میں چلے گئے اور وہاں جا کر اپنے خالق و معبود حقیقی کی بندگی میں مشغول ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ میں سب صفات موجود تھیں چونکہ آپ ﷺ ہر وقت اپنی قوم کی نجات کے لیے نہایت تضرع کے ساتھ دعائیں بھی کرتے رہتے تھے جو ان کی ہمدردی و خیر خواہی کی بڑی بھاری دلیل ہے۔اب بارگاہ الٰہی میں آپ ﷺ ہی کی دعا قبول ہو کر آپ ﷺ کی قوم کے نجات کے دن قریب آ گئے۔آپ ﷺ ہی کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور وہ مقدس اور عظیم القدر رات آ پہنچی جس کی صبح کو حسب استدعا آپ ﷺ کے مخلوق پرستی کی تاریکی کا خاتمہ اور توحید کے روشن جہاں آفتاب کا طلوع مقدر تھا اور بارگاہ خداوندی سے نبوت کا بیش قیمت خلعت اور رسالت کا جگمگاتا ہوا تاج آپ کو عنایت ہوگا۔اکتالیسویں سال ولادت میں آپ ﷺ آٹھویں رمضان المبارک 611ء، 924 سکندری کی صبح کو وحرا کی چوٹی پر یک و تنہا جب کہ رات کو سنانے اور صبح کی خوش آئند خوشی میں اپنے رب کے تصور میں آنکھیں بند کیے پڑے تھے۔خداوند کریم کے امین وجلیل فرشتے نے نہایت محبت آمیز خطاب کے ساتھ پکارا۔اے محمد ﷺ اٹھیے اور پڑھیے۔ آپ ﷺ نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔حضرت جبرائیل نے کہا کہ پڑھیے اپنے رب کے نام

سے جس نے پیدا کیا انسان کو خون کی پھٹکی سے۔ پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا۔ وہ علم جس سے انسان بالکل انجان اور ناواقف تھا۔ آپ ﷺ نے ان آیات کو پڑھا اور جیسا کہ خدا کے فرشتے نے پڑھایا وہ آپ ﷺ نے ضبط کر لیا مگر جو دہشت کہ روحانی کائنات کے دیکھنے سے انسانی فطرت کو لاحق ہوتی ہے وہی آپ ﷺ کو بھی لاحق ہوئی اور یہ خوف پیدا ہو گیا کہ یہ جو میں نے یکبارگی دیکھا ہے کہیں ان شیاطین میں نہ ہو جو کاہنوں پر اترا کرتے ہیں پس گھر میں ڈرتے ہوئے واپس آئے اور فرمانے لگے۔ زمّلونی زمّلونی مجھے اوڑھاؤ مجھے اوڑھاؤ۔ پھر ایک دن حضرت جبرائیلؑ منجانب رب جلیل نے آ کر آپ ﷺ کو سورۃ فاتحہ پڑھائی اور زمین پر اپنا پَر مار کر پانی نکالا۔ اس سے خود وضو کر کے آپ ﷺ کو طریقہ وضو تعلیم کیا۔ پس آپ ﷺ نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ اور حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی۔ آج آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ اترنے والا خدا کا ہی ناموس اعظم ہے جو آپ ﷺ کے پہلے تمام پیغمبروں پر اتر چکا ہے۔ خدا نے آپ ﷺ کو فقط آپ کی قوم بلکہ تمام بنی نوع انسان کی نجات کے لیے منتخب کیا ہے کہ سب کو گمراہی سے نکالیں اور ان کے دلوں کو ایمان سے منور کریں اس کے بعد پے در پے وحی آنا شروع ہو گئی اور دعوت الٰہی الحق کا حکم ملا۔ آپ نے اپنی قوم کو جہالت وضلالت کی گہری نیند سے جگانا شروع کیا کہ اس آفتاب حقیقت کو جو بھی طلوع ہوا ہے دیکھیں اور اس کی عالم افروز روشنی میں اپنے امور معاد و معاش کی اصلاح کر دیں۔ خالق عالم کو ایک مانو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ وہی سب کا پروردگار ہے۔ اسی کو کارساز اور وسیلہ مانو وہی مارتا اور جلاتا ہے یہ بت ہرگز کچھ مدد نہیں کر سکتے بلکہ یہ انسان کے خود محتاج ہیں انسان ہی ان کو بناتا ہے پھر یہ بڑی بھاری حماقت ہے کہ اپنے ہاتھوں سے تراش کر ان کو معبود تصور کر کے ان کی عبادت کی جائے۔ جوانوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ لڑکوں میں حضرت علی مرتضیٰؓ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ۔ موالی میں حضرت زیدؓ اور عورتوں میں آپ کی بی بی ام المومنین

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اسلام لائیں۔ بعد میں حضرت عثمانؓ وحضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت زبیر وحضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ مشرف با السلام ہوئے۔ پہلے پہل آپ ﷺ پوشیدہ طور پر دعوت اسلام دیا کرتے مگر آپ ﷺ کو حق کہنے سے کوئی خوف مانع نہ ہوتا۔ لوگ روز بروز اسلام میں داخل ہونے لگے پھر آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ جو تمہیں حکم ہے اس کو صاف کھلا کھلا علی الاعلان بیان کریں۔ پس آپ ﷺ نے حسب فرمان خداوند ظاہراً دعوت اسلام شروع کی اور اسلام نے ترقی اور توحید کا جہانتاب آفتاب روشن ہوتا گیا۔ بت پرستی کی تاریکی مٹتی گئی جبکہ کفار نے دیکھا کہ اسلام عروج و ترقی پر ہے اور آنحضرت ﷺ اب بتوں کی مذمت و لائبل علی الاعلان آشکار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے جانی دشمن ہو کر طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچانی شروع کیں مگر آپ ﷺ تعمیل حکم خداوندی پوری پوری کرتے رہے۔ ان کی ایذا رسانی کا کوئی خیال اور پرواہ تک نہ کی بلکہ ان سب مصائب و تکلیف کو بخوشی برداشت و تحمل فرماتے رہے۔ البتہ اپنے پر جب کوئی تکلیف و مصیبت کا سامنا اور دور دورہ دیکھتے تو اسے برداشت نہ کر سکتے۔ کفار نے آپ ﷺ کو اشد مستقل مزاج دیکھ کر یہ خیال کیا کہ شاید آپ کے دعویٰ رسالت سے یہ منشا ہے کہ دولت حاصل ہو اور عوام میں عزت وقار ہو۔ پس سب کفار نے ابو جہل کے گھر جمع ہو کر اپنی اپنی رائے پیش کی۔ آخر اتفاق رائے اسی پر ہوا کہ انہیں اپنا امیر بنایا جائے اور بہت مال و دولت انہیں جمع کر کے دیا جائے تا کہ ان کی غرض پوری ہو جائے کہ ہمارے بتوں کی مذمت سے باز رہ سکیں اور ہمارے دین میں خلل نہ ڈالیں۔ چنانچہ اسی وقت کفار نے اپنی طرف سے عتبہ بن ربیعہ کو وکیل کر کے خدمت اقدس میں بھیجا۔ اس نے آ کر کہا کہ میرے بھائی کے بیٹے اگر دعویٰ نبوت و رسالت سے آپ کا مقصد اور منشا مال و دولت جمع کرنا ہے تو ہم اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کے پاس نہیں اگر عزت وقار مطلوب ہو تو آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ اگر بادشاہت چاہتے ہیں تو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اگر جنون غالب آ گیا ہے تو

معالج بلا کر علاج کراتے ہیں۔ یہ سب باتیں سن کر آپ ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ کو سورۃ فاتحہ اور چند قرآن مجید کی آیتیں جو کہ سورۃ علق کی تھیں پڑھ کر سنائیں۔ وہ ان کی فصاحت و بلاغت پر حیران رہ گیا اور بہت متاثر ہوا۔ آپ نے پھر فرمایا۔

ما طالب اموالکم ولا الشرف فیکم ولا الملک علیکم .

میں تمہارے مال نہیں مانگتا اور نہ تم پر بڑائی چاہتا ہوں اور نہ تم پر بادشاہت۔

جو کچھ تم نے کہا اس میں سے مجھے کچھ مطلوب نہیں نہ میں مجنون ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں دین حق لایا ہوں اور رب العالمین نے مجھ پر کتاب نازل کی اور امر کیا کہ تمہیں اس کی رحمت کی بشارت دوں اور اس کے غضب سے ڈراؤں۔ سنو میں نے اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا اور خیر خواہی کی باتیں سنا دیں۔ میں پھر بھی نصیحت کرتا ہوں کہ یہ گمراہیاں جو تم کرتے ہو تمہارے لیے ہرگز مفید نہیں ہیں بتوں کی پرستش چھوڑ دو اپنے بھائیوں کا مال ظلم سے نہ کھاؤ اور نہ ایک دوسرے کا خون بہاؤ، کینہ، حسد، قمار بازی، زنا کاری، سود خوری یہ بہت سی باتیں ہیں خدا کو ایک جانو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اسی کی عبادت کرو اور اسی سے مدد مانگو۔ جو کچھ خدا کی جانب سے میں لایا ہوں اگر تم نے مان لیا تو دنیا و آخرت میں تمہاری سعادت ہے اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا۔ وہ حکم الحاکمین جب تک خود فیصلہ نہ کرے اے میرے چچا کے بیٹے میری طرف سے جا کر اپنے ساتھیوں سے عرض کر دینا کہ مجھے مال و دولت اور جاہ و جلال اور شان و شوکت شاہانہ ہرگز مطلوب نہیں میں تمہارے پاس اس لیے دین حق نہیں لایا کہ تم سے مال مانگوں یا بڑائی اور بادشاہت مانگوں۔

ان حرکات سے باز آ جاؤ۔ جب عتبہ بن ربیعہ نے اپنے ساتھیوں سے آنحضرت ﷺ کا یہ جواب بیان کیا تو ان کا آتش غضب عداوت مزید گرم ہو گیا۔ کیونکہ اب ان کی سب امیدوں پر آنحضرت ﷺ نے پانی پھیر دیا تھا۔ اب وہ صحابہ کرام اور آپ ﷺ پر سختیاں کرنے لگے۔

صحابہ کرام نے نہایت تنگ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اب کفار ہم سے سختی کر رہے ہیں اور ان کے مظالم حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں اب ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ بدعا کیجیے کہ خدا تعالیٰ ان کو تباہ کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

انی لم ابعث اخانا انما لبعثت رحمۃ ۔

میں لوگوں پر لعنت اور بدعا کے لیے نہیں بلکہ رحمت کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

بھائیوں جتنا صبر کرو گے اس سے بہت زیادہ اجر پاؤ گے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے کہ ہماری بھیجی ہوئی مصیبتوں پر کہاں تک صابر رہ سکتا ہے۔ اپنے امتحان میں کامیابی حاصل کرو۔ پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر جناب باری تعالیٰ میں دعا کی الہی عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام میں سے ایک کو اپنے فضل و کرم سے مشرف با السلام کر کے مسلمانوں کا مددگار بنا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔ حضرت عمر بن خطاب مشرف اسلام ہوئے ان سے پہلے صرف انتالیس شخص مسلمان تھے۔ پھر انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مشرکین اپنی عبادت اعلانیہ کرتے ہیں ہم لوگ خدائے واحد کی عبادت کیوں پوشیدہ کریں۔ اس وقت تمام مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ مسجد الحرام میں آئے اور سب نے کفار کے سامنے نماز باجماعت ادا کی پس اسی دن سے مسلمانوں کو بہت قوت و عزت حاصل ہوئی۔ ابوطالب پانچ سال قبل ہجرت 932 سکندری 619ء میں انتقال فرما گئے اور اسی سال آپ کی بیوی ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ نے بھی وفات پائی۔ ان دونوں کی وفات کی وجہ سے یہ سال غم والم میں گزرا اسی لئے اس سال کا نام عام الحزن رکھا۔ آپ نے باوجود غم والم کے دعوت اسلام اور تبلیغ حق کا سلسلہ جاری رکھا۔

مشرکین آپ ﷺ کو بہت تکلیفیں دیتے تھے۔ ایک روز آپ ﷺ بیت اللہ شریف میں عبادت کر رہے تھے اسی دوران عقبہ بن معیط نے آپ کی گردن میں چادر ڈال کر ایسے زور سے لپیٹ دی کہ آپ ﷺ کی آنکھیں باہر نکل آئیں اس وقت حضرت ابوبکر صدیق پہنچ گئے۔ دھکا

دے کر اسے ہٹایا اور کہا کہ کیا تم آپ ﷺ کو اس لئے مارتے ہو کہ پروردگار کو اپنا معبود کہتے ہیں اور اپنی سچائی کے لئے تمہارے سامنے معجزات پیش کرتے ہیں۔ وہ شقی آپ ﷺ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو چمٹ گیا۔ ایک نے سر کے بال پکڑے دوسروں نے زدوکوب کیا اور آپ کو نیم مردہ کر کے چلے گئے۔

آپ ﷺ کا جس طرف سے گزر ہوتا آپ ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتیں۔ ایک بار ابوجہل نے کوڑوں سے آپ ﷺ کو اس قدر مارا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت حمزہؓ کی بیوی نے حضرت حمزہ سے کہا کہ اے عبدالمطلب کے بیٹے تمہاری زندگی میں تمہارے بھتیجے محمد ﷺ کو ابوجہل نے فلاں جگہ مار کر چھوڑ دیا۔ حضرت حمزہؓ بھتیجے کا انتقام لینے کی خاطر وہاں گئے جا کر دیکھا تو آپ ﷺ بے ہوش ہیں اور خون بہہ رہا ہے مگر جسم میں جان باقی ہے وہاں سے کندھے پر اٹھا کر گھر لائے زخموں کو دھلا کر مرہم پٹی کی اور خود اسی دن کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

بارہویں سال نبوت سے 27 رجب المرجب شب دوشنبہ کو آپ ﷺ اُمّ ہانی بنت ابو طالب کے گھر بستر پر تھے کہ حضرت جبرائیلؑ مکان کی چھت شق کر کے بحکم رب الجلیل تشریف لائے اور قم یا محمد ﷺ کہا جب آپ ﷺ نے یہ آواز سنی تو آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے تب جبرائیلؑ نے السلام علیک یا حبیب اللہ کہا آپ ﷺ نے کہا وعلیکم السلام اے میرے رفیق، پھر جبرائیلؑ بیٹھ گئے اور خدا تعالیٰ کا حکم سنایا کہ آپ ﷺ کو آپ کا پروردگار اپنے پاس بلاتا ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں آپ ﷺ کو وہاں لے جاؤں۔ آپ ﷺ بخوشی تیار ہوئے۔ حضرت جبرائیلؑ آپ ﷺ کو مسجد الحرام میں لے گئے۔ آپ ﷺ کو وہاں کی سیر کروائی سینہ مبارک شکم تک شق کر کے دل کو آب زمزم سے دھویا اور ایمان وحکمت سے بھر کر شگاف کو سی دیا۔ پھر جنت سے براق لا کر اس پر آپ ﷺ کو سوار کر کے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس میں لے گئے۔ وہاں

سوائے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے سب انبیاء کرام کی ارواح حاضر تھیں۔ انہوں نے سلام کیا۔ آپ کی امامت میں دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد سب ارواح انبیاء نے حمد الٰہی بجالائی۔ پھر آپ ﷺ جبرائیلؑ کے ساتھ پہلے آسمان پر تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت آدمؑ سے ملاقات کی اور ان سے تبرکات حاصل کئے وہاں سے دوسرے آسمان پر پہنچے اور حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات کی۔ حضرت عیسیٰؑ وہاں جسد عنصری زندہ تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے فرمایا میں اور آپ ﷺ ایک قبر سے مبعوث ہونگے۔ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ زمین پر اتریں گے، نکاح کریں گے، ان کی اولاد پیدا ہوگی اور وہ زمین پر 45 برس رہیں گے اس کے بعد فوت ہوں گے اور میرے مقبرے میں میرے ساتھ مدفون ہونگے) پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ سے ملاقات کی۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے، پانچویں پر حضرت ہارونؑ سے، چھٹے پر حضرت موسیٰؑ سے، ساتویں پر حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے سب انبیاء اور ملائکہ کی ملاقات کا شرف حاصل کرتے ہوئے عجائبات قدرت الٰہی دیکھے اور سیر کرتے ہوئے حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ وہاں حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ میں اب یہاں سے اوپر بال بھر بھی پرواز نہیں کرسکتا کہ میرے پر جل جائیں گے تب سبز رف رف آیا۔ حضرت جبرائیلؑ اور براق دونوں وہاں ٹھہرے اور آپ ﷺ رفرف پر سوار ہوئے وہ آپ ﷺ کو عرش الٰہی تک لے گیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ سے ایسا قرب حاصل ہوا کہ کبھی بھی کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا اور نہ کبھی اس قرب کو کوئی فرشتہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے کلام کیا اور آپ ﷺ کو اپنے دیدار کا شرف بخشا۔ جب آپ ﷺ دیدار سے مشرف ہوئے بالہام ربانی آپ ﷺ نے کہا:

التحیات للہ و الصلوٰت و الطیبات۔

سب عبادتیں زبانی اور بدنی اور مالی اللہ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **السلام**

علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ سلام تم پر اے پیغمبر اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اس کی پھر آپ ﷺ نے کہا **السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین** سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر فرشتوں نے کہا **اشھد ان لا الــــہ الا اللہ و اشھد ان محمد اعبدہ و رسولہ** ہم گواہی دیتے ہیں کہ کوئی لائق عبادت کے نہیں سوائے اللہ کے اور گواہی دیتے ہیں محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے سامنے تین پیالے رکھے گئے ایک دودھ کا ایک شہد کا اور ایک شراب طہور کا۔ آپ ﷺ کو کہا گیا کہ ان میں سے ایک پیالہ لے کر پی لیں آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ اٹھایا اور پی لیا۔ (یعنی آپ ﷺ نے فطرت اسلام کو پسند کیا) پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت پر پچاس نمازیں مقرر کیں مگر حضرت موسیٰ کے صلاح دینے پر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ باری تعالیٰ میری امت ستر امتوں کے بعد آئی ہے۔ یہ بہت ضعیف اور ناتواں ہے وہ پچاس نمازوں کی متحمل نہیں ہو سکتی پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف کرتے ہوئے پانچ وقت کی نمازیں فرض کیں۔ پھر جنت و دوزخ کی سیر کرائی اس کے بعد آپ ﷺ دیگر ملائکہ اور انبیاءؑ سے الوداع ہوتے ہوئے اور مبارکیں لیتے ہوئے واپس پہنچے تو دروازہ کی زنجیر بدستور ہل رہی تھی اور بستر مبارک گرم تھا۔ صبح کو جب یہ واقعہ بیان فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا ''صدقت'' پس آپ کا لقب اسی دن سے صدیق ہوا۔ کافروں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا کہا کہ آسمان پر کوئی نہیں جا سکتا ورنہ بیت المقدس کا نقشہ بتلاؤ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کی آنکھوں کے سامنے کیا۔ آپ ﷺ نے اس کا نقشہ بتایا تو سب کافر لاجواب ہو گئے۔

نبوت کے تیرہویں سال شرفائے انصار سے ستر آدمی آ کر مشرف با اسلام ہوئے اور آپ ﷺ سے عہد و پیمان کیا کہ اگر آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لے آئیں تو ہم خدمت گزاری میں کوئی کوتاہی نہ کرینگے اور اگر کوئی آپ ﷺ کا دشمن چڑھ آئے گا تو ہم اس سے

لڑینگے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ہجرت کی اجازت فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علیؓ، عامر بن فہیرؓ اور عبداللہ بن اریقطؓ کے سوا باقی اصحاب کو مدینہ روانہ کر دیا اور تمام اصحاب رسول ﷺ مع حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے مدینہ ہجرت کر گئے۔ کفار کو جب ان اصحاب کی ہجرت کی خبر ہوئی تو نہایت افسوس کیا اور ابوجہل و دیگر سرداران قریش جمع ہوئے اور آپ ﷺ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو ارادۂ قتل کے بارے میں مطلع کر دیا اور حکم نازل فرمایا کہ آپ ﷺ مدینہ کو ہجرت کر جائیں۔ آپ ﷺ فوراً حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں سب حال بیان فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے سفر کے لئے دو اونٹ خریدے ہیں۔ آپ ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ سے ایک اونٹ خرید لیا اور پھر دونوں اونٹ حضرت عبداللہ بن اریقطؓ کے سپرد کر دیئے۔ اپنے بستر پر حضرت علی مرتضیٰؓ کو لٹا دیا اور فرمایا کہ کفار تمہیں ایذا نہیں دے سکتے۔ تم یہ امانتیں صبح کو لوگوں کے حوالہ کر کے پھر مدینہ آ جانا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے آپ ﷺ کی چادر مبارک اوڑھ لی۔ آنحضرت ﷺ دروازہ سے نکلے اور سورۃ یٰسین پڑھ کر خاک کی ایک مٹھی پر دم کر کے کفار پر پھینکی آپ ﷺ ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ 17 اپریل 622ء کو رات کے وقت مدینہ روانہ ہو گئے اور تین شب و روز غار ثور میں رہے۔ ابوبکر صدیقؓ کے آزاد غلام عامر بن فہیر آپ کو بکریوں کا دودھ دے جایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیقؓ کفار مکہ کے روزانہ مشوروں اور ارادوں سے آپ کو رات کو مطلع کر دیا کرتے۔ تین شب و روز کے بعد حضرت عبداللہ بن اریقطؓ حسب ہدایت و ارشاد نبویؐ دونوں اونٹ غار کی طرف لائے اور آپ ﷺ ان پر سوار ہو کر عامر بن فہیرؓ، عبداللہ بن اریقطؓ اور عبداللہ بن ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے ربیع الاول کی بارہ تاریخ دوشنبہ کے دن مدینہ طیبہ کے محلہ قبا میں پہنچ کر تیرہ دن وہیں قیام کیا۔ یہاں پر تیسرے دن حضرت علی المرتضیٰؓ بھی امانتیں ادا کر

کے آپؐ کے پاس پہنچے۔ چودھویں دن آپ ﷺ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ہمراہیوں کے ساتھ شہر کے اندر تشریف لے جانے کی غرض سے اونٹ پر سوار ہوئے۔ شہر کے لوگوں میں سے ایک نے التجا کی کہ آپ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں مگر آپ ﷺ نے کہا یہ اونٹنی جس جگہ بیٹھ جائے گی میں وہاں مقیم ہو جاؤں گا۔ وہ اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان کے قریب بیٹھی وہاں اسباب اتار کر رکھ دیا گیا اور آپ ﷺ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ جس جگہ اونٹنی بیٹھی تھی وہ جگہ دس ہزار دینار میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مال سے خریدی گئی۔ وہاں ہی مسجد شریف کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا اور جہاں اونٹنی بیٹھی تھی وہاں منبر شریف رکھا گیا۔ مسجد کی تعمیر میں ایک پتھر آپ ﷺ نے رکھا ایک ابوبکر صدیقؓ سے رکھوایا اور ایک پتھر حضرت عمر فاروقؓ سے رکھوایا گیا ایک پتھر حضرت عثمان غنیؓ سے رکھوایا گیا اور ایک پتھر حضرت علی مرتضیٰؓ سے رکھوا کر فرمایا۔ **ھو لاء الخلفاء من بعدی** ۔ یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہونگے۔ آپ ﷺ بھی اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد کی تعمیر میں برابر کے شریک رہے اور دعوت اسلام بھی بدستور جاری رکھی۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ، نجاشی بادشاہ حبشہ وغیرہ اور کثیر تعداد نے اسلام قبول کیا اور رجب المرجب 2 ہجری بمطابق نومبر 623ء اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدافعانہ جنگ کی اجازت فرمائی۔ اسی ماہ میں کفار نے 300 میل کے فاصلہ پر سے آ کر آپ ﷺ پر حملہ کیا۔ آپ ﷺ بھی 313 مسلمان لے کر 14 رجب کی رات کو میدان میں کفار کے مقابل صف آرا ہوئے۔ ایک ہزار کفار پر کامل فتح پائی۔ قریش مکہ کے 70 نامی گرامی سردار ابوجہل، عتبہ، شیبہ، پسران، ربیعہ و ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، علی بن امیہؓ وغیرہ واصل جہنم ہوئے۔ 70 نامی گرامی سردار گرفتار ہوئے جن میں حضرت عباس و ابوالعاص شامل تھے۔ حضرت عباسؓ وہیں اسلام قبول کر گئے ابوالعاصؓ بعد میں مشرف با اسلام ہوئے۔ یہ معرکہ غزوہ بدر کے نام سے مشہور ہے۔

اس کے بعد غزوہ احد واقع ہوا۔ حضرت حمزہؓ علم بردار ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا۔ کفار پر فتح حاصل ہوئی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو بہت فتوحات حاصل ہوئیں۔ جس دن مکہ معظمہ فتح ہوا آپ ﷺ نے اہل مکہ کو جمع کر کے وعظ فرمایا۔ سب تعریفیں اس ذات خدا کے واسطے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے قریش کے لوگو تم نے 13 سال مجھے اور میرے اصحاب کو حد سے زیادہ دکھ اور ایذا پہنچائیں۔ رات دن گالیاں دیں، راستوں میں کانٹے بکھیرے، نماز پڑھتے وقت غلاظتیں پھینکیں، پتھر مارے، میرے اصحاب کو دوپہر کی جلتی ریت پر لٹا کر سینوں پر گرم پتھر رکھے، قتل کئے اور ان کی لاشوں کے ساتھ بے ادبیاں کیں، وطن سے نکال کر پھر بھی چین اور امن سے نہ رہنے دیا۔ اب تمہاری کیا رائے ہے تمہارے ساتھ کیسے پیش آؤں اور کیا سلوک کروں۔ سب نے عرض کیا رحم اور شفقت کے ساتھ۔ یہ جواب سن کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے فرمایا میں تمہارے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں گا جیسا کہ میرے بھائی یوسفؑ بن یعقوبؑ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرحمین۔

آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں خدا تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کرے وہ سب سے بڑھ کر مہربان ہے۔

کفار کے دلوں پر اس رحمت و شفقت بھری آواز کا اثر ہوا وہ سب جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ آپ ﷺ وہاں بیٹھے بیعت لیتے جاتے تھے۔ غرض کہ 63 برس تک جب تک آپ ﷺ کی جان میں جان تھی لوگوں کو خدا کی جانب بلاتے رہے اس وقت تک آپ ﷺ کی وفات نہ ہوئی جب تک جزیرہ نما عرب کفر کی نجاست سے پاک نہ ہو گیا۔

دسویں سال ہجرت آپ ﷺ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے حج

میں ایسی باتیں فرمائیں کہ گویا آپ ﷺ اپنے اصحاب کو الوداع فرمارہے ہیں۔ چنانچہ خطبہ میں فرمایا کہ شاید میں آئندہ سال تم میں نہ رہوں اور جمیع احکام حج اور حقوق مرد وعورت وغلام اور حفظ جان ومال وغیرہ کی بہت تاکید فرمائی اور عرفہ کے دن یوم جمعہ تھا آپ ﷺ پر آیت **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام** دینا۔ آج کے دن میں نے تمہارے واسطے تمہارا دین مکمل کیا اور میں نے تمہارے اوپر نعمت کو پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین اسلام۔ اس آیت سے مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی جب آپ ﷺ حج ادا کر چکے تو واپس مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر وعظ ونصیحت اور عبادات خدا میں شب وروز مشغول رہے۔ ایک خطبہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں سب حاضرین نے عرض کیا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی اور رسول ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت سچ کہا لیکن جان لو کہ میں سب نبیوں کا خاتم ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

پس جو شخص میری سنت سے پھر جائے وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس کی شفاعت کرونگا۔ وہ خدا کی رحمت سے بیزار اور جنت سے محروم ہے۔ جب 11 ہجری کی ابتداء ہوئی تو آپ ﷺ پر بہت تکلیف گزری جو کہ ایک لقمہ گوشت زہر آلود آپ ﷺ کو خیبر میں ایک یہودی نے کھلایا تھا اس کا اثر آپ ﷺ پر بہت غالب ہو گیا اور درد سر شدید لاحق ہو گیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف نہ لے جاسکے۔ جس سے تمام صحابہ کرام کو نہایت ہی رنج ہوا آپ ﷺ نے سب صحابہ کرام کو طلب فرمایا اور تسلی دی کہ اے مسلمانوں تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ خدا سے ڈرتے رہنا اور اس کی اطاعت کرتے رہنا میں اب تم سے جدا ہو رہا ہوں اور دنیا چھوڑ رہا ہوں کوئی نبی اپنی امت میں ہمیشہ نہیں رہا۔ وہ امت بہت خوش قسمت ہے جس کا پیغمبر ان کے سامنے وفات پائے کیونکہ جس امت سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے اس کے پیغمبر کو زندہ رکھتا ہے اور اس کے سامنے اس کی امت کو ہلاک کرتا ہے۔

12 ربیع الاول 11 ہجری' جولائی 632ء دوشنبہ کو جام شہادت نوش کرتے ہوئے اور **اللھم رفیق الاعلیٰ** کہتے ہوئے خدا عالم کے جانب کوچ فرما گئے۔

آپ ﷺ کے غسل کے لئے آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور ان کے دو بیٹے فضل بن عباسؓ اور قثم بن عباسؓ، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور نبی کریم ﷺ کے محبوب اسامہ بن زیدؓ اور حضور کے غلام حضرت صالح حبشیؓ شریک ہوئے۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر کے اردگرد چادریں تان دی گئیں۔

حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ کو اپنے سینہ پر لیا۔ اسامہ قمیض کے اوپر پانی ڈالتے تھے۔ حضرت فضل بن عباسؓ اور حضرت قثم بن عباسؓ ایک پہلو سے دوسرے پہلو تک پانی پہنچانے میں حضرت علی مرتضیٰؓ کی مدد کر رہے تھے اور غیب سے بھی غسل میں اعانت واقع ہو رہی تھی۔

حضرت علیؓ کو وصیت تھی کہ تمہارے سوا کوئی میرا ستر نہ دیکھے اگر کسی نے خلاف ورزی کی تو اس کی بینائی جاتی رہے گی۔ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ کے جنازہ شریف پر کسی نے امامت نہیں کی کیونکہ آپ ﷺ ایام حیات اور ممات میں سب کے امام ہیں جنازہ اس کا ہوتا ہے جو فوت ہو جائے مگر ہمارے نبی ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔

مدینہ منورہ میں دو شخص قبر کھودنے والے تھے ایک حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ جو درمیان سے کھدائی والی قبر کھودتے تھے اور ایک حضرت ابوطلحہ انصاریؓ تھے جو لحد والی قبر کھودتے تھے۔ حضرت عباسؓ نے رب تعالیٰ کے حضور دعا کی اے اللہ اپنے حبیب کے لئے وہ چیز اختیار فرما (یعنی جس طرح کی قبر تو خود چاہتا ہے) جو محبوب و مختار ہو۔ اس دعا کے بعد آپ نے دونوں صحابیوں کی طرف آدمی بھیج دیئے کہ جو پہلے آ جائے گا اسی سے قبر بنوائی جائے گی حضرت ابوعبیدہؓ اس شخص کو نہ مل سکے جو انہیں بلانے گیا تھا لیکن حضرت ابوطلحہؓ بروقت آ گئے لہٰذا انہوں نے لحد تیار کی۔

بدھ کی رات سحری کے وقت آپ ﷺ کو قبر انور میں حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت فضل بن عباسؓ اور حضرت قثم بن عباسؓ نے اتارا۔ حضرت قثمؓ کہتے ہیں کہ قبر انور میں سب سے آخر میں باہر آنے والا میں ہی تھا اور سب سے آخر میں آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت کرنے والا میں ہی تھا۔ میں نے قبر مبارک میں آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کے لب حرکت کر رہے ہیں میں نے اپنے کان حضور ﷺ کے منہ مبارک کے قریب کیے تو میں نے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

ربِّ امتی، ربِّ امتی، ربِّ امتی

(تذکرۃ الانبیاء)

آپ ﷺ کے معجزات

آپ ﷺ کے معجزات ایک لاکھ سے زائد ہیں مگر چند ایک کا ذکر۔

۱۔ نوزادہ بچے کا باتیں کرنا اور آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی گواہی دینا۔

۲۔ پتھروں درختوں کا آپ ﷺ کو سلام علیک یا نبی اللہ کہنا اور تسبیحیں کہنا۔

۳۔ حسب ارشاد اور طلب کھجور کے درخت اور سنگریزوں کا آپ ﷺ کے ہاتھ آجانا۔

۴۔ اہل صفا کو ایک کاسہ طعام سے اور ستر ہزار مجاہدین غزوہ تبوک کو ایک ٹوکرا کھجور اور ایک کوزہ پانی سے سیر کر دینا۔

۵۔ سوسمار کا آپ ﷺ کی نبوت پر شہادت دینا۔

۶۔ آپ ﷺ کی انگلیوں سے چشمہ آب کا جاری ہونا۔

۷۔ مجنون کا آپ ﷺ کے لعاب مبارک سے اچھا ہو جانا۔

۸۔ آپ ﷺ کے وضو کے پانی سے خشک کھجور کا سبز ہو جانا۔

۹۔ چاند کو انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر دینا۔

آنحضرت ﷺ کے ازواج مطہرات

1۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد

2۔ حضرت سودہؓ بنت زمعہؓ

3۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ

4۔ حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ بن خطاب

5۔ حضرت زینبؓ بنت خذیمہؓ

6۔ حضرت ام سلمہؓ بنت خذیفہؓ

7۔ حضرت جویریہؓ بنت حارثؓ بن حبیبؓ

8۔ حضرت زینبؓ بنت جحشؓ

9۔ حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ

10۔ حضرت صفیہؓ بنت حیّیؓ بنت اخطبؓ

11۔ حضرت میمونہؓ بنت حارثؓ بن حزنؓ

اولاد پاک آنحضرت ﷺ

آپ ﷺ کے تین بیٹے قاسمؓ، ابراہیمؓ اور عبداللہؓ تھے اور چار بیٹیاں زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ تھیں۔

قاسم کا لقب طاہر تھا وہ قبل نبوت مکہ معظمہ میں تولد ہوئے اور دو سال کی عمر میں وہیں وفات پائی۔ عبداللہ کا لقب طیب تھا اور بعد نبوت مکہ معظمہ میں تولد ہوئے اور طفولیت میں انتقال فرما گئے۔ ابراہیم بی بی ماریہ قبطیہ کے بطن سے ذوالحجہ 8 ہجری میں مدینہ منورہ میں تولد ہوئے اور وہیں 10 ہجری میں ایک سال دس ماہ چھ روز بعد وفات پا گئے۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ ﷺ نے ان کی قبر پر مٹی ڈالی پانی چھڑکا اور شناخت قبر کے لئے سنگریزے اوپر بچھائے۔ بعد میں آپ ﷺ نے السلام علیکم کہا اور پھر واپس لوٹ آئے۔ دختران حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد کے بطن سے تولد ہوئیں۔ حضرت بی بی زینبؓ حضرت ابوالعاصؓ کے نکاح میں آئیں اور 8 ہجری میں فوت ہو گئیں۔ حضرت بی بی رقیہؓ عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں آئیں۔ بحالت غصہ اس نے ان کو طلاق دے دی۔ پھر حضرت عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں آئیں اور 2 ہجری کو وفات پا گئیں ان کی وفات کے بعد حضرت بی بی ام کلثومؓ بھی حضرت عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں آئیں اور 9 ہجری کو وفات پا گئیں۔ حضرت بی بی فاطمۃ الزہراؓ صفر 2 ہجری میں حضرت علی مرتضیٰؓ کے نکاح میں آئیں۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ اور پندرہ دن تھی۔ آپ کے بطن پاک سے حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت محسنؓ تین بیٹے اور تین بیٹیاں حضرت ام کلثومؓ، حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ تولد ہوئیں۔ رمضان گیارہ ہجری کو آپ وفات پا گئیں۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بن ابو طالب

آپ کا نام علی کنیت ابوالحسنؓ اور ابوترابؓ۔ القاب اسد اللہ، ید اللہ، حیدر کرارؓ اور صفدرؓ ہیں۔ آپ 13 رجب المرجب 30 فیل جمعہ کے دن مکہ شریف میں فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدالمناف کے بطن سے اندرون خانہ کعبہ پیدا ہوئے۔ دوشنبہ کو رسول پاک ﷺ مبعوث ہوئے۔ سہ شنبہ کو آپ ایمان سے منور و مشرف ہوئے۔ آپ کی عمر اس وقت دس برس ایک ماہ تین یوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں 300 آیتیں نازل فرمائی ہیں اور جہاں قرآن شریف میں لفظ **یا ایھا الذین آمنو** ہے اس سے مراد آپ ہی ہیں اور احادیث میں جتنی فضیلت آپ کی ثابت ہے کسی صحابی کی نہیں اس لئے آپ کا لقب مرتضیٰؓ ہوا۔ آپ اماموں میں اول امام ہیں۔ آپ نے ابتدائی عمر سے ہی کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی۔ آپ نہایت متقی، عابد، زاہد، حلیم، شجاع، متواضع سخی تھے۔ جب نماز کا وقت آتا اس خیال اور خوف سے کہ خدا معلوم میری نماز قبول ہو یا نہ ہو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا۔ ایک دن ایک صحابی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا چہرہ نماز کے وقت کیوں زرد ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ نماز امانت کا بڑا بھاری بوجھ ہے جس کو زمین و آسمان نہیں اٹھا سکا اور انسان اس کا متحمل ہوا۔ سائل کو آپ نے کبھی خالی واپس نہیں کیا۔ آپ خود بھوکے رہتے سائل کو جو کھانا موجود ہوتا دے دیتے۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے دونوں لخت جگر حضرت حسنین السبطین کو راہ خدا میں دے دیا۔ پھر ان کو سائل مذکور سے زر گراں دے کر خرید لیا۔ آپ نے آنحضرت ﷺ سے خرقہ پہنا اور فیض باطنی حاصل کیا۔ آنحضرت ﷺ نے جبرائیلؑ سے اور جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے فیض باطنی حاصل کیا اور خرقہ پہنا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے رسول پاک ﷺ سے دریافت کیا کہ بندے کے لیے زیادہ آسان اور تمام طریقوں میں سے

افضل اور خدا تعالیٰ سے زیادہ نزدیک کون سا طریقہ ہے۔ فرمایا تنہائی میں اللہ کا ذکر کیا کرو۔ آپ نے پھر عرض کیا کہ اللہ کے ذکر کی کیا فضیلت ہے حالانکہ تمام لوگ ذکر اللہ کیا کرتے ہیں۔ فرمایا اے علیؓ جب تک زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا ہے قیامت قائم نہ ہوگی۔ آپ نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں کس طرح ذکر کیا کروں فرمایا اے علی تم مجھ سے تین بار سن لو پھر تین بار میرے روبرو کہو رسول پاک ﷺ نے آنکھیں بند کر کے تین بار بلند آواز سے فرمایا۔

لا الہ الااللہ۔ لا الہ الااللہ۔لا الہ الااللہ

حضرت علیؓ نے سنا پھر آنکھیں بند کر کے حضرت علیؓ نے کہا اور آپ ﷺ سنتے رہے۔ پھر آپ سے فرمایا کہ اے علیؓ یہ ہے تلقین ذکر اللہ کی۔ پھر آپ پابندی شریعت و طریقت میں مصروف رہے۔ حتیٰ کہ آپ ولایت کے اس مرتبہ پر پہنچے کہ اس سے آگے بڑا مرتبہ ولایت کا کوئی نہیں تھا۔ جنگ تبوک کے سوا آپ سب جنگوں میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ رہے۔ قلعہ خیبر آپ نے فتح کیا۔ آپ 19 ذوالحجہ 35 ہجری کو شنبہ کے دن مسند خلافت پر بیٹھے۔ سب صحابہ نے آپ سے باضابطہ بیعت کی۔ جمادی الآخر 36 ہجری میں بصرہ میں جنگ جمل واقع ہوئی۔ تیرہ ہزار آدمی شہید ہوئے آپ بصرہ میں 15 روز رہ کر کوفہ تشریف لے گئے۔ حضرت معاویہؓ نے اہل شام کو لے کر چڑھائی کی ماہ صفر 37 ہجری میں حضرت معاویہؓ سے آپ نے صفین میں صف آرائی کی کئی روز تک جنگ کے بعد حضرت معاویہؓ کے ساتھیوں نے ازراہ فریب قرآن مجید بلند کر لئے آپ کوفہ میں آ گئے اور حضرت معاویہؓ شام کو چلے گئے۔ پھر خوارج نے چڑھائی کی نہروان میں حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کی طرف سے مقابلہ کیا کچھ لوگ مطیع ہو گئے اور کچھ لوگ بھاگ گئے اور مسافروں کو لوٹنے لگے۔ 38 ہجری میں آپ نے انہیں بھی جا کر قتل کر دیا۔ اسی سال شعبان کے مہینہ میں موسیٰ الاشوی نے آپ کو معزول کر دیا۔ حضرت عمر بن العاصؓ نے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ مقرر کر کے اس کی بیعت کر لی۔ اس پر سخت اختلاف پیدا ہوا۔

لوگوں نے آپ کو بدستور خلیفہ قائم رکھا اور حضرت معاویہؓ کی خلافت کو تسلیم نہ کیا۔ ادھر عبدالرحمٰن ابن ملجم المرادی اور برک بن عبداللہ التیمی اور عمرو بن بکیر التیمی نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حضرت علی بن ابوطالبؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن العاصؓ کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان تمام تنازعات سے چھٹکارا کرادیں۔ چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو برک نے حضرت معاویہ کو عمر بن بکیر نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنا اپنے اپنے ذمہ لیا۔ قرارداد پاس ہوئی کہ 17 رمضان 40 ہجری کی رات کو تینوں قتل کر دیئے جائیں۔ چنانچہ ان تینوں بدبختوں نے ان شہروں کی راہ لی جہاں پر ان کے مقتول موجود تھے۔ ابن ملجم نے کوفہ پہنچ کر 17 رمضان 40 ہجری جمعہ کی صبح کو جب کہ آپ نماز کے لئے لوگوں کو پکارتے ہوئے مسجد کو جا رہے تھے، آپ پر ایسی تلوار چلائی کہ چہرہ مبارک کن پٹی تک کٹ گیا اور لوگ ہر طرف سے ابن ملجم ملعون پر ٹوٹ پڑے اور اسے گرفتار کر لیا۔ پھر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور ٹوکرے میں رکھ کر جلا دیا۔ لعنت خدا کی اس پر جس نے علی مرتضیٰؓ کو تلوار سے قتل کیا۔ آپ جمعہ کو حالت زخم میں زندہ رہے۔ شنبہ کے دن جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت امام حسنؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو دارالامارت کوفہ میں پوشیدہ طور پر دفن کر دیا پھر جسد مبارک کا دارالامارت کوفہ سے وادی دارالسلام یعنی نجف اشرف میں منتقل کر دیا۔ آپ سے پہلے اور کوئی ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل نہیں کیا گیا تھا۔ آپ نے 4 سال 8 ماہ 29 یوم خلافت کی۔

آپ کی ازواج

۱۔ فاطمۃ الزہرا بنت محمد رسول ﷺ
۲۔ ام البنین بنت حزام الکلابیہ
۳۔ لیلیٰ بن مسعود
۴۔ اسماء بنت عمیس خشمیہ
۵۔ امامہ بنت ابی العاص
۶۔ خولہ بنت ایاس بن جعفر
۷۔ صہبا بنت عباد بن ربیعہ
۸۔ امامہ بنت زینب
۹۔ ام مسعود یعنی ام سعید بنت عروہ بن مسعود
۱۰۔ ام حبیبہ بنت امراء القیس
۱۱۔ بی بی ام حبیبہ بنت ربیعہ
۱۲۔ جماعہ بنت المسیب

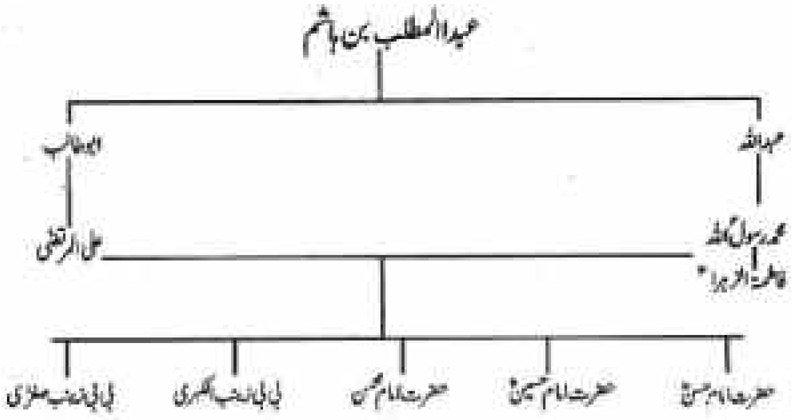
عبدالمطلب بن ہاشم
ابوطالب
عبداللہ
علی المرتضیٰ
محمد رسول اللہ
فاطمۃ الزہرا
بی بی زینب صغریٰ
بی بی زینب الکبریٰ
حضرت امام محسن
حضرت امام حسینؓ
حضرت امام حسنؓ

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی کل اولاد

بیٹے 26:

امام حسنؓ	امام حسینؓ	امام محسنؓ
ابی القاسم محمد اکبرؓ	عمرؓ	جعفرؓ
عباس معروف ماہ بنی قاسمؓ	عبداللہؓ	عثمان اکبرؓ
محمد اصغر معروف ابوبکرؓ	عبداللہ الاصغرؓ	محمد الاوسطؓ
محمد اصغرؓ	یحییٰؓ	عونؓ
علی اصغرؓ	عباس الاوسطؓ	اکبرؓ
عمران الاصغرؓ	صالحؓ	عثمان الاصغرؓ
زیدؓ	عباس الاصغرؓ	جعفر الاوسطؓ
جعفر الاکبرؓ		

بیٹیاں 17:

ام ہانی	میمونہ	زینب صغریٰ
رملہ صغریٰ	ام کلثوم صغریٰ	فاطمہ
رقیہ	امامہ	خدیجہ
ام الکرام	ام سلمیٰ	ام جعفر
جمانہ	نفیسہ	ام الحسن
رملہ الکبریٰ	حارثہ	

حضرت سیّدنا امام حسنؓ

آپ 15 رمضان المبارک 3 ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت جبرائیل بحکم خداوند کریم آئے اور فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے اس فرزند کا نام حسن رکھیں اللہ تعالیٰ نے یہ نام پوشیدہ رکھا تھا کہ آپ ﷺ ہی اس فرزند کا نام رکھیں۔ ایام جاہلیت میں یہ نام کسی شخص کا نہ تھا پس آپ کا اسم مبارک حسن ہی رکھا۔ آپ کا دوسرا نام شبر تھا۔ آپ کی کنیت ابو محمد لقب مجتبیٰ ہے۔ آنحضرت ﷺ آپ کو بہت چاہتے تھے آپ ﷺ کی دعا کہ باری تعالیٰ میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور جو اسے دوست رکھے اُسے بھی تو دوست رکھ۔ ایک دن آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز تھے اور حضرت امام حسنؓ کو گود میں لئے ہوئے تھے اور کہا بے شک یہ میرا بیٹا سید ہے۔ عنقریب یہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائیگا۔ آپ بہت زاہد، حلیم، صاحب وقار و حشمت اور اعلیٰ درجہ کے سخی تھے۔ فتنہ و خونریزی سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ بیشتر گھوڑوں کی موجودگی اور سواری کے باوجود آپ نے 25 حج پیادہ کئے۔ تین مرتبہ اپنا مال واسباب اللہ تعالیٰ کی راہ میں نصف اور دو مرتبہ سالم دیدیا۔ ایک بار ایک سائل نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اسے ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔ آپ نے کبھی کسی کو گالی نہ دی۔ فحش، غیبت، حسد اور تکبر سے سخت نفرت تھی۔ کسی پر لعنت و بددعا نہ کرتے ہر کام خدا کی خوشنودی کے لئے کرتے۔ خواہش نفسانی کو قید کیا ہوا تھا۔ خدا کی جانب سے جو مصیبت و تکلیف آتی صابر رہتے۔ کسی کی برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد 19 شوال 40 ہجری کو مسند خلافت پر بیٹھے۔ چالیس ہزار آدمیوں نے آپ کی بیعت کی۔ آپ کو معلوم تھا کہ خلافت ہمارے خاندان میں نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ رسول پاک ﷺ

نے فرمایا تھا کہ خلافت راشدہ میرے بعد 30 سال ہے۔ اب چونکہ 30 سال خلافت کے ہو چکے تھے لہذا آپ کو گوارا نہ ہوا کہ میں بادشاہ اور ظالم بنوں اور جنگ وجدل کے سلسلہ کو جاری رکھ کر مسلمانوں کے خون سے ندیاں بہادوں۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ بے شک یہ میرا بیٹا سید ہے۔ عنقریب مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائیگا۔ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی مذکورہ کو بھی ضرور پورا کرنا تھا۔ 3 ربیع الاول 41 ہجری کو بمقام کوفہ حضرت معاویہ کو خلافت دے دی اور کچھ شرائط لیں کہ آپ کے بعد خلافت ہمیں ملے گی۔ مدینہ وحجاز وعراق کے پاس جو کچھ حضرت علی مرتضیٰؓ کے وقت سے چلا آیا ہے۔ کچھ نہ لیا جائیگا۔ ہمارا کل قرض آپ ادا کریں گے۔ جبیر بن نفیل نے ایک دن آپ سے کہا کہ افواہ ہے کہ آپ پھر خلافت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب عرب کے آدمیوں کے سر میرے ہاتھ میں تھے جس سے چاہتا لڑا دیتا جسے چاہتا بچالیتا تو اس وقت میں نے محض خدا کی رضا کی خاطر خلافت چھوڑ دی۔ اب صرف اہل حجاز کو خوش کرنے کے لئے کیوں قبول کرونگا۔

آپ اس امت کے سب سے پہلے قطب ہیں ۔جس وقت حضرت امام حسنؓ نے خلافت ترک فرمائی اللہ تعالی نے بعوض اس خلافت آپ کو قطبیت عظمیٰ مرحمت فرمائی اور آپ کی اولاد کو قطبیت وسطی عطا فرمائی اور خاتمہ الاقطاب محمد مہدیؑ کو مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے امام حسنؓ کے بارے میں فرمایا کہ میرا بیٹا سیّد ہے اس کی پشت سے ایک شخص آئے گا جس کا نام آنحضرت ﷺ کے نام پر ہوگا۔ وہ ان سے خلق میں مشابہ مگر خلقت میں مشابہ نہ ہوگا۔ یہ مہدی منجانب والد حسنی اور منجانب والدہ حسینی ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے فاطمہؓ کو کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان اور جس نے مجھے نبی برحق کرکے مبعوث فرمایا۔

ان دونوں اماموں حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ سے اس امت کا ایک مہدی ہوگا۔ جبکہ دنیا میں جنگ وجدال اور فساد برپا ہوگا۔ نہ تو بڑا چھوٹے پر رحم کرے گا نہ چھوٹا بڑے کی

عزت کرے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ حضرت امام مہدیؑ کو بھیجے گا جو گمراہی کے قلعوں کو فتح کرے گا اور دلوں کے پردے اٹھا دے گا۔ وہ آخری زمانے میں لوگوں میں اس طرح ہوگا جس طرح میں اس زمانہ میں ہوں اور وہ ظلم سے بھرپور دنیا کو عدل سے بھر کر دے گا۔ اس کے ساتھ 360 مردان کاملین ہوں گے۔

حضرت امام حسنؓ نے اپنے والد سے خرقہ پہنا اور تمام عمر عبادت و ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ یزید بن معاویہ کے اغواء سے آپ کی بیوی مسماۃ جعدہ بنت اشعث نے آپ کو زہر دے دیا۔ چالیسویں روز 5 ربیع الاول 49 ہجری کو درجہ شہادت حاصل کر کے جوار رحمت الٰہی میں گوشہ گزیں ہوئے اور جنت البقیع میں والدہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حضرت سیّدنا امام محمد حسن المثنیٰ

آپ مدینہ منورہ میں حضرت بی بی خولہ بنت المنظور الفزاویہ کے بطن سے تولد ہوئے۔ آپ کا اسم مبارک محمد حسن اور المثنیٰ ونجل لقب ہے۔ لقب اس سے پڑا کہ آپ کے والد کا اسم بھی حسن تھا اور آپ کا اسم بھی حسن لہذا آپ کو حسن المثنیٰ کے اسم ولقب سے موسوم کیا گیا۔ مثنیٰ کے معنی ثانی ہیں۔ آپ نہایت متقی، عابد، زاہد تھے اور حلیم اتنے تھے کہ ان کے زمانہ میں ان جیسا کوئی نہ تھا۔ ولید بن عبدالملک بن مروان بن عبدالشمس بن عبدمناف بن امیہ بیت اللہ شریف کا حج کرتا ہوا مدینہ منورہ میں آیا اور ایک دن ایک مسجد شریف کے منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا۔ آپ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے اپنے جمال جہاں آراء کو آئینہ میں مشاہدہ فرمارہے تھے۔ آپ کے جمال باکمال پر اس کی نظر پڑی تو منبر سے اتر کر عمر بن عبدالعزیز کو جو کہ گورنر مدینہ تھا بلایا اور نہایت غصہ میں آکر کہا کہ تو نے اس کو اب تک یہاں کیوں چھوڑا ہے۔ اسے یہاں سے کیوں نہیں نکالا۔ میں نہیں چاہتا کہ پھر اسے دیکھوں۔ اس کا گھر قیمتاً لے کر مسجد میں داخل کردو۔ پس فوراً حکم کی تعمیل کی گئی۔ آپ کو گھر سے نکل جانے کو کہا مگر آپ باہر نکلنے سے انکاری ہوئے پھر گھر کو گرادینے کا حکم ولید نے دیا۔ بغیر اجازت آپ کا سامان گھر سے باہر نکالنے لگے اور گھر کو ویران کرنے لگے۔ دھمکیاں بھی دی گئیں اور کہا گیا کہ ایک ہزار دینار گھر کے بدلے میں لے لو مگر آپ نے لینے سے انکار کردیا۔ جب یہ یقین ہوگیا کہ اب ولید مدینہ میں نہیں رہنے دے گا۔ آپ اور اہل بیت کرام مدینہ سے باہر نکل گئے اور ایک جگہ سکونت اختیار کرلی مگر وہاں بھی آپ کا رہنا ولید کو اچھا نہ لگا۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی سلیمان بن عبدالملک کو آپ کو زہر دینے پر مقرر کیا تو اس نے آپ کو زہر پلادیا مگر آپ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے بچ گئے۔ سلیمان مذکور نے پھر ایک شخص کو کہا کہ وہ آپ کو زہر دے دے تو اس نے

زہر دیدیا آپ 97 ہجری کو شہادت نوش فرما گئے۔

جب ولید مرا تو اکثر اولیاء کرام نے خواب میں اسے عذاب میں مبتلا دیکھا۔ ایک دن اہل بیت نبوی سے کسی نے خواب میں بدتر حال میں دیکھا تو کہنے لگا کہ میں نے حسن بن امام حسنؓ بمع ان کی اولاد پر ظلم کیا اور گھر سے نکالا تھا اس وجہ سے مجھ پر عذاب خداوندی ہو رہا ہے لہذا میرا قصور معاف کرا دیجئے۔

آپ نے اپنے والد سے فیض حاصل کیا اور خرقہ پہنا۔ آپ اپنی زوجہ فاطمہ بنت امام حسینؓ کے ساتھ مدینہ میں رہ گئے تھے اس لئے آپ کربلا میں نہیں آئے۔

حضرت سیّدنا امام عبداللہ المحض والمجل
بن حضرت سیّدنا امام محمد حسن المثنیٰ

آپ مدینہ منورہ میں بی بی فاطمہ بنت امام حسینؓ بن حضرت علی مرتضیٰؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ نہایت متقی، عابد، زاہد، صالح، رحیم اور کثیر الکرامت تھے۔ بہت لوگ آپ سے مستفیض ہوئے۔ آپ نماز کمال خشوع و خضوع سے ادا کیا کرتے تھے۔ اکثر رات کا حصہ نوافل و تہجد میں گزارتے۔ لوگوں میں آپ کی نہایت تعظیم اور توقیر تھی۔ ابوالعباس سفاح عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم جو کہ 132 ہجری میں پہلے خلیفہ عباسیہ ہوئے اور 136 ہجری میں فوت ہوئے، محض اس وجہ سے کہ آپ نے اس سے اپنا حق طلب کیا ناراض ہو گیا وہ ابو مسلمہ حلال کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اولاد حضرت علی مرتضیٰؓ اور ہمارے درمیان فیصلہ دوبارہ خلافت کر دیجیے کیونکہ امام عبداللہ المحض والمجل بن حضرت امام حسن المثنیٰ نے مجھ سے اپنا حق خلافت مانگا ہے ممکن ہے کہ وہ غلبہ کرے اور فساد گرم ہو جائے سو پہلے ہی تم فیصلہ کر دو چنانچہ ابو مسلمہ حلال نے تین خط لکھے ایک خط امام جعفر صادق بن امام محمد باقر دوسرا خط آپ کے پاس اور تیسرا خط عمر بن حضرت علی مرتضیٰؓ کے پاس بھیجا۔ سب سے پہلے قاصد حضرت امام جعفر صادق کے پاس خط لے کر گیا۔ انہوں نے خط لے کر جلا دیا اور قاصد سے کہا کہ اس خط کا یہی جواب ہے۔ دوسرا قاصد عمر بن حضرت علی مرتضیٰؓ کے پاس خط لے کر گیا۔ انہوں نے بھی خط لے کر جلا دیا اور قاصد سے کہا کہ ہم کو امر خلافت میں تجربہ ہو چکا ہے کہ سب سے پہلے ہمارے والد حضرت علی مرتضیٰؓ بوجہ خلافت ہی شہید ہوئے پھر ہمارے بھائی حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ۔ ہمیں ان تجربوں کی وجہ سے خلافت کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ تو خصوصاً دھوکا معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس کا یہی جواب ہے۔ تیسرا خط آپ کے پاس پہنچا۔ آپ وہ خط لے کر امام جعفر

صادق کے پاس آئے۔ اس خط کا مضمون یہ تھا کہ منجانب ابومسلمہ حلال حضرت سیدنا امام عبداللہ المحض والمجل کو بعد سلام علیکم واضح ہو کہ میں چاہتا ہوں کہ خلافت تم کو دے دی جائے کیونکہ مستحق خلافت تم ہی ہو اور اس بارے میں خراسان کے شیعہ بھی مجھ سے متفق ہیں اور اسی غرض سے میں نے ان کو خراسان سے اپنے پاس بلالیا ہے۔ یہ خط ملتے ہی آ جاؤ امام جعفر نے خط کو پڑھا اور آپ کو منع کیا کہ تم ہرگز نہ جاؤ یہ دھوکا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے کہا کہ اس کے پاس خراسان سے شیعان علی بھی آ گئے ہیں اور وہ مجھے ہی زیادہ حق دار سمجھتا ہے۔ دھوکا معلوم نہیں ہوتا۔ امام جعفر صادق نے پھر آپ کو روکا مگر آپ نے امام جعفر صادق کا کہنا نہ مانا اور چلے گئے آپکو قید خانے میں قید کیا گیا اور 76 سال کی عمر میں وہیں فوت ہوئے۔ آپ کے فرزند ارجمند سید سلیمان کے فرزندوں میں سے ایک فرزند ابراہیم تھے جو کہ دیار بربر میں بڑے بادشاہ ہوئے اور آپ کی اولاد وہیں ہے۔

چونکہ والدہ ماجدہ حضرت سید امام عبداللہ المحض والمجل کی حضرت فاطمہ بنت امام حسینؓ ہیں گویا جانبین سے آپ محض سید اور کریم الطرفین ہیں۔ اس لئے آپ کا لقب محض اور لقب مجل اس لئے ہوا کہ آپ نہایت صاحب جلال تھے آپ کے حاسدین سے کوئی سکرات موت سے نہیں بچا۔

حضرت سیّدنا موسیٰ الجون
بن حضرت سیّدنا امام عبداللہ المحض والمجل

آپ حضرت بی بی سلمہ بنت محمد بن طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق کے بطن سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نہایت خوبصورت اور ثانی یوسف تھے۔ شریعت نبوی کے نہایت تابع تھے۔ عمر بھر رات دن مصروف عبادت رہے۔ نہایت ہمدرد اور قوم کے خیر خواہ۔ بہت خلیق، حلیم، رحیم تھے بیشتر خلق خدا کو فائدہ اور نفع پہنچایا۔ آپ سے کرامات حد سے زیادہ ظہور میں آئیں۔ آپ کو سعید حاجب پکڑ کر مدینہ منورہ سے معتز باللہ محمد عبداللہ بن متوکل بن معتصم بن ہارون رشید کے پاس جو کہ 253 ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا تھا اور 255 ہجری میں مارا گیا۔ جب یہ مقام زبالہ میں آپ کو لے کر مع آپ کے بیٹے سیّد ادریس کے پہنچا تو بنی فرازہ وغیرہ بہت سے عرب آپ کو چھڑانے کے لئے جمع ہو کر آئے مگر اس شقی کو ان کے آنے کی قبل از وقت خبر ہو گئی اور آپ کو جھٹ پٹ اس نے زہر دے دیا۔ بنی فرازہ وغیرہ عرب آپ کو چھڑا کر مقام سویقہ لے گئے مگر آپ جانبر نہ ہو سکے۔ 256 ہجری میں وہیں سویقہ میں شہادت نوش فرمائی۔

الجون کی وجہ یہ ہے کہ آپ گندم گون تھے اور الجون بمعنی سیاہی و سفیدی کے مستعمل ہے اس لئے آپ کا لقب الجون ہوا۔

حضرت سیّد عبداللہ صالح ثانیؒ

اسم مبارک: عبداللہ ثانی

کنیت: ابو یحیٰ

ولادت باسعادت: 14 رمضان المبارک 156ھ (مدینہ منورہ)

وصال شریف: ربیع الثانی 213ھ (بغداد شریف)

حضرت سیّدنا عبداللہ کا نام مبارک آپ کے دادا کے نام پر عبداللہ رکھا گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیّدنا امام باقرؒ کی دختر نیک اختر تھیں۔ جن کا اسم گرامی سیدہ طاہرہ رقیہ ثانیہؒ تھا۔ پونے چار سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھا تو پرہیزگاروں کے سردار، عابد، زاہد، ساجد، نانا سیّدنا امام باقر علیہ السلام نے نہایت شفقت سے پرورش فرمائی۔ آپ ہر رات دو نفلوں میں قرآن مجید مکمل پڑھا کرتے تھے۔ علامہ اسماعیل بن یوسف نبہانی روایت کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کی دوسری رات مجھے مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت سفید پوش آیا وضو فرما کر اس نے نفل پڑھنے شروع کر دیئے۔ پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد پندرہ پاروں کی تلاوت فرما کر رکوع میں گئے۔ بعد از سجدہ دوسری رکعت میں قیام میں پھر سورۃ الحمد شریف کے بعد آخری پندرہ پاروں کی تلاوت فرما کر رکوع و سجود کیا۔ سلام کے بعد ایک شخص آیا اس نے کہا بندہ خدا مجھے تمہاری قرأت خوش لہجہ سے خوب سرور ملتا ہے۔ کچھ قرآن اور پڑھئے۔ آپؒ نے سورۃ واقعہ کی تلاوت فرمائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آنے والا وہ شخص غائب ہو گیا۔ میں نے نزدیک جا کر دیکھا تو تلاوت فرمانے والا میرے چچازاد بھائی سیّد عبداللہ صالح ثانی بن موسیٰ الجون تھے۔ میں نے پوچھا کہ غائب ہونے والا شخص کون تھا۔ فرمانے لگے یہ (من الرجال الغیب) تھا۔

سوموار اور جمعۃ المبارک کے خطبات سے اہل بغداد کی کثیر تعداد مستفیض ہوتی۔ آپ

کی زوجہ سیّدہ بالہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں اور آپ کے بطن سے پانچ صاحبزادے تولد ہوئے۔ ان کے اسم گرامی یہ ہیں۔

(سیّد موسیٰ ابو عمر ثانیؒ، سیّد احمدؒ، سیّد یحییٰ۔ سیّد محمد ابو صالحؒ۔ سیّد سلیمانؒ)

آپ نے خرقہ خلافت اپنے والد محترم سے پہنا۔ ظاہری اور باطنی علوم بھی انہی سے حاصل کیے۔ آپؒ کو صالح کے لقب سے پکارا جاتا تھا اور آپؒ راضی بہ رضائے الٰہی رہتے۔ عباسی خلیفہ مامون رشید کی بڑی خواہش تھی کہ آپؒ کو اپنا ولی عہد مقرر کرے لیکن آپؒ کسی طرح بھی اس پر راضی نہ ہوئے۔ خلیفہ کے زیادہ اصرار پر آپؒ بغداد چھوڑ کر صحراؤں کو نکل گئے اور دشت بیاباں میں واصل باللہ ہوئے۔ آپؒ کی اولاد بخارا اور ترکمانستان میں بکثرت آباد ہے۔

حضرت سیّد موسیٰ ابو عمر ثانیؒ

اسم مبارک: موسیٰ ثانی

لقب: صالح

کنیت: ابو عمر

ولادت باسعادت: 4 محرم الحرام 193ھ (مدینہ منورہ)

وصال شریف: صفر المظفر 288ھ (مدینہ منورہ)

آپؒ کے دادا کا نام موسیٰ تھا۔ اس لئے آپ کو موسیٰ ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ 211ھ میں آپ کے والد مکرم نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ زہد و تقویٰ کے سخت پابند تھے۔ صالح کریم النفس ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خلیق تھے۔ غرباء، مستحقین اور مساکین کو کھانا کھلانا آپ کا شعار تھا۔ آپ کی کرامتوں کا ظہور دیکھ کر چاروں اطراف سے نسل آدم فیض یاب ہونے کے لیے دوڑی آتی تھی۔ لوگ جو نذرانے پیش کرتے قبول فرما کر ایک طرف رکھوا دیتے۔ جامع مسجد جاتے ہوئے تمام تحائف ساتھ لے جاتے۔ راستہ میں مستحقین میں تقسیم فرما کر اللہ کا شکر ادا کرتے۔ نماز کے بعد منبر پر رونق افروز ہو کر پند و نصائح سے بھرپور وعظ فرماتے۔ کئی غیر مسلم اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ بہت سے فاسق، فاجر، سود خور اور دوسرے بداعمال تائب ہوئے۔ آپ کی دو شادیاں ہوئیں جن میں سے 10 لڑکے اور 5 لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لیکن سلسلہ نسب آپ کے صاحبزادے سیّدنا داؤدؒ ابو بکر سے جاری ہوا۔ آپ کا مزار پر انوار مدینہ طیبہ میں ہے۔

آپؒ نے دو شادیاں کیں ایک سیّدہ زینب بنت سیّد ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم۔ دوسری بی بی محبوبہ بنت مزاحم۔

پہلی بیوی کے بطن سے سیّد داؤد ابو بکر امجد (ابو محمد کنیت) سیّد عبداللہ۔ سیّد ادریس۔ سیّد صالح۔ سیّد علی۔ سیّد یحییٰ اور تین دختران سیّدہ فاطمہ، سیّدہ میمونہ اور سیّدہ ریحانہ تولد ہوئیں۔

دوسری زوجہ محترمہ کے بطن سے سیّد محمد اکبر، سیّد محمد سائیر اور دو دختران سیّدہ آمنہؒ اور سیّدہ امامہ تولد ہوئیں۔ سیّدہ فاطمہؒ، سیّد حبیب اللہ بن سیّد عبدالوہاب بن سیّد سلیمان کے نکاح میں

آ ئیں۔ سیّدہ آمنہ کم سنی ہی میں فوت ہو گئیں اور سیّدہ امامہ سیّد ابراہیم بن یحییٰ بن سیّد ناناصر الدین بن حسن بن سیّد امجد المعالی بن سیّد عبداللہ الحمش کے نکاح میں آ ئیں۔

بعض لوگوں نے حضرت سیّد داؤد ابو بکر کو سیّدہ محبوبہ کے بطن سے لکھا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ سیّد داؤد ابو بکر کی پیدائش کے ساتویں روز ان کی والدہ انتقال فرما گئیں تو ان کو سیّدہ محبوبہ نے اپنا دودھ پلا کر ان کی پرورش کی۔ اس لئے لوگوں کو مغالطہ لگا۔

آل نزار، آل یحییٰ اور آل عطیہ آپ کی نسل ہے۔

حضرت سیّد داؤد ابو بکرؒ

اسم مبارک: داؤد

ولادت باسعادت: 11 شعبان المعظم 245ھ

وصال شریف: 12 شعبان المعظم 321ھ (مکہ مکرمہ)

آپؒ کی والدہ محترمہ حضرت سیّد امام موسیٰ کاظم کی پوتی تھیں۔ جن کا اسم گرامی سیّدہ طاہرہ زینب تھا۔ نماز بڑے اہتمام اور نہایت خشوع وخضوع سے ادا فرماتے۔ شب بیداری آپ کا شعار تھا۔ ساری رات نماز اور ذکر واذکار میں گزارتے۔ کوئی سانس بھی یادالٰہی سے خالی نہ نکلتا۔ خشیت الٰہی سے ہر وقت لرزتے رہتے۔ اکثر رقت طاری رہتی۔ باوجود یادالٰہی اور شب بیداری کے مخلوق خدا کو مسلسل فیض بہم پہنچاتے۔ اپنے گھر والوں کو، متوسلین کو اور وعظ کی مجالس میں حاضر ہونے والوں کو لحہ بہ لحہ یہ آیت جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے کہ (اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچاؤ) سناتے۔ عبادت اور ذکر الٰہی کی تلقین فرماتے۔ خود کو ہر کسی سے کم تر سمجھتے۔ جہاں خود تشریف فرما ہوتے دوسروں کو برابر بٹھاتے۔ جو خود کھاتے دوسروں کو بھی وہی کھلاتے۔ اپنے جیسا لباس اوروں کے لیے پسند فرماتے تھے۔ کوئی سائل کبھی خالی ہاتھ نہ جاتا۔ غرباء، مساکین اور مستحقین کی امداد فرماتے اور دوسروں کو بھی خدمت خلق کی ترغیب دیتے۔ ایک دفعہ آپ مسجد میں تشریف لائے تو لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے آپ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ مالک الملک کا گھر ہے۔ یہاں سب برابر ہیں۔ یہاں اللہ کے سوا کسی کی تعظیم جائز نہیں اور زاروقطار رونے لگے۔ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آپ نے دو شادیاں کیں جن میں سے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

آپ کی ایک زوجہ محترمہ سیّدہ میمونہ بنت حضرت عباس بن سیّد اسحاق بن امام سیّد موسیٰ کاظم تھیں۔ دوسری عائشہ بنت امام سیّد علی موسیٰ رضاؑ تھیں۔ پہلی زوجہ کے بطن سے ایک صاحبزادے سیّد احمد اور دو صاحبزادیاں سیّدہ رقیہ معروف بہ سیّدہ کلثوم اور سیّدہ خدیجہ معروف بہ

زینب تولد ہوئیں۔ دوسری زوجہ کے بطن سے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی سیّدہ صغریٰ فاطمہ تولد ہوئیں جو بچپن ہی میں فوت ہو گئیں۔ آپ کے پانچ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔

سیّد محمد شمس الدین، سیّد عبدالرحمٰن، سیّد عبداللہ، سیّد ادریس، سیّد احمد۔ آپ نے خرقہ خلافت اپنے والد محترم سے حاصل کیا۔ لیکن دوسرے شیوخ کے حضور بھی حاضری دے کر فیض صحبت حاصل کیا۔

آپ اکثر فرمایا کرتے، اے صاحب حیثیت مسلمانو! اپنے غریب مسلمان بھائی کی مدد کیا کرو، کھانے کے لیے خوراک اور پہننے کو لباس فراہم کیا کرو۔ یتیموں، غریبوں اور بیواؤں کی امداد سے دریغ نہ کرو۔ اللہ کریم نے تمہارے مال میں ان کا بھی حصہ شامل فرمایا ہے۔

حضرت ابوالقاسم سیّد محمد شمس الدینؒ

اسم مبارک: محمد
لقب: شمس الدین
کنیت: ابوالقاسم
ولادت باسعادت: 12 رمضان المبارک 299ھ مدینہ منورہ
وصال شریف: 17 ربیع الاول 1415ھ مدینہ منورہ

آپؒ صاحب تقویٰ، شب بیدار اور ساجدین میں سے تھے۔ جب گفتگو فرماتے تو ہر سننے والا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ کے صاحبزادے سیّد یحییٰ زاہد بیان فرماتے ہیں کہ اگر کسی شب آپ کی آنکھ لگ جاتی تو تہجد کے وقت یہ آواز سنتے اے ابوالقاسم نماز نیند سے بہتر ہے۔ آپ نے اپنے والد سے پوچھا کہ آواز دینے والا نظر نہیں آتا۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کی ڈیوٹی لگا دی ہے کہ وہ تجھے جگائے۔ کچھ یہودی حاضر ہوئے تو حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہہ کر پوچھا کہ کیا حضرت عزیرؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے نہ اس کی ماں نہ باپ، نہ بیوی، نہ بیٹا، نہ بیٹی وہ وحدہ لاشریک ہے۔ وہ حضرت ہارونؑ کے بیٹے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا تھا۔

جس طرح عام انسان ماں باپ کے میلان سے پیدا ہوتا ہے ایسے ہی آپؑ پیدا ہوئے۔ ایک سو سال مردہ رہ کر دوبارہ زندہ کیے گئے۔ آپ کے گدھے کی ہڈیوں کو اکٹھا کیا گیا جو کہ خاک ہو چکی تھیں۔ گدھا بھی زندہ ہو گیا۔ آپؑ اس پر سوار ہو کر دوبارہ اپنی امت میں تشریف لا کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پرچار فرمانے لگے اور چالیس سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ یہودی آپ کے دلائل اور حسن اخلاق سے اس قدر متاثر ہوئے کہ یہودیت سے تائب ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

آپ توحید کا بہت پرچار کیا کرتے۔ فرماتے اللہ ایک ہے اس کی اکیلی بادشاہت کو ہر جاندار اور بے جان چیز نے تسلیم کر کے اس کی وحدانیت کا کلمہ پڑھا ہے۔ وہ نہ ماں رکھتا ہے نہ باپ، کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی یکتائی کی گواہی دے رہا ہے۔ اس کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی۔ اگر ایسا ہوتا تو پدر سے وراثت پاتا اور ہمیں دکھائی دیتا۔ بتاؤ کس انسان کو اللہ نے وراثت منتقل کی ہے۔

جن کو بعض لوگ خدا کا بیٹا یا بیٹی پکارتے ہیں ان کی وراثت کہاں ہے۔ کون سی چیز اللہ کے ورثہ سے انہیں ملی ہے؟ بیٹے میں اوصاف پدری لازمی طور پر پائے جاتے ہیں۔ موچی، جولاہا، ترکھان اور لوہار کے بیٹوں میں باپ کے اوصاف لازماً پائے جاتے ہیں۔ اللہ نے زمین و آسمان، چاند سورج اور پوری کائنات کو پیدا فرمایا ہے۔ کون سے انسان نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ، حضرت مریمؑ یا حضرت عزیزؑ جنہیں کچھ ناسمجھ لوگ خدا کا بیٹا یا بیٹی کہتے ہیں۔ بتایئے انہوں نے کون سی کائنات کو تخلیق کیا ہے؟

آپؒ نے دو شادیاں کیں ایک سیّدہ معصومہ بنت سیّد عبداللہ قاسم بن سیّد محمد بن سیّد اسحاق بن سیّد امام موسیٰ کاظم سے دوسری زوجہ محترمہ سیّدہ مبارکہ تھیں جو بنی اعمام کے سیّد حمزہ کی دختر نیک اختر تھیں۔

آپؒ کے چار بیٹے تھے۔ سیّد یحییٰ زاہد۔ سیّد موسیٰ۔ سیّد صالح اور سیّد ابراہیم۔

جناب سیّد یحییٰ زاہد کے علاوہ باقی تینوں صاحبزادوں کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ آپؒ کی ایک بیٹی کا نام سیّدہ کنیز فاطمہ تھا لیکن وہ سعیدہ کے نام سے زیادہ معروف تھیں۔

حضرت سیّد یحییٰ زاہدؒ

اسم مبارک: یحییٰ
لقب: زاہد
ولادت باسعادت: 17 شعبان المعظم 340ھ مدائن
وصال شریف: 24 رمضان المبارک 430ھ بغداد شریف

آپ بچپن ہی سے عام بچوں سے امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ عہد طفلی میں ہی کرامات کا ظہور ہونا شروع ہو گیا تھا۔ چھ سال کی عمر میں آپؒ کے والد معظم نے حصول تعلیم کے لیے درس میں داخل کرایا۔ معلم کے سبق پڑھانے سے پہلے ہی آپ اگلا سبق پڑھ لیتے۔ استاد کو بہت حیرت ہوتی۔ ایک دن معلم نے اپنی حیرانگی کا اظہار کیا تو آپؒ نے جواب میں فرمایا آپ معلم ہیں میں متعلم ہوں۔ حضرت ابن جریجؒ نے تو ماں کے پیٹ میں ہی باتیں کرنی شروع کر دی تھیں۔ میں تو چھ برس کا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے آپ اتنے حیران کیوں ہیں۔ تسمیہ کے بعد اللہ کے فضل والی آیت تلاوت فرمائی۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ لوگوں نے جب آپ کی زبان اطہر سے یہ کلام ربی سنا تو اس دن سے سب نے آپؒ کو عارف باللہ کے خطاب سے پکارنا شروع کر دیا۔ جس عرصہ سے نماز فرض ہو جاتی ہے اس روز سے کبھی بھی نماز ترک نہیں کی۔ بلکہ ہر نماز سے پہلے تازہ وضو فرما کر نماز باجماعت ادا فرماتے۔ سخت بیماری کے ایام میں بھی آپؒ نوافل گھر میں، فرض نماز ہمیشہ باجماعت مسجد میں ادا فرماتے۔

آپؒ کو 370ھ میں خرقہ خلافت آپ کے والد نے عطا فرمایا۔ آپ نہایت ہی بردبار، مہمان نواز، سخی، خوش طبع، متقی اور علم و حکمت کے سمندر سے بے کنار تھے۔ آپؒ نے دو شادیاں سیّدہ رضیہ بی بی اور سیّدہ نور العین سے کیں اور آپ کی اولاد پاک میں چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔ جو ایام طفولیت ہی میں رحلت فرما گئی تھیں۔ صاحبزادوں کے اسم گرامی یہ ہیں۔ سیّد عبداللہ ثالث۔ سیّد حسن، سیّد حسین، سیّد علی۔ سیّدہ رضیہ بی بی کی واحد اولاد ہیں۔

آپؒ نے بارہا اپنے والد گرامی کے گرد ایک عظیم گروہ دیکھا جو کہ سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ العلی العظیم۔ اللہ الصمد۔ اللہ الصمد۔ اللہ الصمد کے ورد میں مشغول رہتا۔ آپؒ نے پدر گرامی سے اس گروہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ اللہ کے بندے ہیں ارواح اکابر

اولیا اللہ ہیں صلحا کی روحیں ہیں پھر فرمایا اے بیٹے کثرت عبادات سے اتفاقاً ایسے درجے عطا ہوتے ہیں پس اللہ کی عبادت کثرت سے کیا کرو۔ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے حتی المقدور کوشش کرو۔ پھر تین بار اپنا دست شفقت اپنے لخت جگر کی پشت پر پھیرا تو سید یحییٰ زاہدؒ نے دیکھا کہ ایک نور سائبان کی طرح ان پر چھا گیا اور غیب سے ندا آئی۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

حضرت سیّد عبداللہ ثالثؒ

اسم مبارک: عبداللہ

ولادت باسعادت: 13 رمضان المبارک 365ھ جیلان

وصال شریف: ربیع الاول 473ھ جیلان

حضرت سیّد عبداللہ ثالث نے اپنے والد مکرم سیّد یحییٰ زاہد کے دست حق پر بیعت فرمائی اور سلوک کی منازل طے کر کے 387ھ میں خرقہ خلافت زیب تن فرمایا۔ آپؒ کے والد مکرم نے آپؒ کی شادی سادات حسنیہ کے ایک بزرگ سیّدنا عبداللہؒ کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ سے کر دی۔ بہجۃ البقا میں ہے کہ سیّدہ فاطمہ کے بطن پاک سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ جن میں حضرت سیّد ابو صالح موسیٰ جنگی دوستؒ والد مکرم غوث الثقلینؒ اور دوسرے غوث پاکؒ کے چچا محترم سیّد عبدالوہابؒ تھے۔ تین بیٹے دوسری زوجہ محترمہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ نو سال کی عمر میں ہی آپؒ نے درس تفسیر القرآن میں شمولیت فرمائی۔ معلم نے جب سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیت شریف جس کا ترجمہ یوں ہے کہ ''یہ متقین کے لیے ہدایت ہے'' کی تفسیر بیان کی تو آپ نے پوچھا استاد مکرم متقین کو اللہ تعالیٰ سے کیا انعام اور مقام ملے گا۔ جواب ملا کہ متقی رضائے الٰہی کی سند لے کر جنت میں داخل ہوں گے اور جنت کی لذتوں سے ابدی راحت پا کر فنا فی اللہ کے مقام پر ہوں گے۔ اسی وقت آپ پر رقت طاری ہو گئی فرمانے لگے کہ افسوس مخلوق ان رحمتوں کا علم رکھتے ہوئے بھی تقویٰ اختیار نہیں کرتی۔

آپ متقی، پرہیزگار، عابد، زاہد، خلیق، سخی اور صاحب کرامات تھے۔ آپ کی مجالس وعظ میں ہزاروں انسان شامل ہوتے جن میں ہر مذہب وملت کے لوگوں کے علاوہ علماء، عرفاء اور اولیائے وقت کثیر تعداد میں ہوتے۔ آپ ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

آپؒ نے دو شادیاں کیں۔ ایک زوجہ محترمہ سیّدہ فاطمہ بنت سیّد عبداللہ بن سیّد علی اصغر بن سیّد جعفر ثانی سیّد امام علی نقی تھیں۔ دوسری زوجہ کا نام سیّدہ رحمت بی بی تھا ان کے کوائف اس سے زیادہ تاریخ کی کتابوں میں درج نہیں۔ آپ کے پانچ بیٹے ہوئے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: سیّد ابوصالح موسیٰ، سیّد طیب، سیّد جعفر، سیّد محمود، سیّد عثمان۔

حضرت سیّد ابو صالح موسیٰ کے علاوہ کسی سے اولاد نہیں ہوئی۔ آپؒ سے بکثرت

حضرت ابو صالح سیّد موسیٰ جنگی دوست ؒ

آپؒ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ کے والد محترم ہیں۔ آپؒ کا اسم گرامی سیّد موسیٰؒ کنیت ابو صالح اور لقب جنگی دوست تھا۔ آپؒ گیلان شریف کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔

لقب کی وجہ:

آپؒ کا لقب جنگی دوست اس لئے تھا کہ آپؒ خالصتاً للہ نفس کشی اور ریاضت شرعی میں فرد واحد تھے۔ نیکی کے کاموں کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے مرد دلیر تھے۔ اس معاملہ میں اپنی جان تک کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔

حضرت سیّد موسیٰ جنگی دوستؒ جوانی میں علم دین کے لیے گرمیوں کی ایک دوپہر کو ایک اجاڑ، ویران، سنسان اور بیابان مقام پر محو سفر ہوئے۔ شدید بھوک اور پیاس اپنے پورے عروج پر تھی، یہ ایک ایسا مقام تھا جہاں نہ تو کوئی شجر سایہ دار تھا اور نہ پانی کی کوئی سبیل دور دور تک تھی۔ آپ تیز تیز قدم اٹھا رہے تھے کہ شاید کہیں تو آرام و سکون کے چند سانس لینے کے لیے کوئی مناسب جگہ میسر آ جائے، اتر ائی کا آغاز قریب تھا یہاں پہنچ کر آپ نے چند لمحے رک کر ادھر ادھر دیکھا تو آپ کو کہیں دور درختوں کے کچھ سائے دکھائی دیے۔ وہ مقام اتنا نزدیک بھی نہیں تھا وہ کم سے کم دو کوس کا فاصلہ ہوگا۔ اس سہارے سفر جاری رکھا۔ آخر خدا خدا کر کے وہ مقام آ ہی گیا۔ اس جگہ چند سایہ دار درخت ضرور تھے مگر بدقسمتی سے وہ ثمر دار نہ تھے البتہ سب سے زیادہ خوش آئند بات یہ تھی کہ ان درختوں کے درمیان صاف ستھرے پانی کا ایک نالہ بہہ رہا تھا۔ حضرت موسیٰؒ نے نالے کے ٹھنڈے اور شیریں پانی سے خوب پیاس بجھائی اور پھر نماز ظہر ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ خالی پیٹ میں پانی نے آنتوں کو بے کل کر دیا تھا مگر حضرت موسیٰؒ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں رکوع، قیام اور سجود ادا کر رہے تھے، اگرچہ وہ بھوک سے بیتاب تھے مگر ادائیگی صلوٰۃ کے بعد تھکن ان کی بھوک پر غالب آ گئی اور وہ ایک درخت کے ٹھنڈے سائے میں سو گئے۔ کم و بیش دو گھنٹے تک وہ بے غل و غش عالم خواب میں رہے ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ سورج آہستہ آہستہ اپنی تیزی و طراری کھوتا چلا جا رہا ہے اور دھوپ بالکل زرد ہو چکی ہے گویا عصر کا وقت ختم ہونے میں بہت کم وقفہ تھا وہ ہڑبڑا کر اٹھے، جلدی جلدی

حضرت ابو صالح سیّد موسیٰ جنگی دوستؒ

آپؒ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ کے والد محترم ہیں۔ آپؒ کا اسم گرامی سیّد موسیٰؒ کنیت ابو صالح اور لقب جنگی دوست تھا۔ آپؒ گیلان شریف کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔

لقب کی وجہ:

آپؒ کا لقب جنگی دوست اس لئے تھا کہ آپؒ خالصتاً للہ نفس کشی اور ریاضت شرعی میں فرد واحد تھے۔ نیکی کے کاموں کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے مرد دلیر تھے۔ اس معاملہ میں اپنی جان تک کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔

حضرت سیّد موسیٰ جنگی دوستؒ جوانی میں علم دین کے لیے گرمیوں کی ایک دوپہر کو ایک اجاڑ، ویران، سنسان اور بیابان مقام پر محو سفر ہوئے۔ شدید بھوک اور پیاس اپنے پورے عروج پر تھی، یہ ایک ایسا مقام تھا جہاں نہ تو کوئی شجر سایہ دار تھا اور نہ پانی کی کوئی سبیل دور دور تھی۔ آپ تیز تیز قدم اٹھا رہے تھے کہ شاید کہیں تو آرام وسکون کے چند سانس لینے کے لیے کوئی مناسب جگہ میسر آ جائے، اتنے میں ظہر کا آغاز قریب تھا یہاں پہنچ کر آپ نے چند لمحے رک کر ادھر ادھر دیکھا تو آپ کو کہیں دور درختوں کے کچھ سائے دکھائی دیے۔ وہ مقام اتنا نزدیک بھی نہیں تھا وہ کم سے کم دو کوس کا فاصلہ ہوگا۔ اس سہارے سفر جاری رکھا۔ آخر خدا خدا کر کے وہ مقام آ ہی گیا۔ اس جگہ چند سایہ دار درخت ضرور تھے مگر بدقسمتی سے وہ ثمر دار نہ تھے البتہ سب سے زیادہ خوش آئند بات یہ تھی کہ ان درختوں کے درمیان صاف ستھرے پانی کا ایک نالہ بہہ رہا تھا۔ حضرت موسیٰؒ نے نالے کے ٹھنڈے اور شیریں پانی سے خوب پیاس بجھائی اور پھر نماز ظہر ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ خالی پیٹ میں پانی نے آنتوں کو بے کل کر دیا تھا مگر حضرت موسیٰؒ نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں رکوع، قیام اور سجود ادا کر رہے تھے، اگرچہ وہ بھوک سے بیتاب تھے مگر ادائیگی صلوٰۃ کے بعد تھکن ان کی بھوک پر غالب آ گئی اور وہ ایک درخت کے ٹھنڈے سائے میں سو گئے۔ کم وبیش دو گھنٹے تک وہ بے غل وغش عالم خواب میں رہے ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ سورج آہستہ آہستہ اپنی تیزی وطراری کھوتا چلا جا رہا ہے اور دھوپ بالکل زرد ہو چکی ہے گویا عصر کا وقت ختم ہونے میں بہت کم وقت تھا وہ ہڑبڑا کر اٹھے، جلدی جلدی

وضو کیا اور ایک بار پھر رب کے حضور حاضر ہوگئے۔ وہ نماز قضا کرنے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے اور پھر نمازِ عصر کہ جس کے لیے حضور اکرم ﷺ نے خاص طور پر تاکید فرمائی ہے۔ آپ نے ادائیگی نماز کے بعد ایک طویل دعا مانگی اور ایک بار پھر درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ ابھی مغرب میں کچھ دیر باقی تھی اگرچہ سورج کی چبھتی ہوئی کرنوں میں تیزی باقی نہ تھی دھوپ ڈھل چکی تھی اور لو کے تھپیڑوں کی جگہ سست ہوا نے لے لی تھی مگر تپش اب بھی بڑی حد تک برقرار تھی۔ حضرت موسیٰ خلا میں نظریں جمائے یونہی ادھر اُدھر کا جائزہ لے رہے تھے کہ نالے میں ایک گول گول سی شے بہتی ہوئی آئی اور کنارے لگ کر لڑکھنے لگی۔ حضرت موسیٰ نے قریب جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ ایک سیب تھا۔ تازہ، سرخ اور زرد، چمکدار۔ حضرت موسیٰ نے نہایت بے تابی کے ساتھ سیب اٹھا لیا اور بڑی محویت اور دلچسپی کے ساتھ اسے دیکھنے لگے۔ انھیں دو یوم کے بعد کچھ کھانے کو مل رہا تھا، انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سیب کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا اور اسے کھانا شروع کر دیا۔

اگرچہ سیب کھا کر بھی حضرت موسیٰ کی بھوک میں کوئی خاص کمی تو نہیں آئی مگر بڑی حد تک سہارا ضرور مل گیا۔ اب نمازِ مغرب کا وقت آ چکا تھا اس لیے حضرت موسیٰ نے آئندہ کا لائحہ عمل بنانے سے قبل نماز ادا کی بعد ازاں آپ نے پہلے تو یہ سوچا کہ نمازِ عشاء بھی یہیں ادا کی جائے اور پھر شب گزار کر سفر کا اگلا مرحلہ طے کیا جائے۔ مگر آپ کو پھر یہ خیال آیا کہ سیب کا اس طرح نالے میں بہہ کر آ جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ پھلوں کا کوئی باغ قریب ہی واقع ہے۔ اس باغ میں کوئی انسان تو مل جائے گا یا پھر باغ سے متصل اس کے قرب و جوار میں کوئی چھوٹی بڑی آبادی تو ہو سکتی ہے اس لیے بہتر ہے کہ نمازِ مغرب کے بعد ہمت کرتے ہوئے نالے کے ساتھ ساتھ سفر کیا جائے آخر چلتے چلتے کہیں تو باغ یا بستی کا سراغ مل جائے گا۔ باوضو تو وہ تھے ہی لہٰذا مضبوط ارادہ بنا کر ذکرِ الٰہی کرتے اور درود شریف پڑھتے ہوئے وہ نالے کے کنارے کنارے چلنے لگے۔ حسنِ اتفاق سے چودھویں کی شب تھی اور ہر طرف قمر کی ٹھنڈی روشنی پھیل گئی تھی اس لئے وہ بے خوف چلتے جا رہے تھے۔

وہ کچھ ہی دور چلے تھے کہ اچانک ایک خیال بجلی کی تیزی کی مانند ان کے ذہن میں آیا وہ رکے اور کچھ سوچنے لگے، یہی وہ فکر تھی جس نے وسیلہ بن کر ایک معجزہ دکھایا۔ بات دراصل یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علمِ دین کے طالب، متقی، پرہیزگار اور نہایت دیانتدار نوجوان تھے۔ سیب

کھانے کو تو کھا لیا تھا مگر اب وہ یہ سوچ رہے تھے کہ میں نے نالے میں بہہ کر آنے والا سیب کھا کر کچھ اچھا نہیں کیا، میں نے بغیر اجازت کسی کے مال پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ سیب کھانے سے پہلے مجھے سیب کے مالک سے اجازت لینی چاہیے تھی۔ ایک شرعی عذر انہیں تسلی بھی دے رہا تھا وہ یہ کہ میں نے نہ تو یہ سیب چرایا اور نہ کسی سے چھینا حتیٰ کہ راستے پر کسی لاوارث درخت سے توڑا بھی نہیں مگر ان کا تقویٰ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی احتیاط اور پرہیز گاری کی طرح ان کے ذہن پر بوجھ بن گیا تھا۔

حضرت موسیٰؒ جلد از جلد اس بوجھ سے نجات حاصل کرنے کے خواہش مند تھے۔ وہ کچھ لمحے تو وہاں کھڑے سوچتے رہے اور پھر ایک نئے عزم اور ارادے کے ساتھ چل پڑے۔ آپؒ کو کچھ دور روشنی دکھائی دی جو کسی آبادی کی نشاندہی کر رہی تھی۔ آپ ایک ایسے سرسبز و شاداب مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں ہر طرف گھنے درخت، رات کی تاریکی میں لپٹے ہوئے تھے۔ چند گھروں پر مشتمل ایک چھوٹی سی بستی بھی دکھائی دی۔ جہاں ہر مکان دوسرے مکان سے کافی فاصلے پر واقع تھا۔ آبادی سے متصل ایک وسیع و عریض باغ بھی تھا۔ باغ میں روشنی ہونے کی وجہ سے لگتا تھا کہ باغ کے اندر مالی یا باغبان کا بسیرا ہے۔ جس کے دریچوں سے روشنی کی کرنیں باہر آ رہی تھیں اور پھر یہ دیکھ کر کہ باغ کے اندر سے ایک نالہ نکل کر باہر کی طرف بہہ رہا ہے۔ آپؒ کو خوشی ہوئی کہ یہ وہی مقام ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ وہیں آپ کو اس بات کی بھی فکر لاحق ہوئی کہ نامعلوم باغ کا مالک میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ تاہم آپؒ نے دل کو مضبوط کیا اور اللہ کا نام لے کر باغ میں داخل ہو گئے۔

باغ کے وسط میں ایک چھوٹا سا نیم پختہ مکان تھا۔ موسیٰ جنگی نے دھڑکتے دل کے ساتھ دروازے پر دستک دی اور پھر خاموشی کے ساتھ انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو ایک بوڑھے آدمی چراغ لیے کھڑے تھے آپؒ نے السلام علیکم کہا، بوڑھے آدمی نے وعلیکم السلام تو کہہ دیا مگر کچھ ثانیے تک متحیر ہو کر نوجوان حضرت موسیٰؒ کو دیکھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ بعد ازاں انہوں نے سوال کیا تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کدھر کا قصد ہے اور یہاں تک کیسے آ نکلے؟

آپؒ نے جواب دیا میرا نام موسیٰ جنگی بن سید عبداللہؒ ہے۔ میں گیلان کی بستی بشیر کا رہنے والا ہوں اور حصول علم دین کے لیے بغداد کی طرف جا رہا ہوں۔ اچھا تو مسافر ہو؟ مگر

یہاں سے بغداد تک کوئی راستہ نہیں جاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھٹک کر اس طرف آ نکلے ہو، اس نے بڑے شیریں اور بااخلاق لہجے میں کہا اور پھر بولا خیر تم تھکے ماندے اور بھوکے لگتے ہو آؤ اندر آ جاؤ ۔ حضرت موسیٰؑ اس بوڑھے کے ساتھ مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ یہ چھوٹا سا گھر تین چھوٹی چھوٹی کوٹھریوں پر مشتمل تھا۔ جس کا صحن اس کے عقبی حصہ میں تھا۔ ایک کمرہ جہاں حضرت موسیٰؑ بوڑھے کی معیت میں گئے وہ مردان خانہ تھا جبکہ باقی دو کمرے زنان خانہ رہے ہوں گے۔ مردان خانہ کی دیواریں اور فرش نیم پختہ تھا۔ چھت پر بھوس کا چھپر پڑا ہوا تھا جبکہ آرام و استراحت کے لیے فرش پر چٹائی تھی۔ البتہ اس پر ایک آرام دہ قالین ضرور بچھا ہوا تھا۔ بوڑھے آدمی نے حضرت موسیٰؑ کو قالین پر بیٹھنے کی دعوت دی اور پھر خود بھی اس کے برابر بیٹھ گئے۔ ابھی حضرت موسیٰؑ نے سکون کی چند سانسیں ہی لی تھیں کہ بستی کی مسجد سے اذان عشاء کی آواز بلند ہوئی۔ بوڑھے آدمی نے حضرت موسیٰؑ سے دریافت کیا کہ آیا وہ گھر پر نماز ادا کرنا پسند کریں گے یا با جماعت ادا کرنے کے لیے مسجد میں جائیں گے۔ حضرت موسیٰؑ اگرچہ بھوک سے بے تاب اور تھکن سے چور تھے مگر آپؐ نے مسجد جانے کو ترجیح دی۔ ویسے بھی جنگلوں بیابانوں میں سفر کرنے کے سبب آپؐ گزشتہ تین دن سے با جماعت نماز کے ثواب سے محروم تھے۔ حضرت موسیٰؑ بوڑھے آدمی کے ساتھ باغ سے نکل کر مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ باغ سے نکل کر وہ کچھ فاصلے پر واقع چھوٹی سی مسجد میں پہنچے جو پانچ، چھ ہاتھ سے زیادہ چوڑی نہ تھی جبکہ اس کی لمبائی کوئی دس ہاتھ رہی ہوگی۔ آپ دونوں نے ایک ساتھ نماز ادا کی، فارغ ہو کر واپس اپنی رہائش گاہ چلے آئے۔ بوڑھے آدمی نے آپؐ کے لیے خوراک کا اچھا انتظام کیا۔ پھر بوڑھے آدمی نے حضرت موسیٰؑ سے دریافت کیا کہ وہ اس طرف کیسے نکل آئے۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بزرگ کو تمام کہانی سنا دی اور اس امر پر معافی کے طلب گار ہوئے کہ انھوں نے بغیر اجازت ان کے باغ کا سیب کھا لیا ہے۔ بوڑھا آدمی یہ بات سن کر مسکرا دیا۔ بوڑھے آدمی کو اندازہ ہوا کہ فقیری لباس میں یہ کوئی پہنچا ہوا درویش ہے۔ وہ آپؐ کے جذبہ خلوص اور دیانتداری سے بہت متاثر ہوا۔ بوڑھے نے آپؐ کو آپؐ کی منزل پر پہنچانے کا فیصلہ کر لیا۔ جس کے لیے بوڑھے نے ایک خاص ترکیب استعمال کی۔ باغ کے بوڑھے مالک نے حضرت موسیٰؑ کو بتایا کہ اس باغ کے دو مالک ہیں۔ ایک میں خود اور دوسرے ایک اللہ کے بزرگ سید عبداللہ صومعیؒ جو یہاں سے کچھ فاصلے پر واقع ایک بستی میں رہتے ہیں۔ بوڑھے نے کہا اگر آپؐ واقعی بلا اجازت سیب کھانے کی غلطی پر معذرت خواہ ہیں تو میں اپنا حصہ برائے خدا

معاف کرتا ہوں مگر سیب کے بقیہ نصف حصہ کے لیے آپ ؒ کو سیّد عبداللہ صومعیؒ کے پاس جا کر معذرت طلب کرنا پڑے گی۔ آپ ؒ اس بات پر راضی ہو گئے۔ آپ ؒ کی خواہش تو یہ تھی کہ عبداللہ صومعیؒ کے پاس فی الفور چلا جائے مگر بوڑھے آدمی نے کہا کہ بہتر ہوگا کہ صبح سویرے ان کی خدمت میں پہنچیں کیونکہ سیّد عبداللہ صومعیؒ شب بیدار ہیں اور تمام رات عبادات میں بسر کرتے ہیں، ویسے بھی تھکن کے بعد حضرت موسیٰ ؒ کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں اس لیے وہ سو گئے۔ فجر کی اذان نے انہیں بیدار کیا۔

بوڑھے آدمی نے صبح صاف ستھرے لباس کا ایک جوڑا، ایک پاپوش اور ایک خچر بھی دی۔ مذکورہ بستی باغ سے تین چار کوس کے فاصلے پر واقع تھی۔ حضرت عبداللہ صومعیؒ کا مکان تلاش کرنے میں حضرت موسیٰ ؒ کو کوئی دقت نہیں ہوئی کیونکہ یہ گھر بستی کے دیگر مکانات سے ذرا فاصلے پر الگ تھلگ تھا۔ جب حضرت موسیٰ ؒ نے ان کے مکان پر دستک دی تو حضرت سیّد عبداللہ صومعی ؒ رات کی عبادات کے بعد آرام فرما رہے تھے۔ ان کے ایک خادم نے دروازہ کھولا۔ خادم ایک اجنبی نوجوان کو دیکھ کر متعجب ہوا۔ خادم نے آپ ؒ سے نام اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ حضرت موسیٰ ؒ نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ ایک ضروری اور ذاتی غرض سے عبداللہ صومعیؒ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں ۔خادم نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت تو اب ظہر سے پہلے بیدار نہیں ہوں گے کیونکہ وہ تمام شب جاگتے رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ ؒ نے خادم کو بتایا کہ میں بہت دور سے چل کر آیا ہوں، مجھے مزید سفر بھی کرنا ہے تاکہ میں جلد از جلد بغداد پہنچ کر دینی تعلیم کے کسی ادارے میں داخل ہو جاؤں لہٰذا حضرت صاحب سے میری فوری ملاقات کروا دی جائے۔ خادم کو حضرت موسیٰ ؒ پر ترس آ گیا اور وہ حضرت صاحب کو بیدار کرنے کے لیے ان کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔

اگرچہ سیّد عبداللہ صومعیؒ کو بیدار کرنا خادم کے لیے ایک مشکل کام تھا لیکن خدا جانے حضرت موسیٰ ؒ کی التجا میں وہ کون سی کشش تھی کہ جس کی بنا پر خادم انہیں جگانے کے لیے تیار ہو گیا ۔وہ دل میں ڈر رہا تھا کہ کہیں سیّد عبداللہ صومعیؒ اسے کچھ سخت نہ سنا دیں۔ جب ان کے سرہانے پہنچ کر نہایت ادب کے ساتھ ان کے شانے پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے از خود آنکھیں کھول دیں۔ ان کی یہ بیداری خلاف معمول تھی مگر آنے والے نوجوان کی قسمت کا دروازہ کھلنے ہی والا تھا۔ انہوں نے خادم سے پوچھا کہ وہ بے وقت کیوں آیا ہے۔ تو اس نے حضرت موسیٰ ؒ کی آمد اور ان کی التجا کا سارا ماجرا کہہ ڈالا۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ یہ بات سن کر اٹھے اپنا لباس درست کیا سر پر عمامہ

رکھا اور خادم کے پیچھے چل پڑے۔ انہوں نے دروازہ کھول کر جب حضرت موسیٰؒ کو دیکھا تو انھوں نے ادب سے انہیں سلام کیا۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ نے جواب دے کر انہیں گلے لگا لیا۔

چند لمحے دونوں خاموشی سے گلے لگے رہے۔ پھر وہ حضرت موسیٰؒ کو اپنے ساتھ لے کر گھر میں داخل ہوئے اور اپنی خواب گاہ کا رخ کیا۔ حضرت موسیٰؒ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ یہ دونوں حضرات کسی نہ کسی حوالے سے ایک دوسرے سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ کمرے میں پہنچ کر سیّد عبداللہ صومعیؒ نے خادم کو قہوہ لانے کا اشارہ کیا اور خود زیرلب کچھ پڑھنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد خادم قہوہ کا فنجان، پیالے اور ایک بڑی طشتری میں خشک میوے لے کر حاضر ہو گیا۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ کے اشارے پر خادم نے قہوہ پیالوں میں انڈیل دیا اور خشک میوے کی طشتری حضرت موسیٰؒ کے سامنے رکھ دی۔ آپ کھانے پینے میں کچھ تردد کر رہے تھے چنانچہ سیّد عبداللہ صومعیؒ نے نہایت شفقت کے ساتھ آپ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر میوے کی طشتری اور قہوہ کی پیالی کی طرف اشارہ کیا۔ آپؒ نے ان کے حکم پر ہاتھ بڑھا کر خشک میوے کے چند دانے اپنے منہ میں ڈالے اور قہوہ پینے لگے۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ نے کچھ پڑھ کر ادھر ادھر پھونکا اور پھر قہوے کا پیالہ اٹھا لیا۔ اب دونوں کے درمیان سلسلۂ کلام کا آغاز ہوا۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ نے آپؒ سے آنے کا سبب دریافت کیا تو آپؒ نے اپنی ساری کہانی سنا دی جس کا لب لباب یہ تھا کہ اب وہ کھائے ہوئے سیب کا نصف حصہ معاف کروانے کے لیے آئے ہیں اور اگر انھیں اس کے عوض کوئی جرمانہ یا سزا بھی بھگتنی پڑے تو وہ اس کے لیے بھی تیار ہیں۔ حضرت موسیٰؒ کی یہ بات سن کر سیّد عبداللہ صومعیؒ کچھ دیر تک خاموش رہے پھر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اس وقت یوں لگتا تھا کہ وہ عالم استغراق میں چلے گئے ہیں۔

چند لمحوں کے بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں اور حضرت موسیٰؒ کو بغور دیکھا۔ اس وقت حضرت موسیٰؒ نے ایسا محسوس کیا جیسے سیّد عبداللہ صومعیؒ کی روشن اور چمکدار آنکھیں ان کے دل میں داخل ہو رہی ہیں۔ انہوں نے تابناک نگاہوں کی تاب نہ لا کر اپنی نظریں جھکا دیں۔

عبداللہ صومعیؒ گویا ہوئے تو تم کھائے سیب کا نصف حصہ معاف کروانا چاہتے ہو؟

جی ہاں بزرگوار۔۔۔ اگر آپ از راہ کرم معاف کر دیں تو۔ حضرت موسیٰؒ نے جھکی ہوئی نگاہوں کے ساتھ بڑے پرسوز لہجے میں کہا۔

دیکھو نوجوان اگرچہ تمہارا یہ قصور گناہ صغیرہ کے زمرے میں آتا ہے مگر کیا تم نے وہ

حدیث پاک نہیں پڑھی جس کے مطابق گناہ صغیرہ بھی گناہ کبیرہ بن جاتے ہیں۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ نے نہایت سنجیدہ اور متانت کے ساتھ دریافت کیا۔

جی محترم بزرگ۔۔۔۔۔

آخر میں علم دین کا طالب ہوں۔

بھلا کیا یہ حدیث مبارک میری نگاہوں سے اوجھل رہی ہوگی حضرت موسیٰؒ نے سوال کے جواب میں ایک سوال کر ڈالا۔ جب تم نے یہ حدیث پڑھی ہے تو تم جانتے ہوگے کہ بعض گناہ صغیرہ حقوق العباد سے متعلق ہوتے ہیں اگر کسی انسان کا ذاتی قصور متاثرہ شخص معاف کردے تو وہ گناہ معاف ہوجاتا ہے۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ نے حضرت موسیٰؒ سے ایک اور سوال کردیا۔

جی ہاں قبلہ۔۔۔۔ یہی سوچ کر اور یہی خواہش معافی لے کر میں آپ کے گھر آیا ہوں۔

حضرت موسیٰؒ کا جواب سن کر سیّد عبداللہ صومعیؒ کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئے۔ انہوں نے ایک بار پھر اپنی آنکھیں بند کیں اور کسی گہری سوچ میں پڑ گئے۔

اس دوران حضرت موسیٰؒ انہیں دیکھتے رہے۔ چند منٹ بعد سیّد عبداللہ صومعیؒ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا۔

نوجوان! کیا تم شادی شدہ ہو؟

حضرت موسیٰؒ کے لیے یہ سوال پر اسرار ثابت ہوا، اس کے گناہ یا قصور سے شادی شدہ ہونے یا نہ ہونے کا کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ حیران ضرور ہوئے مگر ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جواب دیا بزرگوار۔۔۔۔ میں ازدواجی زندگی کے جھمیلوں سے محفوظ ہوں پھر میرے والدین کا سایہ بھی میرے سر پر نہیں، بھلا میری شادی کے انتظامات کون کرسکتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ امر شادی میں مانع ہے کہ اول تو میں طالب علم ہوں اور دوسرا معاشی اعتبار سے اس لائق نہیں کہ کسی دوسرے کا بوجھ بھی برداشت کرسکوں۔

تو سنو نوجوان!۔۔۔۔ تمہارا قصور صرف اس صورت میں معاف ہوسکتا ہے کہ تم میری بیٹی کو آج ہی اپنے عقد میں لے لو۔۔۔ آج سے میں تمہارا باپ اور میری شریک حیات تمہاری ماں ہے۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ نے فیصلہ کن انداز میں حضرت موسیٰؒ سے کہا۔ اس وقت حضرت موسیٰؒ کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے ان کے دماغ پر دھماکہ کردیا ہے۔ آپ شادی کرنا نہیں چاہتے تھے آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تو بہتر علم دین حاصل کرنا تھا لیکن اب گناہ صغیرہ معاف

کروانے کے لیے انھیں بہر حال سیّد عبداللہ صومعیؒ کی شرط تو پوری کرنا تھی۔ وہ خاموش بیٹھے کسی ادھیڑ بن میں مبتلا تھے کہ سیّد عبداللہ صومعیؒ کی گھمبیر آواز ان کے کانوں میں اتری۔

موسیٰ کیا سوچ رہے ہو؟ کیا فیصلہ کیا ہے؟ انہوں نے متانت سے پوچھا۔ سوچ رہا ہوں کہ اب آپ کو کیا جواب دوں میں تو حصول علم دین کے لیے گھر سے نکلا تھا میرا مقصد زندگی تو نہیں ہے کیا آپ چند برسوں کے لیے توقف نہیں فرما سکتے۔ حضرت موسیٰؒ نے جواب دیا۔

دیکھو نوجوان خوش قسمتی تمہارے در پر دستک دے رہی ہے اور پھر کیا تم مجھے نہیں جانتے ؟ میں سیّد عبداللہ صومعیؒ ہوں۔ حدیث وفقہ کا عالم ۔۔۔ تم میرے ساتھ رہ کر بھی بھرپور علم دین حاصل کر سکتے ہو۔ شادی کے بعد میں تمہیں دیگر علماء اور درویشوں کی خدمت میں روانہ کر دوں گا اور یکدم حضرت موسیٰؒ کو یاد آیا کہ واقعی سیّد عبداللہ صومعیؒ تو اعلیٰ پائے کے عالم اور درویش ہیں۔ میں نے انہیں پہچاننے میں بہت دیر کر دی ہے۔ آپ اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوئے۔ آخر کار آپ نے کہا حضرت جو آپ کی مرضی۔ حضرت موسیٰؒ کی زبانی یہ مختصر جواب سن کر سیّد عبداللہ صومعیؒ مسکرائے اور انہوں نے آپ کو گلے لگا کر ماتھے پر شفقت کے ساتھ بوسہ دیا اور پھر کچھ وقفہ کے بعد بولے موسیٰ۔۔۔۔ کیا تم واقعی میری بیٹی سے نکاح کرنے پر تیار ہو۔ حضرت مجھے یقین ہے کہ آپ نے حصول رضائے خداوندی کے لیے اپنی بیٹی کے ساتھ میرے عقد کا فیصلہ کیا ہے۔ میں بھی مشیت ایزدی سمجھ کر اس فیصلے کو قبول کرتا ہوں۔ حضرت موسیٰؒ نے جواباً کہا۔

مگر موسیٰ میری بیٹی میں پانچ بڑے جسمانی نقائص ہیں۔ تمہارے لیے شرط معافی یہ ہے کہ تمہیں ان کے ساتھ اسے قبول کرنا پڑے گا۔ اس مرتبہ سیّد عبداللہ صومعیؒ کے لہجے میں عجب پراسراریت لیکن انداز تفاخر تھا۔ حضرت موسیٰؒ ان کی یہ بات سن کر ورطہ حیرت میں پڑ گئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ حضرت عبداللہؒ ایک طرف تو انھیں اپنا بیٹا اور داماد بنانے کے خواہاں ہیں تو دوسری طرف اپنی دختر کے عیوب یا نقائص کا حوالہ بھی دے رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؒ نے کہا ارشاد فرمائیے کہ آپ کی صاحبزادی میں کون کون سے نقائص ہیں۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ نے کچھ توقف کیا اور پھر ایک گہرا سانس بھر کر گویا ہوئے۔

تو سنو صاحبزادے۔۔۔۔ میری بیٹی میں پہلا نقص یہ ہے کہ وہ گونگی ہے۔ دوسرا نقص یہ ہے کہ وہ بہری ہے۔ تیسری خامی یہ ہے کہ وہ اندھی ہے۔ چوتھا عیب یہ ہے کہ وہ لنگڑی ہے اور پانچواں یہ ہے کہ وہ لولی بھی ہے۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ کے یہ انکشافات حضرت موسیٰؒ کے ذہن پر

دوسرا دھاکہ تھے۔ وہ انگشت بدنداں خلاؤں میں تکتے ہوئے قسمت کے اس مذاق پر دل ہی دل میں ہنس رہے تھے کہ جہاں ایک طرف انھیں سیّد عبداللہ صومعیؒ جیسے بزرگ کی سرپرستی نصیب ہو رہی تھی وہیں انھیں باقی ماندہ عمر کے لیے ہر لحاظ سے معذور شریک حیات مل رہی تھی۔ ان کو اس کیفیت میں مبتلا دیکھ کر سیّد عبداللہ صومعیؒ نے کہا کیا سوچ رہے ہو نوجوان، کیا فیصلہ کیا؟

جی۔۔۔ بس یونہی آئندہ زندگی کے لیے لائحہ عمل مرتب کر رہا تھا۔ حضرت موسیٰؒ نے یاسیت بھری آواز میں جواب دیا۔ تو گویا تمھیں میری پیشکش منظور ہے؟

اب حضرت موسیٰؒ جو خود کو اپنی قسمت کے فیصلے اور مشیت ایزدی پر چھوڑ چکے تھے کہنے لگے جو آپ کی مرضی۔ جو آپ کا فیصلہ۔ مجھے آپ کی پیشکش منظور ہے۔

اور پھر اسی شام کو بعد نماز عصر حضرت موسیٰؒ کا نکاح سیّد عبداللہ صومعیؒ کی صاحبزادی سے ہو گیا۔ نکاح بستی کی مسجد میں منعقد ہوا جس میں بستی کے تیس سے چالیس مردوں نے شرکت کی۔ نکاح خود سیّد عبداللہ صومعیؒ نے پڑھایا تھا۔

انہوں نے اس موقع پر خطبہ نکاح دینے کے بعد شرکاء سے حضرت موسیٰؒ کی دیانتداری اور فقر و استغنا کا حال بیان کیا، تمام اہل محفل نے انھیں اس بات پر مبارک باد دی کہ صاحب ثروت کاشتکار اور کئی باغوں کے مالک ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی بیٹی کے لیے غریب، مفلوک الحال لیکن صالح داماد کا انتخاب کیا اور بعد از ان دعا سے یہ محفل برخواست ہوئی۔

حجلہ عروسی میں روشنی کا مناسب انتظام تھا۔ حضرت موسیٰؒ نے کمرے میں داخل ہو کر بجھے ہوئے دل کے ساتھ دلہن کو دیکھا جو تخت کے ایک کونے پر بیٹھی تھی۔ حضرت موسیٰؒ کچھ دیر تک تو اس کو دور سے دیکھتے رہے اور پھر خاموشی سے دلہن کے پاس تخت کے ایک کونے پر بیٹھ گئے۔ دلہن کا گھونگھٹ اٹھانے کے لیے ان کے ہاتھ بڑھے مگر انھوں نے فوراً کھینچ لیے۔ ان کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ دلہن کا چہرہ دیکھیں۔ بھلا نابینا اور ہر قسم کی معذوری کا شکار شریک حیات کسے پسند ہے مگر محض انشراح صدر کے لیے انھوں نے دلہن کے چہرے پر سے پردہ اٹھا ہی دیا۔ اسی لمحے ان پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ دلہن تو چاند کا ٹکڑا اور حسن کا نمونہ تھی۔ اس کی صورت میں وہ جملہ خصوصیات موجود تھیں جو حوروں کے لیے بیان کی جاتی ہیں۔ اب حضرت موسیٰؒ کو یہ سوچ کر بڑا دکھ ہو رہا تھا کہ اتنی حسین لڑکی جسمانی طور پر معذور ہے۔ دلہن کی آنکھیں شرم و حیا کی

دوسرا دھاکہ تھے۔ وہ انگشت بدنداں خلاؤں میں تکتے ہوئے قسمت کے اس مذاق پر دل ہی دل میں ہنس رہے تھے کہ جہاں ایک طرف انھیں سیّد عبداللہ صومعیؒ جیسے بزرگ کی سرپرستی نصیب ہو رہی تھی وہیں انھیں باقی ماندہ عمر کے لیے ہر لحاظ سے معذور شریک حیات مل رہی تھی۔ ان کو اس کیفیت میں مبتلا دیکھ کر سیّد عبداللہ صومعیؒ نے کہا کیا سوچ رہے ہو نوجوان، کیا فیصلہ کیا؟

جی۔۔۔بس یونہی آئندہ زندگی کے لیے لائحہ عمل مرتب کر رہا تھا۔ حضرت موسیٰؒ نے یاسیت بھری آواز میں جواب دیا۔ تو گویا تمھیں میری پیشکش منظور ہے؟

اب حضرت موسیٰؒ جو خود کو اپنی قسمت کے فیصلے اور مشیت ایزدی پر چھوڑ چکے تھے کہنے لگے جو آپ کی مرضی۔ جو آپ کا فیصلہ۔ مجھے آپ کی پیشکش منظور ہے۔

اور پھر اسی شام کو بعد نماز عصر حضرت موسیٰؒ کا نکاح سیّد عبداللہ صومعیؒ کی صاحبزادی سے ہو گیا۔ نکاح بستی کی مسجد میں منعقد ہوا جس میں بستی کے تیس سے چالیس مردوں نے شرکت کی۔ نکاح خود سیّد عبداللہ صومعیؒ نے پڑھایا تھا۔

انہوں نے اس موقع پر خطبہ نکاح دینے کے بعد شرکاء سے حضرت موسیٰؒ کی دیانتداری اور فقر و استغنا کا حال بیان کیا، تمام اہل محفل نے انھیں اس بات پر مبارک باد دی کہ صاحب ثروت کاشتکار اور کئی باغوں کے مالک ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی بیٹی کے لیے غریب، مفلوک الحال لیکن صالح داماد کا انتخاب کیا اور بعد از اں دعا سے یہ محفل برخواست ہوئی۔

حجلہ عروسی میں روشنی کا مناسب انتظام تھا۔ حضرت موسیٰؒ نے کمرے میں داخل ہو کر بجھے ہوئے دل کے ساتھ دلہن کو دیکھا جو تخت کے ایک کونے پر بیٹھی تھی۔ حضرت موسیٰؒ کچھ دیر تک تو اس کو دور سے دیکھتے رہے اور پھر خاموشی سے دلہن کے پاس تخت کے ایک کونے پر بیٹھ گئے۔ دلہن کا گھونگھٹ اٹھانے کے لیے ان کے ہاتھ بڑھے مگر انھوں نے فوراً کھینچ لیے۔ ان کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ دلہن کا چہرہ دیکھیں۔ بھلا نابینا اور ہر قسم کی معذوری کا شکار شریک حیات کسے پسند ہے مگر محض انشراح صدر کے لیے انھوں نے دلہن کے چہرے پر سے پردہ اٹھا ہی دیا۔ اسی لمحے ان پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ دلہن تو چاند کا ٹکڑا اور حسن کا نمونہ تھی۔ اس کی صورت میں وہ جملہ خصوصیات موجود تھیں جو حوروں کے لیے بیان کی جاتی ہیں۔ اب حضرت موسیٰؒ کو یہ سوچ کر بڑا دکھ ہو رہا تھا کہ اتنی حسین لڑکی جسمانی طور پر معذور ہے۔ دلہن کی آنکھیں شرم و حیا کی

شجرہ نسب اولاد سیّدنا حضرت امام حسنؓ بن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

حضرت علی مرتضیٰ

حضرت سیدنا امام حسین عالی مقامؓ شہید کربلا	حضرت سیدنا امام حسنؓ
	سید حسن مثنیٰ
امام زین العابدین	سید عبداللہ محض
امام باقر	سید موسیٰ الجون
امام جعفر	سید عبداللہ صالح ثانی
امام موسیٰ کاظم	سید موسیٰ ابو عمرؒ
امام علی رضا	سید داؤد ابو بکر
محمود جواد	سید محمد شمس الدین
موسیٰ ابو جمال الدین	سید یحییٰ الزاہد
عبداللہ سومعی	سید عبداللہ ثالث
بی بی فاطمہ —	سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست

حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی غوث اعظم

حضرت موسیٰؒ نے بڑے ادب اور احترام واحتیاط کے ساتھ کہا۔ ان میں سیّد عبداللہ صومعیؒ کو جھوٹا یا غلط بیانی کرنے والا کہنے کی ہمت نہ تھی اور پھر حضرت موسیٰؒ نے دیکھا کہ سیّد عبداللہ صومعیؒ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ ان کے نتھنے پھڑ پھڑائے، لب کانپے اور آنکھوں سے دو آنسو نکل کر سفید داڑھی میں جذب ہو گئے۔

آؤ موسیٰ اندر آ جاؤ۔۔۔ بیٹھ کر آرام سے بات کریں گے۔ انہوں نے حضرت موسیٰؒ کے شانے پر اپنا پُر شفقت ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر کمرے میں داخل ہو گئے۔ حضرت موسیٰؒ بھی ان کے عقب میں تھے۔ خسر اور داماد فرش پر جا بیٹھے، چند لمحے تک کمرے میں سناٹا رہا اور پھر سیّد عبداللہ صومعیؒ نے سکوت و خاموشی کو توڑتے ہوئے گلوگیر آواز میں کہا۔ موسیٰ بلاشبہ میری بیٹی فاطمہ میں ایسا کوئی عیب یا جسمانی نقص نہیں جو میں نے تمہیں بتایا۔ سچ پوچھو تو اس میں وہ تمام اچھائیاں موجود ہیں جو ایک شریف، صالح اور پاکباز لڑکی میں لازماً پائی جانی چاہئیں مگر بدقسمتی سے معاشرے کے بعض افراد ان خوبیوں کو خامیاں تصور کرتے ہیں۔ اب تمہیں اصل بات بتاتا ہوں۔ فاطمہ بیٹی نابینا اس لئے ہے کہ آج تک اس نے اپنی آنکھوں سے کسی غیر محرم کا چہرہ نہیں دیکھا، اسے اس اعتبار سے بہری کہا جا سکتا ہے کہ اس کے کانوں میں ماسوائے میرے اور محرمات کے کسی کی آواز نہیں گئی وہ اس لحاظ سے گونگی ہے کہ اس نے کسی غیر مرد سے کبھی بات نہیں کی، وہ لنگڑی اس لئے ہے کہ کبھی تنہا گھر سے باہر نہیں گئی اور وہ لولی یوں کہی جا سکتی ہے کہ اس نے اپنی ہاتھوں سے شیر خوار بچے کے سوا کسی غیر لڑکے کو نہیں چھوا۔ انہوں نے یہ کہہ کر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا اور پھر ان کی آنکھوں سے ساون بھادوں برسنے لگا، حضرت موسیٰؒ نے انہیں خاموش کرانے کے لیے ان کے گلے میں ہاتھ ڈال دیئے اور ان کے سینے سے چمٹ گئے۔ سیّد عبداللہ صومعیؒ نے بھی نہایت شفقت کے ساتھ آپ کو گلے لگا لیا۔ کچھ دیر بعد وہ خاموش ہوئے تو حضرت موسیٰؒ ان سے اجازت لے کر حجلہ عروسی میں واپس پلٹ گئے۔ اب ان کا دل خوشی سے بلیوں اچھل رہا تھا۔

حضرت غوث الاعظم دستگیر شیخ عبدالقادر گیلانیؒ انہی ماں باپ کی اولاد ہیں یعنی حضرت موسیٰ جنگی دوستؒ جیسے متقی، پاکباز، عبادت گزار اور دیانتدار عالم دین اور فقیہی باپ اور فاطمہ عرف امت الجبارؒ جیسی عفیف، نیک خو، عابدہ، زاہدہ اور حسن و جمال کا شاہکار ماں کے فرزند ارجمند۔

حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ غوث اعظم

شیخ عبدالقادر گیلانی نام ابو محمد کنیت' محی الدین لقب غوث الاعظم خطاب قادر الکلام واعظ سلسلہ قادریہ کے بانی غوث صمدانی' شہباز لامکانی جن کا شمار اولیاء عظام اور صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔ یکم رمضان المبارک 470 ہجری بمطابق 1077 عیسوی بروز جمعہ بوقت شب گیلان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے وقت ایران پر خاندان سلجوق کے تیسرے بادشاہ شاہ سلطان معزالدین ابوالفتح ملک شاہ ابن ارسلان اور بغداد پر بامراللہ کی حکومت تھی۔ پیدائش کے وقت آپ کی والدہ کی عمر 60 سال تھی جس رات آپ کی پیدائش ہوئی اس رات گیلان میں 1100 بچے پیدا ہوئے جو سب کے سب وقت کے ولی اللہ بنے۔

آپ کا نسب والد کی طرف سے حضرت امام حسنؓ اور والدہ کی طرف سے حضرت امام حسینؓ سے جاملتا ہے۔ یہ آپ کی امتیازی شان ہے کہ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔

ابتدائی تعلیم گیلان میں حاصل کی۔ 18 سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کی اجازت سے حصول علم کے لئے خلیفہ مستظہر باللہ عباسی کے دور میں 488 ہجری بغداد تشریف لائے۔ بوقت رخصت والدہ نے 40 دینار دیئے اور فرمایا کہ ہر حال میں سچ بولنا (ایک دعا بھی تعلیم فرمائی جو دعائے قطب کے نام سے سلسلہ قادریہ میں رائج ہے۔) آپ بغداد جانے والے ایک قافلے میں شامل ہو گئے۔ قافلہ جب ہمدان سے گزر گیا تو ڈاکوؤں نے قافلے پر حملہ کر کے سب کچھ لوٹ لیا لیکن آپ سے کچھ تعرض نہ کیا۔ جب ڈاکو جانے لگے تو ایک نے آپ سے پوچھا نوجوان تمہارے پاس بھی کچھ ہے۔ تو آپ نے فرمایا ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ اسے یقین نہ آیا آپ کو اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ ڈاکوؤں کے سردار کے استفسار پر آپ نے فرمایا فی الواقع میرے پاس چالیس دینار ہیں جو میری ماں نے اس گدڑی میں سلائی کر دیئے تھے۔ جب گدڑی کو اتار کر دیکھا تو واقعی چالیس دینار موجود تھے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا تم جانتے ہو کہ ہم ڈاکو ہیں اور سب کچھ لوٹ لیں گے پھر تم نے کیوں ظاہر کیا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں اگر تم کہتے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں تو تم سے کوئی تعرض نہ ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا وہ ٹھیک

ہے مگر میں اپنی والدہ سے عہد کر کے نکلا ہوں کہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ یہ جواب سن کر ڈاکوؤں کا سردار لرز گیا۔ اس کے دل پر چوٹ لگی پتھر دل شخص کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا تم ایک مخلوق (یعنی اپنی والدہ) کی ہدایت پر اس قدر سختی سے عمل کر رہے ہو افسوس ہے میری زندگی پر کہ میں ایک مدت سے خالق کائنات کی نافرمانی کر رہا ہوں۔ ڈاکوؤں کے سردار نے لوٹا ہوا سامان سب کو واپس کر دیا اور تائب ہو کر احمد بردی کے نام سے وقت کا ولی ہوا۔

آپ جب بغداد پہنچے تو اسی سال حضرت امام غزالی بغداد سے کوچ کر گئے۔ آپ نے بغداد کے نامور اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ ابوالوفا علی بن العقیل حنبلی ' ابوالحسن محمد بن قاضی ' ابویعلی محمد بن الحسین اور قاضی ابوسعید مبارک سے فقہ پڑھی ابوالخیر حماد بن مسلم ابوزکریا تبریزی 502 ہجری سے علم و ادب محمد بن الحسن باقلانی ابوسعید بن عبدالکریم ' عبدالرحمٰن بن احمد ' ابوبرکات اور ابومحمد جعفر السراج مصنف مصارع العشاق جیسے آئمہ حدیث سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی اور علوم باطنی کا آغاز شیخ حماد بن مسلم سے کیا اور تکمیل شیخ ابوسعید مبارک المخرمی سے کی۔ 9 سال کا طویل عرصہ سلوک کی منازل طے کرنے کے لئے ریاضت و مجاہدات میں صرف کیا اور 40 سال مخلوق خدا کو وعظ و نصیحت میں گزار دیئے پہلا وعظ 521 ہجری 50 سال کی عمر میں کیا پہلے وعظ کے چھ سال بعد ان کو شیخ ابوسعید المخرمی کا مدرسہ آپ کے حوالے کر دیا گیا۔

آپ بہت بڑے عالم تھے۔ علم ظاہری کے ساتھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی سے نوازا تھا۔ محمد بن الحسینی موصلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ شیخ عبدالقادر گیلانی 13 علوم پر بحث کرتے تھے۔ عمر بزاز بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاس عراق کے مختلف علاقوں سے کثیر تعداد میں فتاویٰ آیا کرتے تھے آپ فوراً جواب دے دیا کرتے۔ آپ کے وعظ بہت اثر آفریں اور دلنشین ہوتے تھے۔ روایت کے مطابق 5000 یہودی اور عیسائی متاثر ہو کر آپ کے ہاتھوں دین اسلام میں داخل ہو گئے۔ آپ کی تبلیغی کاوشوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی زندگی میں ہی ایران ' یمن ' شام اور مصر کے لوگ قادری سلسلہ میں داخل ہو گئے اور یہ سلسلہ تمام اسلامی ممالک میں آپ کی زندگی میں ہی جاری ہو گیا حتیٰ کہ سوڈان ' روم اور ہند میں اس کا رواج عام ہو گیا آپ نے بیعت اور خانقاہی نظام کو بھی درست کر کے وسعت و تازگی عطا کی۔ سید ابوالحسن ندوی نے تاریخ دعوت و عزیمت میں لکھا ہے کہ شیخ کی زندگی میں ان کا جاری کردہ طریقہ قادریہ لاکھوں نفوس کو فیضیاب کر چکا تھا اور ان کے وصال کے بعد ان کے خلفاء اور قادری خانقاہوں کا

کا قدم میری گردن پر ہو اس خیال کے آتے ہی میری زبان سے یہ الفاظ نکلے ان کا قدم میری گردن پر۔

آپ کا یہ کلام برحقیقت تھا۔ آپ نے جب اپنے وعظ کے دوران **قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله** فرمایا تو اس وقت بغداد میں وعظ کی اس مجلس میں 50 کے قریب اولیاء حاضر تھے تب شیخ علی بن الہیتی اٹھے، منبر کے پاس جا کر حضرت شیخ سید عبدالقادر گیلانیؒ کا قدم اپنی گردن پر رکھ لیا اور اس کے بعد تمام حاضرین نے اپنی گردنیں خم کر دیں۔

شیخ لولو ارمنی جو وقت کے قطب تھے فرماتے ہیں کہ جب میرے شیخ عبدالقادر گیلانیؒ نے فرمایا کہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے تو اس وقت 313 اللہ تعالیٰ کے ولیوں نے تمام ممالک میں اپنے سروں کو جھکا دیا تھا۔ حرمین شریفین میں 17 عراق میں 60 ' عجم میں 40 شام میں 30 مصر میں 20 مغرب میں 27 یمن 23 حبشہ میں 11 سد یاجوج ماجوج میں 7 سراندیپ میں 7 کوہ قاف میں 47 اور جزائر بحر محیط میں 24 نے سر جھکا دیا۔

قطبیت کی یہ خلعت آپ کو اپنے جد امجد حضور ختمی سے عطا ہوئی۔ علامہ یحییٰ تادفیؒ فرماتے ہیں بعد از معانقہ آپ نے وہ خلعت عطا فرمائی جو آپ کے جسد اقدس میں تھی اور فرمایا کہ یہ خلعت قطبیت ہے جو ابدال کو عطا کی جاتی ہے۔

شیخ خلیفہ الاکابر فرماتے ہیں کہ جب مجھے خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی میں نے آپ کے (شیخ عبدالقادر گیلانیؒ) اس قول کی تصدیق چاہی تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ سچ فرماتے ہیں اور کیوں نہ کہیں جب کہ وہ قطب دوراں ہیں اور ہم بذات خود ان کے نگراں ہیں۔

آپ کے اس قول کو بذریعہ کشف وقت کے تمام اولیاء کرام نے جانا اور اپنی گردنیں جھکا دیں۔ زبدۃ الآثار میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جب غوث اعظم نے بغداد میں یہ کہا کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے تو سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اس وقت خراسان کے پہاڑوں میں مصروف عبادت تھے۔ آپ نے وہیں گردن جھکا دی اور فرمایا کہ آپ کا قدم میرے سر اور آنکھوں پر شیخ عبدالقادر گیلانیؒ نے آپ کی اس نیازمندی کو دیکھ کر فرمایا کہ غیاث الدین کا بیٹا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری تمام اولیاء سے گردن جھکانے میں سب سے آگے ہو گیا وہ جلد ہی ملک ہند کا سلطان ہو گا۔

کا قدم میری گردن پر ہو اس خیال کے آتے ہی میری زبان سے یہ الفاظ نکلے ان کا قدم میری گردن پر۔

آپ کا یہ کلام برحقیقت تھا۔ آپ نے جب اپنے وعظ کے دوران **قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله** فرمایا تو اس وقت بغداد میں وعظ کی اس مجلس میں 50 کے قریب اولیاء حاضر تھے تب شیخ علی بن النصر الہیتی اٹھے، منبر کے پاس جا کر حضرت شیخ سید عبدالقادر گیلانیؒ کا قدم اپنی گردن پر رکھ لیا اور اس کے بعد تمام حاضرین نے اپنی گردنیں خم کر دیں۔

شیخ لولوارمنی جو وقت کے قطب تھے فرماتے ہیں کہ جب میرے شیخ عبدالقادر گیلانیؒ نے فرمایا کہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے تو اس وقت 313 اللہ تعالیٰ کے ولیوں نے تمام ممالک میں اپنے سروں کو جھکا دیا تھا۔ حرمین شریفین میں 17 عراق میں 60، عجم میں 40 شام میں 30 مصر میں 20 مغرب میں 27 یمن 23 حبشہ میں 11 سد یاجوج ماجوج میں 7 سراندیپ میں 7 کوہ قاف میں 47 اور جزائر بحر محیط میں 24 نے سر جھکا دیا۔

قطبیت کی یہ خلعت آپ کو اپنے جد امجد حضور ﷺ سے عطا ہوئی۔ علامہ یحییٰ تادفیؒ فرماتے ہیں بعد از معانقہ آپ نے وہ خلعت عطا فرمائی جو آپ کے جسد اقدس میں تھی اور فرمایا کہ یہ خلعت قطبیت ہے جو ابدال کو عطا کی جاتی ہے۔

شیخ خلیفۃ الاکابر فرماتے ہیں کہ جب مجھے خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی میں نے آپ کے (شیخ عبدالقادر گیلانی) اس قول کی تصدیق چاہی تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ سچ فرماتے ہیں اور کیوں نہ کہیں جب کہ وہ قطب دوراں ہیں اور ہم بذات خود ان کے نگراں ہیں۔

آپ کے اس قول کو بذریعہ کشف وقت کے تمام اولیاء کرام نے جانا اور اپنی گردنیں جھکا دیں۔ زبدۃ الآثار میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جب غوث اعظم نے بغداد میں یہ کہا کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے تو سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اس وقت خراسان کے پہاڑوں میں مصروف عبادت تھے۔ آپ نے وہیں گردن جھکا دی اور فرمایا کہ آپ کا قدم میرے سر اور آنکھوں پر شیخ عبدالقادر گیلانی نے آپ کی اس نیازمندی کو دیکھ کر فرمایا کہ غیاث الدین کا بیٹا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری تمام اولیاء سے گردن جھکانے میں سب سے آگے ہو گیا وہ جلد ہی ملک ہند کا سلطان ہو گا۔

حضرت عارف باللہ عبداللہ بلخی نے (خوارق الاحباب فی معرفۃ الاقطاب) میں لکھا ہے کہ ایک دن بخارا کی طرف رخ کر کے عام مجمع میں حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ نے فرمایا کہ مجھے اس طرف سے ایک مزے دار خوشبو آ رہی ہے میری وفات کے 157 سال بعد اس جانب سے ایک مرد کامل پیدا ہوگا جس کا نام بہاؤالدین نقشبند ہوگا وہ میری نعمت خاص سے حصہ لے گا اور یہ کہ بہاؤالدین نقشبند کے دل پر اسم اعظم بھی آپ کی باطنی توجہ سے نقش ہوا۔

حضرت میراں شاہ میر فرماتے ہیں کہ **قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ** سے مراد یہ ہے کہ میرا طریق سب طریقوں سے اعلیٰ ہے قدم سے مراد طریقہ ہے اور تمام اولیاء اللہ نے جو گردن جھکائی اس سے اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ حضرت غوث اعظم کا سلسلہ قادریہ سب سے اعلیٰ ہے۔

تعلیمات:

آپ نے توحید الٰہی شریعت اور رب ذوالجلال سے تعلق قائم رکھنے کی تعلیم دی۔ توحید خالص کی تعلیم دیتے ہوئے اپنے وعظ کی مجلس میں فرمایا:

اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے۔ اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے اس کی بات مانو جو تم کو بلاتا ہے اپنا ہاتھ اسے دو جو تم کو گرنے سے سنبھال لے گا اور تم کو جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا اور ہلاکتوں سے بچائے گا۔

شریعت کی پابندی اور سنت کی پیروی کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

پیروی کرتے رہو اور راہ بدعت اختیار نہ کرو۔ اطاعت کرو اور دائرہ اطاعت سے باہر نہ رہو توحید خداوندی کو مانو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ کہ وہی جو کچھ کرتا ہے اپنی مشیت سے کرتا ہے۔

حقوق العباد کی تعلیم اپنے فرزندوں کو یوں دیتے ہیں:

میں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اطاعت اختیار کرو اور احکام شریعت کی پابندی لازم رکھو اور اپنے سینے کو پاک رکھو اور نفس میں جوانمردی رکھو اور کشادہ روح رہو اور اگر کوئی شے عطا کرنے کے قابل ہو اسے عطا کرتے رہو اور ایذا دہی سے باز رہو اور برابر والوں سے حسن معاشرت رکھو اور فردوں کو نصیحت کرتے رہو۔ اپنے رفیقوں سے جنگ نہ کرو اور ایثار کو اپنے اوپر لازم کر لو اور ذخیرہ مال فراہم کرنے سے بچو۔

تصوف کی وضاحت:

تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے۔ سخاوت ابراہیم پر، صبر ایوب پر، مناجات زکریا پر، غربت یحییٰ، خرقہ پوشی موسیٰ پر، تجرد عیسیٰ پر اور فقر حضرت محمد ﷺ پر۔

تصانیف:

غنیۃ الطالبین (عربی) فتوح الغیب (تصوف) الفتح الربانی (واعظ کا مجموعہ) مکتوبات غوثیہ، الہامات غوثیہ، دیوان محی الدین قصیدہ خمریہ، قصیدہ محبوبیہ، قصیدہ قطبیہ، قصیدہ رومیہ، قصیدہ طالبیہ، جلاء الخواطر فی الباطن والظاہر، الیواقیت والحکم، درود کبریت احمر، درود اکسیر اعظم، دعائے بدر فتنہ الایمان، دعائے فتح البصائر، سبعہ شریف، چہل کاف، اسمائے سبعہ معہ توجہات بشائر الخیرات، تحفۃ المتقین، وسیل العارفین، حزب الرجاء والانتہا الکبریت الاحمر فی الصلوۃ علی النبی ﷺ۔

یوم وصال:

آپ کا وصال 11 ربیع الثانی 561 ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزار بغداد میں ہے۔ سلطان سلیمان نے 941 ہجری میں ایک خوبصورت مزار تعمیر کرایا۔ مسلمانوں کی زیارت گاہوں میں سے آپ کا مزار بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔

گیارہویں شریف:

دین اسلام میں بزرگان دین کے یوم وصال کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ گیارہویں شریف حضرت سیدنا غوث اعظم کی روح پرفتوح کو ایصال ثواب سے منسوب ایک تقریب کا نام ہے۔ جس کا انعقاد سینکڑوں برس سے مسلمانان عالم مشائخ عظام اور سلاسل طریقت سے وابستہ اہل ایمان بڑے اہتمام سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ بغداد شریف میں درگاہ غوثیہ پر یہ تقریب آپ کے یوم وصال پر سالہا سال سے منعقد ہوتی چلی آرہی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ:

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اس کی مزید وضاحت سرکار دو عالم ﷺ نے فرما دی آپ سے پوچھا گیا ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں تو کیا انہیں ثواب پہنچتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ بے شک اس سے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ تم میں سے کسی کے پاس طبق ہدیہ کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتا ہے۔ چاند کی گیارہویں تاریخ

کو حضرت کی درگاہ پر بادشاہ اور دیگر علماء مشائخ حاضری دیتے ہیں بعد از عصر ختم شریف ہوتا ہے اور پھر حضرت غوث اعظمؒ کی شان میں مدحیہ قصائد پڑھے جاتے ہیں اور آپ کے حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ مغرب تک جاری رہتا ہے بعد از مغرب سجادہ نشین مع حاضرین ذکر جلی کرتے ہیں پھر کھانے اور شیرینی پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور حاضرین میں نیاز تقسیم کی جاتی ہے۔

بیرونی منظر مزار مبارک
حضرت شیخ سید عبدالقادر گیلانی غوث اعظمؒ
بغداد شریف

عشاء کی نماز پڑھ کر لوگ رخصت ہو جاتے ہیں آپ کے عرس کی امتیازی شان یہ ہے کہ یہ سال کی بجائے ہر ماہ منایا جاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ دنیا کے کونے کونے میں گیارھویں شریف کی تقریب منعقد ہوتی ہے اور تمام مسالک کے آئمہ آپ کے یوم وصال پر ایصال ثواب کے لئے نذر و نیاز تقسیم کرتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ جو اپنے وقت کے شیخ الاسلام اور امور دین میں سخت گیر معروف تھے اہل حدیث بھی آپ کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں گیارھویں شریف کی تقریب

میں حصہ لیتے تھے اور بارگاہ غوثیہ میں اپنی عقیدت کا اظہار بھی کرتے تھے۔

گیارھویں شریف حضور سرور کائنات فخر موجودات ختم الرسل ﷺ کا ختم شریف جو حضرت سیدنا غوث اعظم ربیع الآخر کی 11 تاریخ کو اپنی ظاہری زندگی میں خود کیا کرتے تھے۔ لوگوں میں اتنی مقبولیت اختیار کر گیا کہ آپ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو آپ ﷺ کا ختم دلانے لگے۔ رفتہ رفتہ یہی نیاز غوث اعظمؒ کی گیارھویں مشہور ہوگئی۔ دیگر مشائخ کا عرس سال کے بعد ہوتا ہے لیکن غوث اعظمؒ کی یہ امتیازی شان ہے کہ آپ کا عرس ہر ماہ کو منعقد ہوتا ہے۔

اولاد:

آپ نے نکاح حضرت محمد ﷺ کی اجازت سے کیا اور آپ کی چار بیویاں ہوئیں آپ کی انچاس اولاد ہوئیں۔ جن میں 27 بیٹے اور 22 بیٹیاں تھیں۔ جب آپ کے گھر کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اسے آپ کی خدمت میں حاضر کیا جاتا آپ اسے ہاتھ میں لے کر ہذا میت کہہ کر اس کی محبت دل سے نکال دیتے جب وہ مر جاتا تو اس کی موت کا آپ کو ذرا بھر بھی رنج محسوس نہ ہوتا اور آپ درس تدریس میں اور وعظ میں مشغول رہتے۔ اسے غسل دے کر اور کفن پہنا کر جب جنازہ کے لئے لایا جاتا تو اس وقت آپ جنازہ پڑھنے کی غرض سے اپنے مدرسہ سے تشریف لا کر جنازہ پڑھاتے اور پھر اپنے مدرسہ میں چلے جاتے۔

حضرت شیخ سیّدنا حافظ عبدالرزاق تاج الدین
بن حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ

آپ کی کنیت ابوبکر نام عبدالرزاق اور لقب تاج الدین تھا۔ آپ 18 ذیقعد 528 ہجری مطابق 1133ء بوقت شب بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم وتربیت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ نے فرمائی اوائل عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ حدیث والد ماجد سے پڑھی ان کے علاوہ بھی ایک بڑی جماعت سے احادیث کی سماعت فرمائی تھی اور اپنی ذاتی صلاحیتوں سے بہت کچھ حاصل کیا۔ آپ نے محمد بن صرما' قاضی ابوالفضل اموی' ابوالقاسم بن البنا' حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر' ابوبکر بن الزاغونی' ابوالکرام بن شہرزوری اور اس طبقے کے دوسرے علماء سے اکتساب فیض حاصل کیا۔ آپ کو علم معرفت میں مہارت تھی۔ لیکن علم حدیث کی طرف توجہ اس سے بھی زیادہ تھی۔

حافظ محمد بن عبدالواحد حنبلی فرماتے ہیں آپ کو بغداد کے مشرقی محلہ حلبہ کی طرف نسبت کی وجہ سے حلبی کہا جاتا تھا میں نے بغداد میں آپ جیسا بیدار مغز معاملہ فہم اور اپنے مقصد کے لئے رواں دواں کوئی شخص نہیں دیکھا تھا۔

آپ زاہد' عابد' ثقہ اور متقی تھے اور حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ کی اولاد میں سے آپ کا مقام زیادہ تھا۔ آپ نے ان مناصب وامارات کو قبول نہیں کیا جن کو انہوں نے قبول کر لیا تھا آپ دنیا سے کم حصہ لینے والے اور امیر آخرت کی طرف توجہ کرنے والے تھے۔ آپ نے بہت لوگوں سے سماع کیا اور آپ سے بھی اس طرح سماع کیا گیا۔ منکسر المزاجی' صبروشکر' اخلاق حسنہ اور عفت شعاری آپ کا شعار تھا۔ شرم وحیا کا پیکر مجسم تھے۔ حافظ ابن رجب طبقات میں لکھتے ہیں کہ آپ نے مسلسل 30 سال قطعی طور پر آسمان کی طرف نظر اٹھا نہیں دیکھا۔ آپ نے ایسا شرم وحیا وخشیت الٰہی کی بنیاد پر کیا تھا آپ نے ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی جو جلاء الخواطر کے نام سے معروف ہے۔

آپ کا وصال 6 شوال 603 ہجری کو ہوا اور بغداد میں باب حرب کے اور حضرت امام احمد بن حنبل کے قرب میں مدفون ہوئے۔

اولاد:

آپ کے ہاں پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔

۱۔ حضرت ابو صالح نصر قاضی القضاہ

۲۔ حضرت شیخ ابو محمد اسماعیل

۳۔ حضرت شیخ ابو المحاسن فضل اللہ

۴۔ حضرت شیخ ابو القاسم عبد الرحیم

۵۔ حضرت شیخ جمال اللہ حیات المیر

۶۔ حضرت بی بی سعادۃ

۷۔ حضرت ام محمد عائشہ

حضرت شیخ ابو صالح نصر قاضی القضاۃ
بن حضرت شیخ سیّدنا حافظ عبدالرزاق

نام عبداللہ نصر کنیت ابو صالح لقب عماد الدین آپ 12 ربیع الاول 562 ہجری بغداد میں پیدا ہوئے والد کا نام حضرت شیخ سیّدنا حافظ عبدالرزاق اور والدہ کا نام تاج النساء بنت فضائل الترکینی تھا۔ آپ کی والدہ حدیث کی عالم اور خیر و برکت والی خاتون تھیں۔ ابتداء میں تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ علم حدیث اور فقہ شیخ عبدالوہاب سے پڑھی فتوی اور علم مناظرہ میں ید طولی رکھتے تھے صاحب شرف و فکر اور بہت بڑے محقق تھے۔ فقیہ ذی فہم' شگفتہ مزاج' شریف الطبع اور متواضع شخصیت کے حامل تھے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو کبھی خوف زدہ نہ ہوئے تھے۔ آپ مدینہ السلام میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہو کر فتویٰ دیتے رہے۔ 622 ہجری میں خلیفہ ظاہر بامر اللہ نے اس عہدے پر فائز کر کے خلعت و سواری عطا کی۔ آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے پیکر تھے۔ آپ اپنی مجلس میں لوگوں کو حدیث سناتے اور لکھواتے تھے۔ جمعہ کے دن جامع مسجد تک پا پیادہ تشریف لے جاتے دربار خلافت میں خلیفہ کے حکم سے فیصلے صادر کرتے اور اپنے اخلاق و سیرت پر اس طرح قائم رہے جس طرح اس عہدے پر فائز رہنے سے پہلے تھے۔ خلیفہ کی پوری زندگی میں آپ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے اور جب مستنصر باللہ خلیفہ ہوا تو آپ صرف 4 ماہ اپنے عہدے فائز رہے۔ 23 ذیقعد 623 ہجری میں آپ کو معزول کر دیا گیا آپ سلسلہ قادریہ میں اپنے والد سے بیعت تھے۔ آپ اپنے جد امجد شیخ عبدالقادر گیلانیؒ کے مدرسے کی متولی تھے۔ آپ بے خوفی سے فتویٰ دیتے۔ بدمذہب لوگوں سے واسطہ نہ رکھتے تھے۔ خلیفہ وقت کو غلطی پر گرفت میں لیتے تھے دربار خلافت میں اثر و رسوخ رکھنے والے کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ آپ کا ایک واقعہ بہت معروف ہے۔

ایک مرتبہ وزیر قمیؒ کے مکان پر حکومت کے نظم و نسق کے سلسلہ میں کچھ تحریر کر رہا تھا وہاں محمد بن منتخب محدث ابن زہیر منصف بھی موجود تھے۔ اچانک ایک ذی وقار شخص عمدہ لباس پہنے مکان میں داخل ہوا اور پوری جماعت اس کو سلام کر کے اس کی خدمت میں مصروف ہوگئی۔ میں نے بھی

یہی تصور کر کے یہ بہت بڑا فقیہ ہ۔ ان لوگوں کا اتباع کیا۔ لیکن میں نے ان لوگوں سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ تو ابن کرم یہودی ہے جو ٹیکسال کا گورنر ہے اور دربار خلافت میں اس کا بڑا عمل دخل ہے۔ پھر جب وہ لوگوں کے پاس سے گزر کر میرے مقابل چبوترے پر بیٹھ گیا تو میں نے اس سے کہا کہ اس جگہ سے کھڑا ہو جا اور جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے کہا ہلاکت تیرا مقدر ہو تو جب داخل ہوا تو میں تجھے ایک مسلمان فقیہ سمجھ کر تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا تھا حالانکہ فقیہ ہونا در کنار تو مسلمان بھی نہیں ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ میرے سامنے سے دفع ہو جاؤ یہ سن کر وہ خاموشی سے چلا گیا۔ دربار خلافت سے میرا کچھ وظیفہ مقرر ہوا تھا جو میں بدرم کے مقام پر جا کر وصول کرتا تھا لیکن ایک سال اتفاق سے ایسا ہو گیا کہ مقررہ دن کو امام احمد بن حنبل کے مزار پر چلا گیا۔ واپسی پر وظیفہ وصول کرنا چاہا تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ کا وظیفہ تو ابن کرم یہودی کے پاس ہے وہاں سے جا کر وصول کریں۔ لیکن میں نے فیصلہ کر لیا کہ ایک کافر سے اپنا وظیفہ طلب کرنے ہرگز نہیں جاؤں گا۔ پھر اللہ کے بھروسہ پر اشعار پڑھتا ہوا گھر آ گیا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ وہ ملعون ختم کر دیا گیا۔ خلیفہ ناصر کے انتقال کے بعد اس کے لئے ظاہر نے جو کہ ایک صالح اور متقی شخص تھے جن کے بارے میں ابن کثیر نے کہا ہے کہ وہ بنو عباس میں عمر بن عبدالعزیز کا مماثل تھا۔ قاضی القضاۃ کی ذمہ داری پھر شیخ ابو صالح نصر کو دے دی لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تک تم ذوی الارحام کو وراثت میں شامل نہیں کرو گے میں ہرگز یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ خلیفہ نے آپ کی یہ بات مان لی اور حقداروں کو حق پہنچانے کا حکم دے دیا۔ اوقاف عام کا بھی آپ کو نگراں مقرر کیا گیا اور ہر قسم کا اختیار دے دیا گیا۔ آپ ان مدارس حنفیہ جامع السطان اور جامع ابن المطلب میں ہر قسم کی ترمیم کا اختیار رکھتے تھے۔ بغداد کی عظیم درسگاہ نظامیہ کے منتظم بھی آپ تھے۔ آپ کے دور القضاۃ میں باب العدل پر اذان ہوئی اور باجماعت نماز ادا کی جاتی۔ آپ روئی کا لباس پہنتے اور مقدموں پر غور و خوض کے بعد فیصلہ دیتے۔ اسلاف کے نقش قدم پر چلتے اور شدت سے حق پر قائم رہتے۔ جب مستنصر نے آپ کو معزول کیا تو آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

حمدت الله عزوجل لماء قضى لى بالخلاص عن القضاء و
لامستنصر المنصور الشكر. واد عوفوق معتاد الدعاء

ترجمہ: میں خدائے عز و جل کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے قضاء کے عہدے سے رہائی

عطا کر دی۔ میں مستنصر کا بھی شکر گزار ہوں اور اس کے لئے تمام دعا کرنے والوں سے زیادہ دعا گو ہوں۔

ابن رجب کے مطابق آپ اپنے خاندان میں سب سے پہلے قاضی القضاۃ کے عہدے میں فائز ہوئے آپ نے علم فقہ میں ایک کتاب ''ارشاد المبتدین'' بھی لکھی بہت سے لوگوں نے آپ سے علم فقہ سیکھا اور فائدہ حاصل کیا۔ آپ کے تفقہ کا اعتراف کرتے ہوئے صرصری نے آپ کی مدح میں قصیدہ لامیہ لکھا جس کا ایک شعر:

ونی عصر ناقل کان فی الفقہ قدوۃ ابو صالح نصر لوکل تو سل

ترجمہ: اس وقت فقہ میں شیخ ابو صالح نصر وقت کے امام ہیں اور وہ ہر ایک مقصد کے معین و مددگار ہیں۔

آپ کی رحلت 6 شوال المکرم 633 ہجری کو بغداد شریف میں ہوئی۔ باب حرب میں مدفون ہوئے۔

اولاد:

۱۔ حضرت سیّد ابو نصر محمد محی الدین
۲۔ حضرت سیّد عبد الجبار
۳۔ حضرت سیّد نصیر الدین
۴۔ حضرت سیّد داؤد
۵۔ حضرت سیّد ابو موسیٰ یحییٰ
۶۔ حضرت سیّد جمال الدین
۷۔ حضرت سیّد قاسم

حضرت سیّد ابونصر محمد محی الدین قطب عالمؒ
بن حضرت سیّد ابوصالح نصر قاضی القضاۃ

آپ بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام ابونصر محمد ہے۔ کنیت ابوعبداللہ ہے۔ تعلیم و تربیت اپنے والد حضرت سیّد ابوصالح نصر سے حاصل کی۔ والد کے علاوہ حسن بن علی بن مرتضیٰ العلوی، ابواسحاق یوسف بن ابی حامد، ابوالفضل محمد بن عمر اروی جیسے اساتذہ سے حدیث سنی۔ آپ نہایت جلیل القدر عالم و زاہد اور متورع تھے۔ اپنے جد امجد حضرت غوث اعظمؒ کے مدرسہ میں درس تدریس میں مشغول رہتے۔ تاحیات علمی مشاغل سے وابستہ رہے۔

آپ اعلیٰ درجے کے محقق، محدث اور مدرس تھے۔ عظیم فقاہت کی بنا پر عراق کے مفتی مقرر ہوئے۔ جس وقت آپ کے والد قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے تو آپ کو دارالخلافہ میں مسند عدالت پر سرفراز کیا گیا لیکن آپ صرف ایک ہی مرتبہ عدالت میں بیٹھے اس کے بعد استعفیٰ دے کر باب الازج کے مدرسہ میں درس دینے لگے۔ پھر تقویٰ کے پیش نظر قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول نہیں فرمایا۔ آپ اپنے جد امجد حضرت غوث اعظمؒ کے بہت مشابہ تھے۔

آپ کا وصال 12 شوال بروز دوشنبہ 656 ہجری کو ہوا اور حضرت غوث اعظمؒ کے مدرسہ کے احاطے میں مدفون ہوئے۔

اولاد:

۱۔ حضرت سیّد عبدالقادر ثانی
۲۔ حضرت سیّد عبداللہ محی الدین ثانی
۳۔ حضرت سیّد ظہیر الدین
۴۔ حضرت سیّد ابوسعید

حضرت سیّد عبداللہ محی الدین ثانیؒ

اسم مبارک: عبداللہ

لقب: محی الدین

ولادت باسعادت: 601ھ، 1205ء، بغداد شریف

وصال شریف: 15 رجب، 696ھ، 1300ء، ایران

آپ کی ولادت با سعادت بغداد شریف میں ہوئی۔ آپ نے پانچ ربیع الثانی 642ھ، 1297 میں بغداد شریف سے ملک فارس ایران کو ہجرت فرمائی اور اسی ملک میں بود و باش اختیار فرمائی اور یہیں عقد مبارک بھی فرمایا۔

آپ بہت نفیس الطبع بزرگ تھے لباس سادہ ہوتا لیکن ہمیشہ صاف ستھرا ہوتا جسم کو بھی پاک صاف رکھنے کا بہت اہتمام فرماتے دوسروں کو بھی پاک صاف رہنے کی زبردست تلقین کرتے میلے کچیلے کپڑوں والا کوئی شخص آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تو آپ بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے پاک صاف لباس پہننے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ میلے کچیلے کپڑوں والے صحابہؓ پر ناراض ہوا کرتے تھے۔ لباس بے شک معمولی ہو لیکن پاک صاف ہونا چاہیے جسم کو پاک صاف رکھنا جسم کا انسان پر حق ہے اس لیے آپ کا لقب مطہر پڑ گیا۔

آپ کے زمانے میں لوگوں نے مختلف بیہودہ رسومات اور بدعات کو اختیار کر لیا اور دین اسلام کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ آپ نے دین کے نام پر بے حیائی اور رسومات بد کے خلاف بڑا زبردست جہاد کیا اور لوگوں کو دین کے صحیح رخ پر لانے میں جدوجہد کی اس وجہ سے آپ کو محی الدین ثانی کہا گیا۔ آپ کا وصال ایران میں ہوا۔ آپ کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا اسم مبارک سیّد ابوالفضل احمد جیلیؒ رکھا گیا۔

حضرت سیّد ابوالفضل احمد بن
حضرت سیّد عبداللہ محی الدین ثانیؒ

آپ 653 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات 15 شوال 772 ہجری کو ہوئی۔ آپ والد کے پہلو میں مدفون ہیں۔

اولاد:

سیّد ابو یوسف شمس الدین محمد شاہ جیلی

حضرت سیّد ابو یوسف شمس الدین محمد شاہ جیلی
بن حضرت سیّد ابوالفضل احمد

آپ 25 محرم 685ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات 11 ذیقعد 745ھ کو ہوئی آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور حدیث بھی بیان کی۔ آپ پیر طریقت اور رہبر شریعت تھے۔ آپ بہت بڑے صاحب کرامات تھے جو کہ بچپن ہی میں آپ کی کرامات کا ظہور شروع ہو چکا تھا۔

اولاد:

۱۔ ابوالمحاسن سیّد عباس جیلی عرف مسعود

۲۔ حضرت سیّد حسن شاہ

حضرت سیّد ابوالمحاسن عباس جیلی
بن حضرت سیّد ابو یوسف

آپ ماہ رمضان 715 ہجری کو پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات یکم جمادی الاول 815 ہجری کو ہوئی آپ نے علوم حدیث اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ آپ مقام ولائت پر تھے۔ آپ کی کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔ آپ رزق حلال کی تبلیغ کرتے۔ آپ عابد زاہد اور تہجد گزار تھے۔

اولاد:

۱۔ سیّد علی جیلی

۲۔ سیّد میمون

۳۔ سیّد حسن

حضرت سیّد علی جیلی
بن ابوالمحاسن سیّد عباس جیلی

آپ 757 ہجری میں پیدا ہوئے آپ کی وفات بغداد میں 852 ہجری کو ہوئی۔ آپ کو خرقہ خلافت و ولائیت والد صاحب کی طرف سے عطا ہوا۔ آپ نے ایک بار ارادہ ترک دنیا کیا مگر ایک مجذوب نے آپ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ آپ باطنی علوم کے لئے ثمرقند گئے اور مشائخ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ صاحب کشف تھے۔

اولاد:

سیّد محمد علی ثالث جیلی

حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی غوث اعظمؒ

حضرت شیخ سیدنا عبدالرزاق تاج دین

حضرت شیخ سیدنا ابو صالح نصر قاضی القضاۃ

حضرت سید ابونصر محمد محی الدین قطب عالم

حضرت سید عبداللہ محی الدین ثانی

حضرت سید ابوالفضل احمد جیلی

حضرت سید ابو یوسف شمس الدین محمد شاہ جیلی

حضرت سید ابوالحاسن عباس جیلی عرف مسعود

حضرت سید علی جیلی

حضرت سید محمد علی ثالث جیلی

حضرت ابوالحسن علی قاری سید آغا بدیع الدین شہید

حضرت سیّد محمد علی ثالث جیلی
بن حضرت سیّد علی جیلی

آپ کی پیدائش 11 ربیع الاول 835 ہجری میں ہوئی۔ آپ 33 سال کی عمر میں فارس کے مشہور شہر اصطخر سے بغداد کو ہجرت کی اور یہیں مقیم رہے۔
آپ باب حرب میں مدفون ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی۔
آپ قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین تھے۔ آپ بلند مرتبہ تھے۔ آپ چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت کرتے تھے۔ خود بھی شریعت کی پابندی کرتے اور مریدین کو بھی تلقین کرتے۔
آپ معرفت کے میدان میں کامل تھے۔ بہت اچھا وعظ کہتے اور لوگ آپ کو سننے کے لئے دور دراز سے تشریف لاتے۔ آپ صاحب کشف تھے جو کوئی اپنے ذہن میں خیال لاتا کہ اب اس موضوع پر بیان کریں آپ خود تبدیل کر لیتے لوگ حیران رہ جاتے۔
جو کوئی بھی اپنا مسئلہ لے کر آتا اس کے بتانے سے پہلے خود بتا دیتے اور دعا کرتے آپ کی دعا فوراً پوری ہو جاتی تھی۔

اولاد:

حضرت ابوالحسن علی قاری سیّد آغا بدیع الدین شہیدؒ

حضرت ابوالحسن علی قاری سیّد آغا بدیع الدین
المشہور شہید بادشاہ بن حضرت سیّد محمد علی ثالث جیلی

آپ کا نام علی کنیت ابوالحسن لقب بدیع الدین تھا۔ حضرت ابوالحسن علی قاری سیّد آغا بدیع الدین شہید 912 ہجری کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب 10 واسطوں سے شیخ عبدالقادر گیلانی غوث اعظمؒ تک اور 21 واسطوں پر حضرت امام حسنؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ نہایت مجاہد، عالم ماہر، فاضل متجر، محدث، فقیہہ تھے۔ درود و سلام، وظائف شب خیزی اور مناجات میں منہمک رہتے تھے۔ آپ اپنے جدامجد سیّدنا غوث اعظمؒ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے قاری اور حافظ القرآن تھے۔ ہمایوں بادشاہ قنوج کی لڑائی میں جو مئی 1540ء کو ہوئی شیر شاہ سوری سے شکست کھا گیا۔ اس نے ہمایوں کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ کے بعد ہمایوں کی طویل جلاوطنی کا دور شروع ہوا۔ اور شیر شاہ سوری دہلی اور آگرہ پر قابض ہو گیا۔ ہمایوں اپنے 42 ہمراہیوں سمیت ایران بھاگ گیا وہاں اس نے شہنشاہ طہماسپ والئے ایران سے پناہ کی درخواست کی۔

شہنشاہ ہمایوں نے اپنے ایام جلاوطنی میں متعدد مقامات کی زیارت کی جب آپ بغداد شریف میں سیّدنا قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی غوث اعظمؒ کے مزار مبارک پر پہنچے تو وہاں درگاہ عالیہ کے سجادہ نشین حضرت سیّد محمد علی جیلی سے ملاقات کے وقت یہ درخواست کی کہ وہ اپنی اولاد میں کسی عظیم شخصیت کو بطور مذہبی پیشوا ہمارے ہمراہ کر دیں تاکہ موجب خیر و برکت اور فتح نصرت بھی ہوں اور فوج میں اسلامی جذبہ و جوش بھی پیدا ہو۔ حضرت سیّد محمد علی جیلی نے شہنشاہ ہمایوں کی درخواست قبول کرتے ہوئے حضرت ابوالحسن علی قاری سیّد آغا بدیع الدین کو آپ کے ہمراہ بھیج دیا۔ یہ واقعہ 944 ہجری کا ہے۔ شہنشاہ طہماسپ نے ہمایوں کو 12 ہزار فوج اور بے شار ساز و سامان دینے پر شرط رکھی کہ پہلے کابل اور قندھار کو فتح کرکے ایرانی حکومت کے حوالے کر دیا جائے۔ ہمایوں نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ ہمایوں نے 1545ء میں قندھار اور کابل کو فتح کرنے کے بعد ہندوستان پر حملہ کر دیا اور بیرم خان کی مدد سے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ شیر شاہ سوری

1545ء میں فوت ہو چکا تھا۔

شہنشاہ ہمایوں نے مذہبی امور اوقاف اور عدل و انصاف کے محکمے حضرت ابوالحسن علی قاری سیّد آغا بدیع الدین کے سپرد کر دیئے۔ اس وقت اس علاقے میں جو پرگنہ میگلدی کے نام سے مشہور تھا اسلام کی روشنی نہیں پہنچی تھی اور ہر طرف تاریکی اور ظلمت چھائی ہوئی تھی۔ شرک اور بت پرستی کا دور دورہ تھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا سے یہ علاقہ نا آشنا اور محروم تھا۔ آپ نے اشاعت اسلام کے لئے یہ علاقہ منتخب فرمایا اور یہاں کی راجپوت، جاٹ، گوجر اور ملہی اقوام سے اسلام کی تبلیغ کا کام شروع کیا۔ جس سے اس علاقے کی تمام گوجر برادری حلقہ بگوش اسلام ہو گئی اس کے بعد پھر دیگر اقوام میں بھی اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں یہ علاقہ صدائے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے گونج اٹھا۔ آپ نے یہاں اسلام کی تبلیغ اور رشد و ہدایت کا کام جاری رکھا اور دعوت اسلام سے لادین لوگوں کو اسلام سے مشرف کیا۔

شہنشاہ ہمایوں کو زیادہ دیر تک برصغیر کی حکومت کرنا نصیب نہ ہوئی۔ کوئی چھ ماہ بعد ہی وہ دہلی میں اپنی لائبریری کی سیڑھیوں سے اترتا ہوا گر پڑا اور 26 جنوری 1556ء کو راہی ملک عدم ہوا۔ شہنشاہ ہمایوں کی موت کی خبر ملتے ہی اکبر بادشاہ اپنے اتالیق بیرم خان کے ہمراہ دہلی کو روانہ ہوا اور بمقام کلانور جو چک قاضیاں گاؤں سے تقریباً 18 میل دور نالہ کرن کے پاس ایک مشہور قصبہ ہے وہاں پہنچ کر رسم تاج پوشی ادا کی۔ یہ چبوترہ اب تک کلانور میں موجود ہے۔ جاتے وقت اکبر بادشاہ نے اس علاقے پر حکمرانی کے تمام اختیارات اور اسلامی فوج کی قیادت حضرت ابوالحسن علی قاری سیّد آغا بدیع الدین کو سونپی۔

شہنشاہ ہمایوں کی وفات کے بعد تمام ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ شروع ہو گیا چنانچہ پنجاب میں سکندر سوری نے مشرق میں عادل شاہ نے اور دہلی میں ہیموں بقال نے علم بغاوت بلند کر دیا اس سے مقامی ہندو راجاؤں اور ملہی جاٹوں کے حوصلے بھی بڑھ گئے اور وہ بھی بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ جب انہوں نے یہ سمجھا کے اب اسلامی علاقہ کو فتح کرنا آسان ہے تو انہوں نے فوج کشی کر دی۔ اکبر بادشاہ نے ایران سے آنے والے لشکر کو مقابلہ کے لئے بھیج دیا۔ موضع بلاقی چک دریائے راوی کے کنارے دونوں لشکروں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ جمیل بیگ اور آغا بدیع الدین نے دشمنوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ اہل اسلام نے

نیزہ اور تلواروں سے دشمنوں کی خوب دھنائی کی۔ جمیل بیگ اس معرکہ میں شہید ہوا اسے کلانور میں دفن کیا گیا۔ آغا بدیع الدین نے لڑائی میں وہ کمال دکھایا کہ دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا۔ آپ کی کامیابی پر اکبر بادشاہ بہت خوش ہوا اور آپ کو اعزاز سے سرفراز فرمایا۔

کچھ عرصہ بعد آپ نے معین الدین پور مدینہ (گجرات) سے ایک سیدزادی سے نکاح کیا اور وہاں آپ نے قیام فرمایا۔ عرصہ بعد آپ کو اکبر بادشاہ نے بلایا اور آپ کو پرگنہ منگڑی کا قاضی مقرر کیا۔ آپ کو اراضی عطا کی اور وظیفہ مقرر کیا اور آپ کے لئے اور اہل وعیال کے لیے ایک گاؤں تعمیر کروایا اس کا نام اکبر بادشاہ نے اپنے نام پر اکبر پور مبارک رکھا۔ آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اکبر پور مبارک میں رہائش پذیر ہوئے اور اپنے فرائض منصبی بھی احسن طریقے سے انجام دیتے رہے۔ آپ نے گاؤں میں مدرسہ مسجد اور لائبریری تعمیر کروائی اور اسلام کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ آپ نے غیر مسلموں کو مسلمان کیا اور انہیں احکام دین سکھائے۔ آپ ہر وقت خرقہ مشائخ عربی پہنا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کو آغا صاحب کے لقب سے پکارنا شروع کر دیا۔ سکھ اور ہندو آپ کی اسلامی تعلیمات اور درس وتدریس سے نالاں تھے اور ہر وقت تاک میں رہتے کہ یہ سلسلہ اب ختم ہو جانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک دن یہاں سب مسلمان ہی ہوں اور سکھ و ہندو نہ رہیں۔ راجاؤں اور ملچی جاٹوں نے جہاں پر مسلمانوں کی تعداد قدرے کم تھی۔ وہاں ان کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ 983 ہجری میں جب دشمن نے دیکھا کہ یہاں اسلامی فوج کی تعداد برائے نام ہے تو اس نے مقامی راجاؤں اور ملچی جاٹوں کو اپنے ساتھ ملا کر مٹھی بھر اسلامی لشکر کو پوری طرح سے اپنے نرغے میں لے لیا اور ہر طرف مکمل طور پر ناکہ بندی کر دی حتیٰ کہ جانوروں کے لئے پانی اور چارہ اور انسانوں کے لئے اشیا خورد ونوش کے حصول کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔ مسلمان ہندو راجاؤں اور ملچی جاٹوں سے مار کھا کر آئے اور کہا ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ لہذا آپ ہماری مدد فرمائیں۔ اگر آپ ہماری مدد نہ فرمائیں گے تو وہ لوگ باقی ماندہ کو بھی قتل کر دیں گے۔ یہ عرض سن کر حضرت ابوالحسن علی قاری ان کی مدد کے لئے سوار ہوئے۔ آپ نے تحفظ اسلام کی خاطر اپنے مٹھی بھر جانثاروں کو ساتھ لے کر ایسے سپاہ گری کے کارنامے دکھائے کہ دشمن خوف زدہ ہو گئے۔ حضرت ابوالحسن قاریؒ اپنے مورث اعلیٰ سیّدنا امام حسینؓ کی مانند شجاعت دیتے ہوئے ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے اور آپ کا جسم زخموں سے چور ہو چکا تھا کہ دشمن نے آپ کو شہید کر دیا۔ یہ علاقہ تھانہ شاہ غریب موضع گھونہ

تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور (حال ضلع ناروال) تھا۔ آپ کی شہادت 12 شوال بروز پیر 983 ہجری کو ہوئی۔ باوجود کہ سر مبارک تن سے جدا ہو چکا تھا تو بھی جسم اطہر بغیر سر کے بدستور لڑتا رہا اور کفار کو قتل کرتا رہا۔ دو میل تک برابر یہی حال رہا راستے میں ایک گاؤں خانو ملہی کے لوگوں نے آہ و بکاہ کی کہ دیکھو جسم مبارک بغیر سر کے لڑ رہا ہے۔ حضرت سید ابوالحسن علی قاری کی آواز سنائی دی کہ آپ کے اس عمل کی وجہ سے آپ کے گاؤں کی اشیاء خورد و نوش میری اولاد پر حرام ہوگئی۔ لڑتے لڑتے جب آپ موضع سہاری پہنچے تو آپ نے گھوڑے سے پکھ کہا آپ کا جسم مبارک نیچے آ گیا۔ زمین نے آپ کے جسم اطہر کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔ جسم اطہر کا مزار موضع سہاری اور سر مبارک کا مزار موضع گھونہ شریف میں ہے جہاں آپ نے شہادت پائی اس طرح ابوالحسن علی قاری سید آغا بدیع الدین شہیدؒ کے دو مزار ہیں دونوں مزاروں کا درمیان فاصلہ تقریباً 2 میل ہے۔

حدیث شریف:

شہید کو اسی حالت میں اسی مقام پر دفن کیا جائے جہاں اس نے شہادت پائی ہو۔

آپ کے گھوڑے کا مزار موضع ببرال فتوال میں ہے۔ اس مزار کو شادی شہید کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپ کے مزار مبارک سر اقدس موضع گھونہ شریف کی تعمیر کا کام آپ کے خاندان کے 16 پشت بعد سید سخاوت علی گیلانی بن حاجی سید مبارک علی شاہ نے آپ ہی کے حکم پر شروع کرایا۔ دربار کی تعمیر کا کام 1999ء میں شروع ہوا۔

کرامات آغا شہیدؒ

۱۔ آغا شہید جذبہ جہاد سے اس قدر سرشار تھے کہ دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے آپ کا سر مبارک تن سے جدا ہوگیا تو آپ کے جسد مبارک نے بغیر سر کے دشمنوں کا تعاقب جاری رکھا اور دو میل تک موضع سہاری پہنچ گئے۔ وہاں آپ گھوڑے سے نیچے آئے اور زمین نے آپ کے جسد مبارک کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔ سر مبارک اسی جگہ دفن ہے جہاں آپ نے شہادت پائی اور جسم اطہر موضع سہاری میں ہے۔ ان دونوں مزاروں کا درمیان فاصلہ دو میل ہے۔

۲۔ آغا شہید کے مزار پر انوار قطرات رحمت کی بارش ہوتی ہے اور کئی حضرات نے بچشم خود اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

۳۔ آغا شہید کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد جب سیّد موسیٰ جیلی جو اپنے وقت کے عالم باعمل اور اپنے دادا کے مزار مبارک کے سجادہ نشین تھے ان دنوں اکبر بادشاہ کا گزر آغا شہید کے مزار کے قریب سے ہوا اس نے آغا شہید کی آواز سنی تو وہ حیران ہوگیا۔ گھوڑے سے اتر کر مزار مبارک پر پہنچا وہاں دعا کی اور آغا شہید کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اکبر بادشاہ نے بعدازاں سجادہ نشین سیّد موسیٰ جیلی کی خدمت میں سونے اور چاندی سے بھری تھیلیاں نذر کیں اور پرگنہ مینگلوی کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا اور اس علاقے کی قضاۃ سیّد آغا شہید کی اولاد کے لئے مخصوص فرمائی۔

۴۔ 1916ء میں تھانہ شاہ غریب تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور (حال ضلع نارووال) میں ایک پولیس انسپکٹر سیّد اکبر علی شاہ تھا اس کا تعلق بٹالہ شہر کی شاخ گیلانیاں گھجوری دروازے سے تھا۔ تھانہ شاہ غریب میں ایک رات وہ محو خواب تھا کیا دیکھتا ہے کہ ایک بزرگ اس کے پاس آئے ہیں اور اپنا تعارف کروایا کہ میں ابوالحسن علی قاری سیّد آغا بدیع الدین شہید ہوں اور تم میری اولاد میں سے ہو۔ میں گھوتہ کی وہ زمین جس میں جھاڑیاں بنی ہوئی ہیں مدفون ہوں۔ جگہ کی نشاندہی بھی کروائی اور کہا کہ یہاں میری قبر تعمیر کرو۔

صبح انسپکٹر سیّد اکبر علی شاہ نے اہلیان گھوتہ کو اکٹھا کیا اور وہاں لے جا کر نشاندہی کروائی۔ ایک بزرگ جن کی عمر تقریباً 100 سال تھی اور ذات جاٹ تھی کہا کہ یہ جگہ جنگلی بیریوں کی

ہمارے ہاں آسیب زدہ کہلاتی ہے اور کوئی جانور یا مرد و عورت اس جگہ نہیں جاتے۔ تھانیدار نے کہا کہ یہ جگہ آسیب زدہ نہیں بلکہ ہمارے ایک بزرگ کی ہے جب جھاڑیوں کی کٹائی ہوئی تو وہاں سے اینٹوں کا ایک چبوترہ نکل آیا وہاں مزید اینٹیں لگائی گئیں گاؤں والوں نے پانچ مرلہ زمین مزار مبارک کو وقف کر دی۔ انسپکٹر سیّد اکبر علی شاہ وہاں اکثر جاتے رہتا۔ بعد میں ایک ایکسیڈنٹ ہونے سے انسپکٹر سیّد اکبر علی شاہ بحالت صوم شہادت پا گئے۔

۵۔ عاشق حسین جٹ موضع گھونہ تھانہ شاہ غریب تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال کا رہائشی ہے۔ مزار مبارک سر اقدس سیّد آغا شہید کا مجاور بھی ہے نے بتایا کہ مجھے بھی 1985ء میں شوق ہوا کہ آغا شہید کے مزار مبارک پر کچھ کام کروں۔ اینٹیں منگوا کر مزار مبارک پر لگوا دوں میں اس نیت سے جب مزار پہنچا کہ حساب لگاؤں تو کیا دیکھتا ہوں کہ مزار مبارک پر ایک اژدھا بیٹھا ہے اور میری طرف دیکھ رہا ہے۔ رات خواب میں مجھے آغا شہید نے کہا کہ آپ ایسا کام نہ کریں۔ صبح جب میں دربار پر پہنچا تو دعا کی اگر مجھ سے یہ کام نہیں کروانا چاہتے تھے تو ٹھیک ہے میں اپنا ارادہ تبدیل کئے دیتا ہوں مگر مجھے آپ کسی آزمائش میں مبتلا نہ کریں۔

۶۔ رحیم آباد گاؤں کا ایک آدمی مزار مبارک پر آیا اور موضع گھونہ کے آدمیوں کو کہا کہ میں ڈھیر شریف والوں کا مرید ہوں اور مجھے میرے پیروں نے کہا ہے کہ آپ کے نزدیک ہمارے بزرگ مدفون ہیں۔ آپ وہاں مزار مبارک پر کچھ کام کروائیں لہذا میں کچھ کام کروانے لگا ہوں۔ چند روز بعد اس آدمی نے اینٹیں منگوائیں اگلے روز جب کہ کام شروع ہونا تھا وہاں اینٹیں نہ ملیں کچھ دور دور بکھری پڑی تھیں۔ جب وہاں کھدوائی کروانا شروع کی تو فوراً وہاں سے سانپ نکلنا شروع ہو گئے تو وہ آدمی وہاں سے بھاگ گیا۔

۷۔ عاشق حسین جٹ کی زبانی ایک واقعہ ایک دن ہمارے گھر مہمان آ گئے۔ میرا چھوٹا بیٹا عابد ان کے سامنے شرارتیں کرنے لگا اور ہمیں تنگ کرنے لگا میں نے عابد سے کہا کہ تم آغا شہید کے مزار پر جاؤ اور جانوروں کو چارہ ڈالو۔ مزار مبارک کے قریب چارہ کاٹنے والا ٹوکا لگا ہوا تھا اور جانور بھی وہاں تھے۔ میں نے سوچا کہ یہ لڑکا ابھی چھوٹا ہے اور یہ کام اس سے نہ ہو گا مگر گھر سے وہاں جانے سے گھر پر سکون ہو گا اور میں مہمانوں سے گپ شپ لگا لوں گا۔ لیکن بیٹا گھر سے بخوشی نکلا اور مزار مبارک پر پہنچ گیا۔ وہاں عابد نے جانوروں کو ٹوکے پر تو لگا لیا لیکن چارہ ٹوکے پر نہ لگا سکا اور پریشان ہو گیا کہ اب یہ کام کیسے کروں چند لمحوں بعد ایک خوبصورت بزرگ

سفید کپڑوں میں نظر آئے۔ عابد ڈر گیا کہ تھوڑی دیر تک یہاں کوئی نہ تھا اور نہ اس طرف سے کوئی آ رہا تھا۔ بزرگ نے کہا بیٹا گھبرانے کی کوئی بات نہیں آپ بتاؤ آپ کو یہاں کس نے بھیجا ہے اور وہ خود کہاں ہے۔ عابد نے کہا کہ مجھے ابا جی نے بھیجا ہے اور کہا کہ آغا شہیدؒ کے مزار پر جاؤ اور جانوروں کو چارہ ڈالو۔ میں نے جانوروں کو تو ٹوکے پر لگا لیا ہے لیکن چارہ کو ٹوکے پر نہیں لگا سکتا ہوں۔ بزرگ نے کہا کہ یہ کام میں کر دیتا ہوں۔ میرا نام آغا شہیدؒ ہے اور یہ مزار میرا ہے۔

اب تم جانوروں کو چلاؤ" عابد نے جانوروں کو چلانا شروع کیا تو بابا جی آغا شہید نے چارہ ٹوکے پر لگانا شروع کر دیا اور تمام چارہ کاٹا گیا۔ بابا جی آغا شہیدؒ نے کہا کہ اب تم جانوروں کو کھول کر چارہ والی جگہ پر باندھ لو اور انہیں چارہ ڈالو۔

عابد نے جانوروں کو وہاں سے نکال کر چارہ کھلانے والی جگہ پر باندھ دیا جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو بزرگ بابا جی آغا شہید موجود نہیں تھے۔ عابد خوش ہو گیا کہ جب یہ کام مکمل کر لوں گا تو ابا جی کو بتاؤں گا کہ میں نے یہ کام کر لیا ہے تو وہ بھی خوش ہو جائیں گے۔ پھر عابد نے جانوروں کے آگے چارہ رکھ دیا۔ جانور چارہ کھا رہے تھے کہ عاشق حسین بھی وہاں پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ جانور چارہ کھا رہے ہیں اور عابد نزدیک بیٹھا ہے۔ عاشق حسین نے کہا کہ میں پریشان ہو گیا کہ یہ بچہ اتنا بڑا کام کرنے سے رہا اور یہاں کوئی اور بھی نہیں ہے مگر جانور چارہ کھا رہے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہوا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے عابد کو بلایا اور پوچھا کہ بیٹے یہ کام کس کی مدد سے کیا ہے؟ عابد حسین نے پورا واقعہ سنایا تو میں وضو کر کے آغا شہید کے مزار پر گیا اور فاتحہ پڑھی اور خیال آیا کہ مجھے آپ نے اژدھا دکھایا اور ڈرایا لیکن میرے بچے کو آپ نے دیدار کروایا اور کام بھی کروایا۔

۸۔ سیّد سخاوت علی بن سیّد مبارک علی آف چک قاضیاں نے مزار مبارک سیّد آغا بدیع الدین شہید پر فاتحہ خوانی کے بعد بابا جی سے پوچھا کہ آپ کی خواہش کے مطابق مزار مبارک کی تعمیر تو کر دی گئی ہے اب میری خواہش ہے کہ یہاں سالانہ عرس مبارک بھی منایا جائے۔ لہذا مجھے تاریخ عرس مبارک رکھنے میں دشواری ہے کہ کونسی تاریخ رکھی جائے۔ سیّد آغا بدیع الدینؒ کی آواز سنائی دی کہ بیٹا میری شہادت ۱۲ شوال بروز پیر 983 ہجری کو ہوئی لہذا آپ عرس مبارک کی تاریخ ۱۲ شوال ہی رکھ لیں یا جس طرح آپ کی مرضی۔

۹۔ عاشق حسین جٹ نے ایک اور واقعہ سنایا جو اس طرح ہے کہ میں مزار مبارک

سیدآ غابدیع الدین ؒشہید پر روزانہ چراغ جلاتا تھا ایک دن مجھے ضروری کام سے گوجرانوالہ جانا تھا اور رات کو بھی وہاں قیام کرنا تھا جاتے وقت میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ رات کو مزار مبارک پر چراغ جلانا ہے اس کام میں کوئی کوتاہی نہ کرنا۔ میں گوجرانوالہ اسی صورت میں جاؤں گا اگر آپ وعدہ کریں تو بیوی نے کہا کہ آپ چلے جائیں میں یہ کام ضرور کروں گی۔

شام ہونے سے تقریباً 45 منٹ پہلے بیوی نے اپنے بیٹے عابد حسین کو تیل، روئی اور ماچس دے کر کہا کہ یہ لے جاؤ اور مزار مبارک سیدآ غابدیع الدین ؒشہید پر چراغ جلا آؤ۔ بیٹا عابد سامان لے کر مزار مبارک کو روانہ ہوا کافی دیر بعد عابد حسین گھر آیا تو اس کی والدہ نے پوچھا بیٹا چراغ جلا آئے ہو عابد نے کہا ہاں امی چراغ جلا آیا ہوں۔

عاشق حسین گوجرانوالہ میں رات سکون سے سو رہا تھا کہ شب کے آخری پہر میں خواب میں سیدآ غابدیع الدین شہید کی زیارت نصیب ہوئی۔ عاشق حسین کو بتایا کہ میں سیدآ غابدیع الدین ہوں اور رات میرے مزار پر چراغ نہیں جلایا گیا اور تم ادھر سو رہے ہو اور کچھ نہ کہا اور چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میری آنکھ کھلی تو میں پریشان ہو گیا کہ میں نے گھر والوں سے وعدہ لیا تھا پھر بھی انہوں نے یہ کام نہیں کیا ہوگا جو بابا جی آغا شہید کو یہاں آنا ہوا۔ خوشی بھی ہوئی کہ بابا جی کا دیدار نصیب ہوا مگر پریشانی زیادہ ہوئی کے بابا جی غصے میں تھے اب کیا کروں۔ خیر اس وقت تو کچھ نہیں کر سکتا تھا وہاں سے معافی کا طلب گار رہا۔ جیسے رات گزری میں صبح ہی وہاں سے چل دیا۔ گھر پہنچتے ہی گھر والوں سے پوچھا کہ رات مزار مبارک بابا جی آغا شہید پر چراغ کیوں نہیں جلایا گیا جبکہ میں وعدہ لے کر گیا تھا۔ بیوی نے کہا کہ چراغ جلایا گیا ہے آپ آتے ہی غصہ کر رہے ہیں۔ آپ کو کس نے کہا ہے کہ چراغ نہیں جلایا گیا۔ میں نے کہا پہلے یہ بتاؤ چراغ کون جلانے گیا تھا۔ بیوی نے کہا کہ میں نے عابد حسین کو تیل روئی اور ماچس دے کر شام سے پہلے ہی بھیج دیا تھا اور واپس آ کر مجھے کہا کہ میں چراغ جلا آیا ہوں۔ میں نے عابد حسین کو گھر بلوایا اور اس سے پوچھا اس نے کہا کہ میں رات کو چراغ خود جلا کر آیا ہوں۔ میں نے غصے میں کہا تم جھوٹ بولتے ہو سچ بتاؤ۔ پھر بیوی نے کہا کہ آپ کو کس نے کہا کہ چراغ نہیں جلایا گیا۔ میں نے کہا کہ پہلے عابد حسین سے پوچھ لو پھر بتاؤں گا۔ عابد حسین نے کہا کہ میں سامان لے کر گھر سے نکلا تو باہر میرے دوست کھیل رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا کہ میں بھی ان کے ساتھ کھیل لوں بعد میں مزار پر جاؤں گا۔ مگر کھیلتے کھیلتے اندھیرا

ہو گیا اور پھر ڈر کی وجہ سے میں مزار پر نہیں گیا۔ تیل اور روئی باہر پھینک کر گھر آ گیا اور والدہ کے پوچھنے پر جھوٹ کہہ دیا کہ میں جلا آیا ہوں۔ پھر میں نے رات والی خواب سنائی۔ اب تو سب گھر والے سیّد آغا بدیع الدینؒ شہید کے معتقد ہیں گھر سے کوئی بیمار ہو وہاں سے مٹی لے آتے ہیں اور کھا لینے سے آرام آ جاتا ہے۔

۱۰۔ جسم اطہر مبارک سیّد آغا بدیع الدین شہید کا مزار مبارک موضع سہاری تھانہ شاہ غریب تحصیل شکر گڑھ میں ہے۔ وہاں مزار مبارک پر سہاری کا ایک آدمی ردلو ملک چراغ جلاتا تھا اور خدمت کرتا تھا۔ کافی عرصہ تک یہ آدمی اپنی ڈیوٹی انجام دیتا رہا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کو آغا بدیع الدینؒ شہید کے مزار مبارک کے احاطے میں دفن کیا گیا اس کے گھر والوں نے اب آغا سیّد بدیع الدینؒ شہید کے مزار پر چراغ جلانے کی بجائے اپنے والد کی قبر پر چراغ جلانا شروع کر دیا۔ کچھ دن گزرے ایک دن مغرب کی نماز ساتھ والی مسجد میں ادا کرنے کے بعد لوگ گھروں کو گئے تو ایک آدمی جس نے اپنے منہ کو ڈھانپ رکھا تھا امام مسجد کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آغا سیّد بدیع الدین شہید کے مزار پر چراغ نہیں جلایا جا رہا اور باہر نئی قبر پر چراغ جلایا جا رہا ہے آپ ایسا کرنے والوں کو منع کریں کہ چراغ آغا سیّد بدیع الدین شہید کی قبر پر ہی جلایا جائے۔ امام مسجد نے کہا کہ میں ان کو تو کہہ دوں گا مگر وہ نہ مانے تو پھر کیا ہو گا اور دوسرے آپ یہ بتائیں کہ آپ ہیں کون؟ جب اس آدمی نے چہرے پر سے چادر کو ہٹایا تو امام مسجد نے کہا کہ ملک صاحب آپ کو تو فوت ہوئے کچھ دن ہو گئے ہیں پھر یہ کیا ماجرا ہے؟ ملک صاحب نے کہا کہ حقیقت وہی ہے جو تم کہہ رہے ہو مگر یہ سب آغا شہید کے مزار پر چراغ جلانے کی وجہ سے ہے۔ اس وقت میں آرام سے ہوں یہ سب بابا جی کی خدمت کرنے کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا میری اولاد کو سمجھاؤ کہ جہاں تمہارا والد چراغ جلاتا رہا ہے وہیں چراغ جلاؤ۔ میری طرف سے نہ کہنا اپنی طرف سے سمجھا دینا۔

۱۱۔ مزار مبارک سر اقدس موضع گھونہ کے نزدیک کلی شریف میں سیّد عمر شاہ ایک نوشاہی بزرگ گزرے ہیں جو جعفری بخاری تھے وہ ایک بشارت سے اپنے گاؤں ستراہ سے یہاں آ کر بیٹھے تھے۔ وہ سر مبارک کے مزار کی بشارتیں بتاتے تھے ان کے پوتے سیّد مقصود شاہ جو پٹواری ریٹائر ہوئے ہیں وہ اپنی عینی روایت بیان کرتے ہیں۔

۱۲۔ سید سخاوت علی شاہ بن مبارک علی نے ۱۲ شوال ۱۴۲۱ ہجری کو مزار سر مبارک سید آغا بدیع الدین شہید پر عرس کا اہتمام کروایا۔ عرس پاک کی تقریب پر یہ بھی اعلان کیا گیا کہ انشاء اللہ ہر چاند کی ۹ تاریخ کے بعد آنے والی جمعرات کو مزار شریف پر ماہانہ محفل گیارہویں شریف بھی منعقد ہوگی اور لنگر تقسیم کیا جائے گا۔ ۱۱ فروری بروز جمعرات ۲۰۰۱ء کو گیارہویں شریف کی محفل ہوئی۔ سیّد عمر شاہ گلی والے کے پوتے منظور شاہ بھی ختم میں شریک ہوئے۔ انہیں وہاں آنے کی دعوت نہیں دی گئی تھی۔ ختم شریف کے بعد انہوں نے کہا کہ 10 اور 11 فروری کی درمیانی رات کو مجھے خواب میں مزار مبارک کی چار دیواری اور لنگر تقسیم ہوتا دکھایا گیا اور کہا گیا کہ میری اولاد سے دو صاحبزادے آئے ہیں اور تم بھی یہیں آ جانا۔ میں صبح پریشان تھا کہ خواب والی کون سی جگہ ہے اور مجھے کہاں جانا ہے۔ وقت ختم شریف مجھے کسی روحانی طاقت نے اس طرف سفر کروادیا۔ یہاں جب پہنچا تو دیکھا کہ دو صاحبزادے بیٹھے ہیں اور پروگرام شروع ہو رہا ہے اور وہی رات والا نقشہ ہے تو مجھے ذہنی سکون ہوا۔ وہاں موجود سب لوگوں نے شاہ صاحب کے یہ الفاظ سنے۔

۱۳۔ عاشق جٹ نے ایک واقعہ سنایا کہ مزار مبارک کے احاطہ کے قریب جو ہماری زمین ہے وہاں مال مویشی باندھتا تھا۔ جو دن و رات وہیں ہوتے اور میں وہیں سو جاتا۔ کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا بعد ازاں موضع گھونہ اور گردونواح میں جانوروں کی چوری عام ہوگئی لوگ گھروں سے مال مویشی چرا کر لے جاتے۔ کچھ لوگوں نے مجھے کہا عاشق حسین حالات اتنے خراب ہیں چور گھروں میں بندھے مویشی چوری کر کے لے جاتے ہیں اور آپ نے گاؤں سے باہر زمین پر باندھ رکھے ہیں۔ بیشک آپ وہاں موجود ہوتے ہیں لیکن چور آرام سے آپ کے مویشی لے جائیں گے۔ آپ غریب آدمی ہو اتنا نقصان برداشت نہیں کر سکو گے۔ یہ بات مجھے بھی محسوس ہوئی کہ چور مجھے نہیں چھوڑیں گے۔ میں نے شام کو مویشی کھولے اور گھر لے آیا۔ دو تین روز ایسا کرنے سے میں خود تنگ ہوگیا۔ اور پھر میں نے مویشی مزار مبارک کے

نزدیک ہی رہنے دیئے اور وہیں سو گیا۔ آدھی رات کو مجھے کسی نے اٹھایا میں ڈر گیا کہ میرے ساتھ وہی ہونے والا ہے۔ جگانے والا سامنے آیا اور کہا کہ کیا بات ہے آپ کو مجھ پر یقین نہیں رہا کہ اب آپ نے مویشی ادھر باندھنا چھوڑ دیئے ہیں اور گھر لے جاتے رہے ہو۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ پھر انہوں نے کہا میں آغا بدیع الدین گیلانی شہید ہوں یہ ساتھ میرا مزار ہے۔ پہلے تو آپ کہا کرتے تھے کہ بابا شہید بادشاہ یہ میرا مال مویشی سب آپ کا ہی ہے آپ جانیں اور آپ کا رب جانے اور میں سونے لگا ہوں۔ آج تک کیا یہاں سے آپ کی کوئی چیز چوری ہوئی ہے۔ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے کہا کہ اب کیا ہو گیا ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوا ہاتھ باندھ دیئے اور معافی کا طلب گار رہا۔ اس واقعہ کے بعد تو میں بہت مطمئن ہو گیا اور مال مویشی وہیں دربار پر رہنے دیتا۔

اندرونی منظر مزار مبارک
جسم اطہر سید آغا بدیع الدین گیلانی القادریؒ
موضع سہاری

بیرونی منظر مزار مبارک
جسم اطہر سید آغا بدیع الدین گیلانی القادری
موضع سہاری

اندرونی منظر مزار مبارک
سراقدس سید آغا بدیع الدین گیلانی القادریؒ
موضع گھوتہ

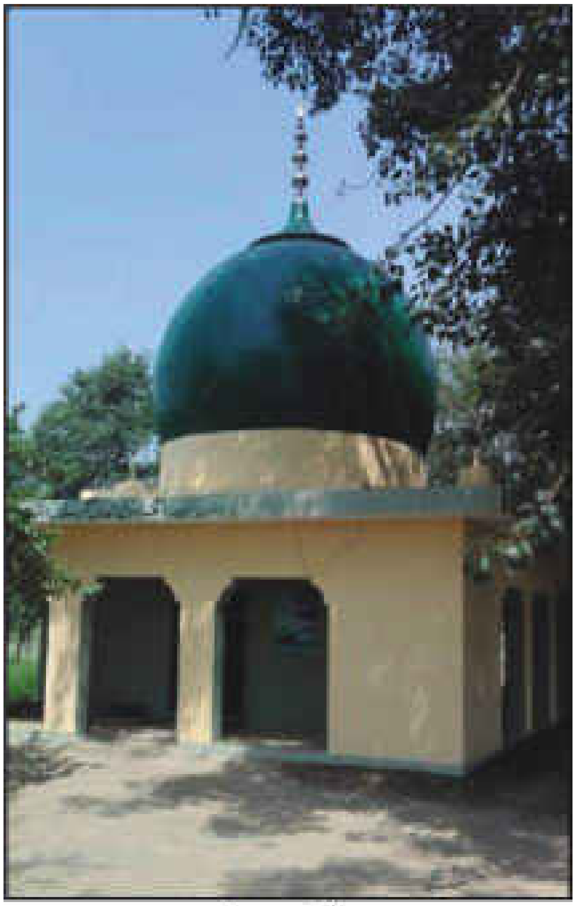

بیرونی منظر مزار مبارک
سر اقدس حضرت ابوالحسن علی قاری
سیدآغا بدیع الدین گیلانی القادریؒ (المشہور شہید بادشاہ)
موضع گھونہ

حضرت ابوالحسن علی قاری سیّد آغا بدیع الدین گیلانی شہیدؒ

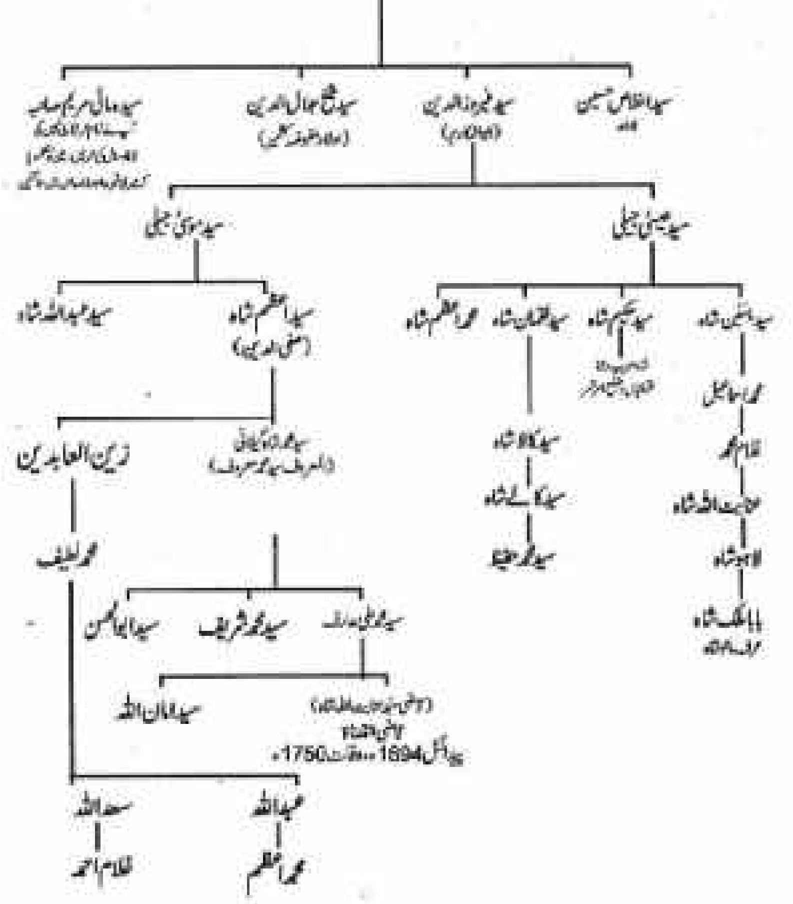

سیّد فیروز الدین شاہ (ابوالمکارم)
بن حضرت ابوالحسن علی قاری سیّد آغا بدیع الدین شہید

آپ حضرت سیّد آغا بدیع الدین شہیدؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ ظاہری و باطنی علوم کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور دیگر جید علمائے کرام سے استفادہ کیا۔ حصول تعلیم کے بعد آپ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ والد کی شہادت کے بعد آپ پرگنہ منگووی کے والی مقرر ہوئے اور عہدہ قضاۃ پر مامور ہوئے۔

آپ ایک بہترین عالم دین ہونے کے علاوہ فنون سپاہ گری میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ وعظ کا انداز بے حد موثر اور دل پذیر تھا۔ شہنشاہ اکبر نے اپنے شاہی فرمان میں آپ کے والد حضرت سیّد آغا بدیع الدین شہید کی عظیم خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو "ابوالمکارم" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ حکومت مغلیہ کے بعد جب پنجاب میں سکھ حکومت قائم ہوئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کمان سنبھالی تو گاؤں اکبر پور مبارک کو بے پناہ انقلابات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں کے باشندوں کے لئے تکالیف اور پریشانیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس گاؤں والوں نے بندہ بیراگی کی گرفتاری کے سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے موضع اکبر پور مبارک کا نام تبدیل کر کے چک قاضیاں رکھ دیا۔ کیونکہ قاضی اور قاضی القضاۃ کے عہدے سادات خاندان چک قاضیاں کے پاس تھے۔ واضح رہے کہ اسلامی دور حکومت میں قاضی اور قاضی القضاۃ آج کل کے جسٹس اور چیف جسٹس کے مماثل تھے۔ اب اس گاؤں کا نام چک قاضیاں زبان زد عام ہو چکا ہے اور یہاں پر سیّد آغا بدیع الدین گیلانی شہید کی اولاد رہائش پذیر ہے۔

حضرت شیخ جلال الدینؒ
بن حضرت ابوالحسن علی قاری سیّد آغا بدیع الدین شہیدؒ

آپ مادرزاد ولی اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ تمام عمر اللہ کی بزرگ ہستیوں، ولیوں اور درویشوں سے ملاقات کے سلسلے میں مختلف مقامات کے دورے میں بسر کی۔ زیادہ عرصہ کشمیر (علاقہ بارہ مولا) میں سکونت رہی۔ وہیں آپ نے خاندان سادات میں شادی بھی کی اور وہیں آپ کی اولاد بھی موجود ہے۔ آپ اعلیٰ درجے کے قاری اور حافظ قرآن تھے۔

زندگی کے آخری ایام میں آپ کو بشارت ہوئی کہ آپ اپنے گاؤں تشریف لے جائیں آپ کا وقت آ گیا ہے۔ آپ کشمیر سے چک قاضیاں آئے۔ یہاں پر چند دن رہنے کے بعد وفات پا گئے۔ آپ کا مزار مبارک گاؤں کے درمیان میں ہے۔

روایت ہے کہ کشمیر سے روانگی کے وقت آپ گھوڑے پر سوار تھے راستے میں گھوڑا بیمار ہو گیا تو آپ نے اس کی سواری چھوڑ دی اور ایک دیوار پر بیٹھ گئے اور اسے چلنے کا کہا دیوار تیز چلنے لگی اور آپ کو چک قاضیاں پہنچا دیا۔

کرامات:

۱۔ 1935ء کو بارشیں زیادہ ہونے کی وجہ سے دربار محمد غوث المشہور (بابا گرنے والا) کی قبر مبارک سے مٹی بہہ گئی اور سر مبارک ننگا ہو گیا۔ حضرت قاری حافظ شیخ جلال الدین نے حضرت سیّد کشفی شاہ جو اس وقت رنگون برما میں تھے انہیں خواب میں زیارت دی اور کہا کہ مزار مبارک محمد غوث (بابا گرنے والا) کی دیکھ بھال کی جائے۔ کشفی شاہ نے گاؤں میں سیّد برکت علی شاہ سب پوسٹ ماسٹر والد محترم فیض الحسن پٹواری محمد اعظم والد محترم معروف شاہ ریٹائر صوبیدار کو مزار مبارک کی دیکھ بھال اور قبر مبارک کو از سر نو بنانے کے لئے خطوط لکھے۔ ان لوگوں نے میت کو نکال کر غسل دیا نئے کپڑے میں کفن دیا۔ نماز جنازہ پڑھائی اور دوبارہ دفن کیا۔

۲۔ ایک ہندو جوگی نے حضرت شیخ جلال الدین کے مزار کے قریب آسن لگایا اور وہاں بچ لگا دیا۔ صبح نہانے کے لئے جب وہ چوئی (برساتی نالہ) کی طرف جا رہا تھا اسے بابا جی

نے قلابازیاں لگوا کر وہاں پہنچایا واپسی پر اس نے معافی مانگی آسن اور رنج مزار سے اٹھایا اور دکان سانجھی رام میں لگا دیا۔

۳۔ بوٹے شاہ نے دربار کے قریب اپنے گھر میں دکان بنائی وہ رات کو سونے کے لئے چھت پر گیا۔ مگر چھت پر اسے سونے نہ دیا گیا۔ بابا جی نے کہا آپ اپنے آپ کو ملنگ کہلواتے ہو اور مجھ سے اونچا ہو کر سوتے ہو نیچے چلے جاؤ۔

۴۔ نقشبندی سائیں قائم دین جن کا تعلق نزدیک گاؤں رنگڑہ سے ہے وہ اپنے پیر مرشد کے پاس اکثر جاتا رہا۔ ایک دن انہوں نے کہا کہ آپکے گاؤں کے نزدیک ایک گاؤں چک قاضیاں ہے وہاں مزار حضرت قاری حافظ شیخ جلال الدین کا ہے آپ وہاں آدھی رات کو 40 دن لگاتار حاضری دینا انشاء اللہ آپ کو فیض ہوگا۔ سائیں قائم دین نے ایسا ہی کیا اور فیض یاب ہوا۔

۵۔ ایک روز حضرت سیّد محمد اشرف کشفی شاہ دربار حضرت قاری حافظ شیخ جلال الدین کی طرف سے آرہے تھے اور قصیدہ غوثیہ کا شعر پڑھ رہے تھے۔

وکل ولی لہ قدم و انی
علی قدم النبی بدر الکمال

ہر ولی کا قدم کسی نبی کے قدم پر ہوا کرتا ہے۔ میرا قدم جد پاک حضرت محمد ﷺ کے قدم پر ہے۔

یہ شعر پڑھتے ہوئے جب دربار مبارک پر پہنچے تو وہاں دیکھا کہ کافی بزرگ لوگ موجود ہیں جن کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ آپکا تعارف سب بزرگوں سے کروایا گیا سب بزرگ دنیا سے پردہ فرما گئے تھے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی ان کے متعلق بتایا گیا کہ یہ مائی صاحبہ مریم بی بی بنت سیّد آغا بدیع الدین شہید ہیں سیّد محمد اشرف کشفی شاہ نے پوچھا کہ آپ کے بارے میں سنا ہے کہ آپ اپنی نماز خانہ کعبہ میں ادا کرتی تھیں۔ تو مائی مریم صاحبہ نے جواب دیا کہ آپ کو بھی وہاں لے جاتے ہیں۔ مائی صاحبہ شیخ جلال الدین کے مزار سے سب بزرگوں کو اور مجھے بھی خانہ کعبہ لے گئیں وہاں نماز ادا کرنے کے بعد مدینہ شریف لے گئیں وہاں پر رسول پاک ﷺ کے حضور پیش کیا آپ ﷺ نے سیّد محمد اشرف کشفی شاہ کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا تو سیّد محمد اشرف کشفی شاہ کا کشف کھل گیا۔

بیرونی منظر مزار مبارک
سید شیخ جلال الدین گیلانی القادری بن سید آغا بدیع الدین گیلانی القادریؒ
موضع چک قاضیاں

اندرونی منظر مزار مبارک
سید شیخ جلال الدین گیلانی القادریؒ بن سید آغا بدیع الدین گیلانی القادریؒ
موضع چک قاضیاں

شجرہ نسب سادات گیلانی

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

1۔ حضرت سیدنا امام حسن
2۔ حضرت سید حسن مثنیٰ
3۔ حضرت سید عبداللہ محض
4۔ حضرت سید موسیٰ الجون
5۔ حضرت سید عبداللہ صالح ثانی
6۔ حضرت سید موسیٰ ابو عمر
7۔ حضرت سید داؤد ابوبکر
8۔ حضرت سید محمد شمس الدین
9۔ حضرت سید یحییٰ الزاہد
10۔ حضرت سید عبداللہ ثالث
11۔ حضرت سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوستؒ
12۔ حضرت شیخ سید عبدالقادر گیلانیؒ
(غوث اعظمؒ)

13۔ حضرت شیخ سید عبدالرزاق تاج دینؒ
14۔ حضرت شیخ سید ابوصالح نصر قاضی القضاۃؒ
15۔ حضرت سید ابونصر محمد محی الدین قطب عالمؒ
16۔ حضرت سید عبداللہ محی الدین ثانیؒ
17۔ حضرت سید ابوالفضل احمد جیلیؒ
18۔ حضرت سید ابویوسف شمس الدین محمد شاہ جیلیؒ
19۔ حضرت سید ابوالمحاسن عباس جیلی عرف مسعودؒ
20۔ حضرت سید علی جیلیؒ
21۔ حضرت سید محمد علی ثالث جیلیؒ
22۔ حضرت ابوالحسن علی قاریؒ
(سید آغا بدیع الدین گیلانی القادری شہید بادشاہ)
23۔ سیدہ بی بی مریم گیلانیؒ

سیّدہ بی بی مریم گیلانیؒ بنت سیّد آغا بدیع الدین گیلانیؒ

حضرت سیّدہ بی بی مریم گیلانیؒ دختر نیک اختر سیّد آغا بدیع الدین گیلانی شہیدؒ 10 شوال 958 ہجری کو موضع اکبر پور مبارک حال (چک قاضیاں) تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور حال ضلع نارووال میں پیدا ہوئیں۔

آپ کی تربیت سیّد آغا بدیع الدین گیلانیؒ کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔ آپ اپنے والد محترم کی اعلیٰ سیرت کی حقیقی تصویر تھیں۔ آپؒ نے اپنے والد کی صحبت میں رہ کر بہت کچھ سیکھا۔ پھر آپؒ کی محنت، لگن اور شوق نے آپؒ کو ولایت کی طرف کھینچا۔ آپؒ کا بچپن عبادات اور والدین کی خدمت میں گزرا۔ آپؒ نہایت عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ ہر وقت درود پاک اور وظائف میں منہمک رہتی تھیں۔ والد محترم کی نظر کرم اور دعاؤں سے اور روحانی بزرگوں کی نظر کرم سے آپؒ کو روحانی رتبہ اور دیگر مراتب ملتے گئے اور آپ روحانی منصب پر فائض ہو گئیں۔ اس وقت اس علاقے میں آپؒ کے والد محترم کے علاوہ کوئی ولی اللہ موجود نہیں تھا۔ آپؒ نے والد کے حکم پر بہت چلے کاٹے اور روحانی فیض حاصل کرتی رہیں۔ آپؒ روحانی طور پر علماء اور ولیوں کی محفلوں میں جایا کرتی تھیں۔ آپؒ ظاہری طور پر کسی کی بیعت نہیں تھیں لیکن آپؒ کے روحانی استاد بہت سے علماء کرام اور ولی اللہ ہیں۔ آپؒ کی ڈیوٹی اس علاقے کی عورتوں کی تربیت اور اصلاح کے لیے لگائی گئی جو آپؒ نے بڑی محنت سے پوری کی۔ بہت سی عورتیں آپؒ کے پاس علم کے حصول کے لیے آتیں اور آپؒ کے ہاں اکثر عورتوں کا ہجوم ہوا کرتا تھا۔ آپؒ انہیں دین اسلام کا بتاتیں کہ اسی دین اسلام کی طرف آؤ اسی میں سب کی بہتری اور نجات ہے۔

تمام عورتیں نہایت ادب اور تمیز کے ساتھ آپؒ کا واعظ سنتیں تھیں اور بہت متاثر ہوا کرتی تھیں۔ اس علاقے کے لوگ بے شک جاہل اور ان پڑھ تھے مگر ان میں ادب اور احترام بہت زیادہ تھا۔ وہ سادات خاندان کی عزت کرتے تھے۔ کچھ لوگ ظالم اور برے بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ ہر جگہ ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ آپؒ کے خلاف بھی تھے وہ کہتے تھے کہ آپؒ ہماری عورتوں کو بھٹکا رہی ہیں۔ لیکن خدا کا کرنا تھا کہ بہت سی عورتوں نے آپؒ کے ہاتھ

پر اسلام قبول کیا اور دین سیکھا۔ آہستہ آہستہ عورتوں کا یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور اس علاقے میں دین اسلام کی شمعیں روشن ہوتی گئیں اور آپؒ کو خوشی محسوس ہوئی اور ساتھ ساتھ روحانی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا۔

عورتیں آپؒ کا بہت خیال رکھتیں اگر کبھی چیز کی ضرورت درپیش ہوتی تو وہ آپؒ سے پوچھے بغیر ہی لے آیا کرتیں۔ آپؒ ایک پردہ دار خاتون تھیں چاہے کچھ بھی ہو جاتا آپؒ کے پردے میں کوئی فرق نہ آتا بلکہ آپؒ جس طرح مردوں سے پردہ کرتی تھیں ویسے ہی عورتوں سے بھی کیا کرتی تھیں۔ آپؒ اپنے پردے ہی کی وجہ سے مشہور ہوئیں ورنہ کسی کو یہ تک معلوم نہ تھا کہ آپؒ سید آغا بدیع الدین گیلانیؒ کی صاحبزادی ہیں۔

آپؒ درود وظائف بہت کرتی تھیں مگر زبان پر درود شریف کا ورد زیادہ رہتا۔ آپؒ کو سرکار دو جہاں ﷺ سے بہت محبت تھی اور اکثر مدینہ پاک روحانی طور پر جایا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپؒ کو مدینہ پاک حاضری دینے میں تھوڑی دیر ہو گئی تو آپؒ سے پوچھا گیا کہ دیر سے آنے کی وجہ کیا ہے۔

آپؒ کے والد محترم آپ کو اکثر کہا کرتے کہ جتنا زیادہ ہو سکے اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کو یاد کیا کرو۔

آپؒ فرماتی ہیں مردوں کی نسبت عورتوں کو دین اسلام پر چلنے میں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دین اسلام پر چلو اور اللہ تعالیٰ آپ کا امتحان نہ لے ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ کسی کو دے کر آزمایا جاتا ہے اور کسی سے لے کر آزمایا جاتا ہے مگر ہمیں دونوں طرح سے آزمایا گیا۔ آزمائش بے شک آتی ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آزمائش کی ہر گھڑی میں اللہ تعالیٰ آپ کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ میرا بندہ میرے پاس آ جائے۔ بعض اوقات آزمائش میں یہ بتانے اور سمجھانے کے لیے ڈالا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تیرا کوئی مددگار نہیں اور بعض اوقات یہ دیکھا جاتا ہے کہ بندے کو اپنے رب پر کتنا بھروسہ اور یقین ہے۔ میں ہمیشہ لوگوں کو صبر کی تلقین کیا کرتی تھی کیونکہ زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ لوگوں میں صبر ختم ہو گیا ہے لوگ کسی بھی معاملے میں صبر نہیں کرتے صبر تو پہلے بھی نہیں ہوا کرتا تھا مگر لوگوں میں اتنی بے چینی نہ تھی۔ اب تو لوگ بلاوجہ ہی بے چین رہتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپؒ کے پاس ایک عورت آئی، کافی دیر بیٹھی رہی وہ آپ سے کچھ

پوچھنا چاہتی تھی لیکن ہمت نہ کر پا رہی تھی۔ آپؒ کو اس کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بات کرنا چاہتی ہے۔ آپؒ نے خود اس سے پوچھا کیا بات ہے تو اس عورت نے سوال کیا کہ آپؒ اکثر مدینہ جاتی ہیں اور کچھ گھنٹوں میں واپس آ جاتی ہیں تو کیا آپؒ کے پَر نکل آئے ہیں جو آپ جا کے واپس بھی آ جاتی ہیں۔ آپ کھلکھلا کے ہنسنے لگیں بعد میں اسے تفصیل سے بتا دیا گیا۔

آپؒ فرماتی ہیں کہ اس مرتبے اور مقام کو حاصل کرنے کے لیے چلے کاٹنے پڑتے ہیں۔ 21,11,3 اور 41 ان دنوں کا چلہ کرنا پڑتا ہے کوئی تین چلوں میں اور کوئی گیارہ چلوں میں حاصل کر لیتا ہے۔ کسی کو اکتالیس میں بھی نہیں ملتا۔ آپؒ نے گیارہ چلے کاٹے مگر کچھ نہیں ملا۔ آپؒ مایوس تو ہوئیں مگر ہمت نہ ہاری۔ آپؒ فرماتی ہیں کہ میں نے 12 واں چلا کاٹنا شروع کیا تو ایک رات نفل ادا کر رہی تھی تب ہی مجھے سب کچھ عطا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت کرم فرمایا کچھ سرکار شہنشاہ بغداد کی عنایت تھی اور والد محترم سے محبت نے مجھے اس مقام پر پہنچایا پھر اس کے بعد مجھے کہیں جانے کی ضرورت محسوس ہوتی تو میں آنکھیں بند کرتی اور اس جگہ پر جانے کی درخواست کرتی تو مجھے اس جگہ پہنچا دیا جاتا۔ جب بھی میں کہیں جاتی تو وہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی اور پھر جب واپس آتی تو بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی۔

آپؒ کہتی ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا تھا کہ مولا علی حیدر کرار ایسے ہیں ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ ہر بزرگ ہر بندہ ان کی تعریف کرتے نہ تھکتا تھا۔ میرے دل میں بھی خیال آتا تھا کہ میں ان سے ملوں انہیں دیکھوں کہ آپ کیسے ہیں۔ جن کی تعریف کرتے لوگوں کی زبانیں نہیں تھکتیں۔ بہت کوشش کی ان سے ملنے کی۔ ایک بار ایسا ہوا کہ میں مدینہ پاک میں تھی، بس ان کی جھلک ہی دیکھنے کو ملی مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ نہ ہی سلام دعا۔ میں بہت خوش قسمت ہوں کہ مجھے مولا علی حیدر کرار سے ملنے کا شرف حاصل ہے مگر کاش اس سے پہلے بھی میری ان سے ملاقات ہوئی ہوتی۔ وہ لوگ بہت بہت اور بے حد خوش قسمت ہیں اور میں سلام پیش کرتی ہوں ان لوگوں کو جو اپنی حیاتی میں ہی مولائے سرورِ دو جہاں ﷺ سے ملاقات کا شرف رکھتے ہوں۔

پیر و مرشد جب چلہ کاٹنے کو کہتے ہیں تو سب کے مختلف طریقے ہوتے ہیں اور اپنے رتبے

کے لحاظ سے چلہ کرواتے ہیں۔ جس بزرگ کا رتبہ ولایت جتنا بڑا ہوگا اس بزرگ کے مریدوں کو اتنی ہی آسانی ہوتی ہے اور جس بزرگ کا رتبہ ولایت ادنیٰ ہوگا ان کے مریدوں کو محنت زیادہ کرنا پڑتی ہے ۔ مگر شہنشاہ بغداد اس بات کے الٹ تھے وہ اپنے مریدوں پر بہت سختی کرتے تھے ۔ پڑھائی کے معاملات میں، چلہ کرنے میں اور علم حاصل کرنے میں کسی قسم کی کوئی نرمی نہ تھی ، اگر کوئی مرید سستی کر جاتا تو نہایت ناراضگی کا اظہار کرتے ۔

بغیر کسی مرشد یا کسی روحانی کی اجازت سے کوئی چلہ نہیں کر سکتا ، سہارا تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا بھی تو کوئی ہو ۔ پھر چاہے وہ راستہ روحانی مرشد دکھائے یا ظاہری مرشد لیکن زیادہ اثر ظاہری مرشد کی نگاہ اور دعا کا ہوتا ہے ۔ مرشد تو مرشد ہی ہوتا ہے چاہے وہ ظاہری ہو یا روحانی ۔ میں نے جو چلہ کیا وہ اپنے والد محترم کو کرتے دیکھا تھا اس لیے اس چلے کے بارے میں مجھے کچھ معلوم بھی تھا ۔ اس کی مزید معلومات کے لیے میں نے سرکار غوث اعظمؒ سے رابطہ کیا اور ان سے مزید سیکھا اور علم حاصل کیا ۔ مگر انہوں نے اس وقت چلے کی اجازت نہیں دی بلکہ میری تربیت شروع کر دی ۔ مجھے ان سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا ۔ کافی مدت کے بعد مجھے اجازت ملی تب میں نے ان کی اجازت سے چلہ کاٹا ۔ کوئی چلہ اکیس دن کا تھا اور کوئی چالیس دن کا ۔ مختلف بزرگ جب چلہ کاٹنے کو کہتے ہیں تو مختلف وظائف دیتے ہیں کیونکہ اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے ۔ کلام کا اثر اور طاقت مختلف ہوتی ہے ۔

خدا کی قسم مجھے سرکار غوث اعظمؒ جیسا استاد اور راستہ دکھانے والا کبھی نہیں ملا ۔ آپؒ کو "محی الدین" اور "میراں" ایسے ہی نہیں کہا جاتا ۔ آپؒ کی بہت سے خوبیوں اور کرامات سے لوگ آج بھی واقف ہیں آپ جیسا سخی اور بہادر کبھی نہیں دیکھا ۔ آپ صحیح معنوں میں "سیّد" کہلانے کے لائق ہیں ۔ جب آپؒ جلال میں ہوتے تو ایسا نور آپ سے نکلتا ، اس وقت ایسا لگتا جیسے سرکار دو جہاں ﷺ تشریف فرما ہوں اور کبھی آپ حضرت مولا ناعلیؓ کے مشابہ لگتے ۔ یہی حالت وعظ کے دوران بھی ہوتی ۔ جب آپؒ لوگوں سے خطاب فرما رہے ہوتے ۔ میرا فیض اس وقت جاری ہوا جب میں سرکار غوث اعظمؒ کے پاس علم حاصل کر رہی تھی ۔

جب بی بی مریم گیلانی صاحبہؒ 24 سال کی ہوئیں تو والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا ۔ آپؒ کے بھائی سید فیروز الدین گیلانی اور سید شیخ جلال الدین گیلانی مختلف مقامات پر اپنے

فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ آپؒ کی اپنے بھائیوں سے ملاقات خانہ کعبہ میں نمازوں کے اوقات میں ہوتی تھی۔ جلال الدین اکبر بادشاہ نے اپنے شاہی فرمان میں چک قاضیاں کا جو علاقہ بطور جاگیر عطا کیا تھا آپؒ یہاں ہی قیام پذیر تھیں۔ تو اسی گاؤں کا ایک زمیندار آپ کی کچھ زمین کاشت کرتا تھا۔

ایک روز خانہ کعبہ میں نماز کی فراغت کے بعد آپؒ کے بھائی آپؒ سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ اگر آپؒ کو وہاں کوئی پریشانی یا تکلیف ہو تو پھر ہمیں کیسے اطلاع ہوگی۔ آپؒ ہمارے پاس رہیں مگر آپؒ نے کہا کہ میں چک قاضیاں میں ہی رہوں گی۔ اگر مجھے کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو پھر میں یہاں نماز کے لیے نہ آسکوں گی۔ آپ سمجھ لینا کہ کوئی بات ہے آپ جاگیر کے گردونواح میں دیکھنا کہ میری چادر کا کچھ حصہ زمین سے باہر ہوگا اور وہی میری آرام گاہ ہوگی۔ آپ کو شاید آنے والے وقت کا علم تھا مگر بھائی پریشان ہو گئے۔ ادھر زمیندار جو زمین کی کاشت کرتا تھا اس نے آپ کو یہاں اکیلی سمجھ کر پہلے تو فصل میں سے تھوڑا تھوڑا حصہ دینا شروع کیا اور بعد ازاں کم سے کم دیتا رہا۔ جب آپؒ نے احتجاج کیا کہ اتنی زیادہ زمین میں سے یہ حصہ دے رہے ہو حالانکہ فصل تو اچھی ہو رہی ہے اور میں دیکھ بھی رہی ہوں تو وہ کہنے لگا کہ آپ کو جو دیا ہے یہی کچھ دوں گا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپؒ نے کہا کہ اب آپ میری زمین کاشت نہ کرنا میں اب یہ زمین کسی اور زمیندار کو کاشت کرنے کے لیے دوں گی۔

زمیندار نے آپ کو تنگ کرنا شروع کر دیا اور زمین چھوڑنے سے بھی انکاری ہو گیا۔ جب آپؒ نے اصرار جاری رکھا تو اس نے کہا کہ کون سی زمین یہ تو آپ کی ہے ہی نہیں یہ تو میری ہے میں تو ایسے ہی آپ کو کچھ اناج دیتا رہا کہ آپؒ کا گزر بسر ہوتا رہے آپؒ اکیلی ہیں۔ آپؒ بہت حیران ہوئیں کہ زمین پر فصل کاشت کرنے والا زمیندار اب میری زمین پر قابض ہو گیا ہے۔

آپؒ نے چند آدمیوں کو اکٹھا کیا اور ان کو زمیندار سے اپنی زمین واپس لے کر دینے کے لئے کہا۔ ان آدمیوں نے بھی زمیندار کو کہا کہ ہم سب گواہ ہیں کہ یہ زمین سادات خاندان کی ہے پھر آپ اسے کیوں نہیں چھوڑ رہے۔ اس زمیندار نے ان آدمیوں کی بات بھی نہیں مانی۔ بی بی مریم گیلانی صاحبہؒ نے کہا کہ جیسے ان سب آدمیوں نے کہا اور یہ ہے بھی حقیقت کہ یہ زمین میری ہے مگر اب آپ اسے نہیں چھوڑتے تو ایسا کرو آپ اس بات پر کلمہ پڑھو اور قسم اٹھاؤ کہ یہ میری زمین ہے۔

جبکہ یہ آپ کی نہیں تو پھر میں آپ کو یہ زمین چھوڑ دوں گی۔ لیکن اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو پھر آپ کو یہ زمین چھوڑنا پڑے گی۔ زمیندار نے کہا میں قسم اٹھانے کو تیار ہوں۔ وہ اٹھا فوراً سے کلمہ پڑھا اور سب کے سامنے قسم اٹھائی کہ یہ زمین میری ہے۔ سب لوگ حیران رہ گئے کہ اس بد بخت نے کیا کر لیا ہے۔ بی بی مریم گیلانی صاحبہ نے کہا کہ میں اپنے وعدے کی پاسداری کرتی ہوں۔ میں یہ زمین آپ کو چھوڑ دیتی ہوں۔

روایت ہے کہ اس زمیندار کے مرنے کے بعد ہر سال عین اسی وقت جب اس نے قسم اٹھائی تھی اس کی قبر سے چنگاریاں اٹھتی تھیں اور قبر کوئلہ ہو جاتی تھی یہ سلسلہ تقریباً 400 سال چلتا رہا۔ یہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آتا تھا۔ پھر وہ اپنے کسی عزیز کے خواب میں آیا اور اسے کہا کہ تم بی بی مریم گیلانی کے مزار پر جاؤ اور مجھے ان سے معافی لے کر دو۔ وہ آدمی روزانہ مزار پر آتا رہا اور اس زمیندار کے لیے معافی مانگتا رہا۔ پھر ایک دن اسے معافی دے دی گئی۔ اس کے بعد اس زمیندار کی قبر سے چنگاریاں اٹھنا بند ہو گئیں۔

آپؒ نے تمام عمر شادی نہیں کی۔ جب آپؒ کی عمر مبارک 36 سال ہوئی پریشان حالات اور لوگوں کے ناروا سلوک سے تنگ آ کر آپؒ نے 14 صفر 994 ہجری کو زمین کو حکم دیا کہ میرے لیے قبر کی جگہ بناؤ۔ آپؒ کے حکم پر زمین نے قبر کی جگہ بنائی اور آپؒ زندہ ہی اس میں سما گئیں اور زمین سے اپنی چادر کا تھوڑا حصہ باہر نکال دیا پھر زمین کو کہا کہ بند ہو جا، زمین بند ہو گئی۔ جب خانہ کعبہ میں نماز کے وقت آپؒ کو وہاں بھائیوں نے موجود نہ پایا تو وہ پریشان ہو گئے۔ بھائی چک قاضیاں آئے اور آپؒ کے بتلائے ہوئے اشارہ کے مطابق آپؒ کی چادر کو تلاش کرنے لگے۔ بھائیوں کو وہ جگہ مل گئی جہاں آپؒ کی چادر جو سرخ رنگ کی تھی، زمین سے باہر تھی۔ بھائی وضو کرنے کے لیے پانی کی تلاش میں نکلے مزار سے مغرب کی جانب گئے پانی نہ ملا تو زمین پر نیزہ مارا، زمین سے چشمہ جاری ہو گیا وہ جگہ اب بھی موجود ہے۔ وہاں بھائیوں نے وضو کیا مزار پر آئے فاتحہ پڑھی اور اس جگہ مٹی ڈال کر قبر بنائی۔ آپ کا مزار مبارک چک قاضیاں سے

جنوب کی جانب واقع ہے۔ ہاشم خاں کی اولاد وہاں پر مجاور ہے۔ ہر سال ہاڑ کی دوسری جمعرات کو وہاں عرس مبارک ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔

کرامات سیّدہ بی بی مریم گیلانیؒ

1۔ ہاشم خاں موضع سوسارہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر کا رہائشی تھا وہ فوج میں آفیسر تھا جب فوج سے ریٹائرڈ ہوا تو سیّدہ بی بی صاحبہؒ نے ہاشم خاں کو خواب میں دیدار دیا اور کہا کہ آپ تحصیل شکر گڑھ کے گاؤں چک قاضیاں میں آ جاؤ۔ ہاشم خاں کو چک قاضیاں تک آنے کا راستہ دکھایا گیا اور پھر چک قاضیاں سے مزار مبارک کا راستہ اور مزار دکھایا گیا۔ پھر کہا کہ ادھر پہنچ کر ہماری خدمت کرو۔ ہاشم خاں کشمیر چھوڑ کر اپنے بچوں کے ساتھ یہاں آ گیا۔ مزار کے قریب ہی رہائش پذیر ہوا۔ گلاب سنگھ سکھ جاگیردار نے مزار کے قریب کنواں بنوایا۔ کنواں کچھ عرصہ بعد خشک ہو گیا۔ ہاشم خاں کو پانی کا مسئلہ درپیش ہوا کیونکہ دور سے پانی لانا بڑا مشکل کام تھا۔ وہ اپنے بچوں کو لے کر واپس کشمیر چلا گیا۔ 12 سال بعد دوبارہ سیّدہ بی بی صاحبہؒ نے خواب میں دیدار دیا اور کہا کہ ہاشم خاں دوبارہ یہاں آ جاؤ تمہارے لیے پانی کا بندوبست کر دیں گے۔ ہاشم خاں واپس آیا اسی کنواں سے پانی جاری ہو گیا۔

ہاشم خاں کی اولاد بڑھتے بڑھتے کافی گھروں پر مشتمل ہو گئی ایک گاؤں بن گیا جس کا نام خانگاہ پڑ گیا اب ہاشم خاں کی اولاد سیّدہ بی بی صاحبہؒ کے مزار کی مجاور ہے۔ ہاشم خاں 1913ء میں انتقال کر گیا۔ ڈیڑھ سو برس عمر پائی اور سیّدہ بی بی صاحبہؒ کے مزار کے پائنتی میں آسودہ لحد ہوا۔

2۔ سیّدہ بی بی صاحبہؒ نے روحانی طاقت سے ایک بار حضرت محمد اشرف کشفی شاہ کو تحریک خلافت کے سلسلہ میں حافظ جماعت علی شاہ (علی پور سیّداں) سے چندہ دلوایا۔

3۔ ایک سال خشک سالی ہوئی پانی کنویں اور تالاب سے ختم ہو گیا۔ لوگ سیّدہ بی بی صاحبہؒ کے مزار پر آئے فاتحہ کہی اور دعا کی کہ ہم سب پریشان ہیں۔ ہمارے بچوں اور

جانوروں کے لیے پانی نہیں مل رہا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کریں۔ آپ نے دعا کی کچھ روحانی بزرگوں نے دیکھا کہ اگلے روز حضرت علی مرتضیٰؓ باطنی طور پر آئے انہوں نے چھمب کے قریب نیزہ لگایا وہاں سے چشمہ جاری کر دیا وہ جگہ تھیہہ کے قریب کھجور کے درخت کے پاس ہے۔

4۔ محمد اشرف کشفی شاہ ایک روز دربار سیدہ بی بی صاحبہؒ کے مزار پر درود شریف کا ذکر کر رہے تھے۔ دوران ذکر کشفی شاہ کو مزار مبارک پر نور کی بارش نظر آئی۔ سیدہ بی بی صاحبہؒ سے ملاقات ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد بہت سی بزرگ ہستیاں آ گئیں۔ سیدہ بی بی صاحبہؒ نے کشفی شاہ کو کہا کہ یہ حضرت علی مرتضیٰؓ ہیں پھر سب نے حضرت علی مرتضیٰؓ کی امامت میں نماز عصر ادا کی۔

(کشفی شاہ کی ڈائری سے اقتباس)

5۔ ایک روز اشرف کشفی شاہ تھیہہ کے قریب چشمہ کی جگہ پر ایک جوہڑ کے کنارے درود و وظائف میں مصروف تھے کہ اچانک ایک لمبا کالا آدمی جو ننگا تھا پانی سے اوپر کو نکلتا ہوا نظر آیا۔ بحالت کشف اس سے پوچھا گیا اے اللہ کے بندے تو کون ہے اور یہاں سے کیوں نکل رہا ہے۔ مذکورہ بندے نے جواباً عرض کیا کہ سینکڑوں سال قبل عدالت میں جھوٹی قسم اٹھا کر میں نے زمین حاصل کر لی تھی حالانکہ وہ زمین اصل میں سیدہ بی بی صاحبہؒ کی تھی۔ یہ ان کی بددعا سے ہو رہا ہے۔ جب میرا گزر سیدہ بی بی صاحبہؒ کے مزار مبارک کے قریب سے ہوا مجھ پر بجلی گری اور میں جل کر مر گیا۔ اس روز سے یہ سزا عالم برزخ سے دہرائی جاتی ہے اور میں اس چشمہ والی جگہ سے نکلتا ہوں اور تا قیامت میرے ساتھ یہ عمل ہوتا رہے گا۔

(کشفی شاہ کی ڈائری سے اقتباس

6۔ 36 سال کی عمر میں آپ نے 14 صفر 994 ہجری کو زمین کو حکم دیا کہ میرے لیے قبر کی جگہ بنا آپ کے حکم پر زمین نے جگہ بنائی آپ زندہ ہی اس قبر میں سما گئیں۔ زمین سے اپنی چادر کا کچھ حصہ جو سرخ رنگ کی تھی باہر رہنے دیا اور زمین کو کہا کہ بند ہو جا۔ زمین بند ہو گئی۔

7۔ آپ کا عرس مبارک ہاڑ کی دوسری جمعرات کو ہوتا ہے۔ آپ کے مجاوروں نے 1997 میں پروگرام بنایا کہ اگلے سال اس عرس کی تاریخ بدل دی جائے کیونکہ ان دنوں گرمی بہت زیادہ ہوتی ہے اچھے دنوں میں رکھ لیتے ہیں اور صبح تمام دکانداروں کو نئی تاریخ سے

آگاہ کر دیا جائے گا۔ رات کو سیّدہ بی بی صاحبہؒ نے ایک مجاور کو تحتی سے کہا کہ تم کون ہوتے ہو، ہمارے عرس کا دن تبدیل کرنے والے ہمارا عرس اسی دن ہوگا۔

اندرونی منظر مزار مبارک
سیدہ بی بی مریم گیلانی بنت سیّد آغا بدیع الدین گیلانی القادریؒ
موضع چک قاضیاں

بیرونی منظر مزار مبارک
سیدہ بی بی مریم گیلانی بنت سید آغا بدیع الدین گیلانی القادریؒ
موضع چک قاضیاں

سیّد موسیٰ گیلانیؒ

بن سیّد فیروز الدین شاہ (ابوالمکارم)

سیّد فیروز الدین شاہ کے بعد آپکے بیٹے سیّد موسیٰ گیلانی جانشین ہوئے۔ آپ نے اس قدر ظاہری اور باطنی علم حاصل کیا کہ آپ وقت کے قطب ہوئے۔ جلال الدین اکبر بادشاہ آپ پر بہت اعتقاد رکھتا تھا۔ ہر چند لاکھوں نذر گزارنے کی کوشش کرتا لیکن آپ قبول نہ کرتے۔ آپ نے چک قاضیاں میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا جس کا ثبوت محکمہ مال کے ریکارڈ میں مدرسہ کے نام سے موجود ہے۔ آپ پیکر دین و دنیا تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم سے مزین تھے۔ بچوں کو درس و تدریس دیتے رہتے تھے۔ ایک وقت اکبر بادشاہ کی فوج کا دستہ ادھر آ نکلا۔ امیر فوج نے گھوڑے کا رخ آپ کی طرف موڑ دیا اور گھوڑے سے اتر کر سبق میں شامل ہو گئے۔ سبق کے اختتام پر اجازت لے کے چلے گئے۔ امیر لشکر سیّد عادل پہنچا اور اکبر بادشاہ سے بات کی کہ فلاں جگہ ایک درویش دیکھا جو ظاہری اور باطنی علوم سے یگانہ ہے۔ اکبر بادشاہ کو درویشوں اور علماء سے خاص محبت تھی۔ اکبر بادشاہ نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور تحائف لے کر آیا۔ اس نے کہا کہ یہ تو ابوالمکارم فیروز الدین کے بیٹے ہیں۔ آپ کو سلام کیا کچھ وقت رہا اور چار ایکڑ کا مزید رقبہ آپ کے نام کر دیا اور آپ کو قاضی کے عہدے سے سرفراز کر دیا۔

آپ کا مزار مبارک چک قاضیاں میں ہے۔

چک قاضیاں کی تاریخ

تحصیل شکرگڑھ میں چک قاضیاں گاؤں کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں نورکوٹ اسٹیشن سے ایک میل کے فاصلے پر یہ گاؤں آباد ہے۔ اس گاؤں کی آبادی سادات خاندان پر مشتمل ہے۔ جو حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی غوث اعظمؒ کی اولاد ہیں اور اسی نسبت سے قادری گیلانی سید کہلاتے ہیں۔

تاریخ پنجاب جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 24 کتاب نمبر 954184 فارسی کا مصنف لکھتا ہے۔
(پنجاب پبلک لائبریری لاہور)

چک قاضیاں ایک گاؤں ہے موروثی قوم سادات ہے۔ جلال الدین اکبر بادشاہ کے عہد میں سادات عہدہ قضاۃ اس علاقہ کی رکھتے تھے اور اولاد حضرت سیّد ابوالحسن علی قاری المشہور آغا بدیع الدین شہید کی ہیں اور ہمایوں بادشاہ کے ساتھ اس ملک میں وارد ہوئے۔

جب شہنشاہ اکبر نے تمام بغاوتوں کا سدباب کر لیا اور ملک کا انتظام درست ہو گیا تو حضرت ابوالحسن علی قاری سیّد آغا بدیع الدین شہید کی جانفشانی اور عمدہ خدمات کا بذریعہ شاہی فرمان اعتراف کیا اور موجودہ جگہ پر ایک گاؤں تعمیر کروایا اور اس کا نام اپنے نام پر اکبر پور مبارک رکھا اور گردونواح کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا جس کی حدود دور دور تک تھیں۔ اکبر بادشاہ نے آغا بدیع الدین شہید کے بیٹے سیّد فیروز الدین کو پرگنہ مینگڑی کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ واضح رہے کہ اسلامی دور حکومت میں قاضی اور قاضی القضاۃ کا عہدہ آج کل کے جسٹس اور چیف جسٹس کے مماثل ہیں۔

آپ کے بعد سیّد موسیٰ گیلانی کو قاضی' سیّد عنایت اللہ قاضی القضاۃ کابل' سیّد محمد غوث قاضی' سیّد عبدالصمد دلیر جنگ' شیخ الاسلام قاضی' سیّد محمد معروف المشہور سیّد احمد قادری کو قاضی پرگنہ مینگڑی اور سیّد محمد عارف قاضی سمبڑیال اس طرح مختلف علاقوں میں سیّد آغا بدیع الدین شہید کی اولاد قاضی اور قاضی القضاۃ کے عہدوں پر رہی۔

تقسیم ہند سے قبل چک قاضیاں تحصیل شکرگڑھ اور بٹالہ دونوں ضلع گورداسپور (مشرق

پنجاب بھارت) کا حصہ تھے۔ مغلوں کے دورِ حکومت میں یہاں کی کئی شخصیت عدل و انصاف کے محکموں سے وابستہ رہیں۔ انگریزوں نے جب ہندوستان پر قبضہ کر لیا تو مسلمانوں کو تباہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ بندوبست دوامی کے دوران مسلمانوں کو ان کی زمینوں سے محروم کر دیا۔ ملک میں تعلیم کا ایک ایسا نظام رائج کیا جس نے اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار مٹا دیئے۔ قاضیوں کو برطرف کر دیا۔ مسلمانوں کو شرعی فیصلوں سے محروم کر دیا اور ان سے تمام جاگیریں چھین لیں جو مغلوں نے انہیں عطا کی تھیں چونکہ انگریزوں نے ہندوستان کی سلطنت مسلمانوں سے چھینی تھی اس لئے وہ چاہتے تھے کہ اس قوم کو معاشی اور اقتصادی لحاظ سے اس طرح تباہ کر دیا جائے کہ اس میں دوبارہ اٹھنے کی ہمت نہ رہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریز کافی حد تک اپنے اس مقصد میں کامیاب رہا لیکن اس قوم کو پورے طور پر مٹایا نہ جا سکا۔

بعد ازاں 1799ء میں پنجاب میں سکھوں کی حکومت قائم ہوئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اکبر پور مبارک گاؤں کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی کوشش کی اور اس کا نام اکبر پور مبارک سے تبدیل کر کے چک قاضیاں رکھ دیا۔ اس گاؤں کو بے پناہ انقلاب کا سامنا کرنا پڑا اور یہاں کے باشندوں کے لئے تکالیف اور پریشانیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس قصبہ کے مکینوں نے بندہ بیراگی کی گرفتاری کے سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ سکھ حکومت نے اس گاؤں میں بنے عدالت گھر، جامع مسجد، دینی مدرسہ، لائبریری اور اکبر بادشاہ کے بنائے ہوئے چھوٹے سائز کی اینٹوں کے تمام مکانات مسمار کر دیئے اور ان کا ملبہ یہاں سے اٹھا کر موضع ریہ واقع تحصیل شکر گڑھ میں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا اس گاؤں کے شہتیر اور دروازے اور اینٹیں اب تک اس قلعہ میں موجود ہیں۔ اس دوران سادات خاندان سے کچھ فیملی بٹالہ، گجرات، ملتان، پشاور، مقبوضہ کشمیر، کوٹلی، حجرہ شاہ مقیم وغیرہ جا کر رہائش پذیر ہوئیں اور کچھ لوگ سادات خاندان سے ادھر ہی رہے اور اپنے بزرگوں کے پاس سے جانا مناسب نہ سمجھا۔

حضرت سیّد محمد اشرف کشفی شاہ

آپ کا نام محمد اشرف تھا لیکن دنیا آپ کو اس نام سے نہیں بلکہ کشفی شاہ کے نام سے جانتی اور یاد کرتی ہے۔ کشفی شاہ کا خطاب خواجہ حسن نظامی دہلوی نے دیا تھا۔ آپ 1896ء کو چک قاضیاں میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تہذیب نفس اور تزکیہ قلب کے اعتبار سے ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔ زاہد و ارتقا و ریاضت اور مجاہدے میں اپنے وقت کا بیشتر حصہ صرف کیا۔ جس سے آپ کے درجات بلند اور مقامات میں ترقی ہوتی گئی اور آپ کے قلب سلیم کے دروازے کھل گئے۔ مذہبی تعلیم و تبلیغ کی طرف 1911ء میں راغب ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب آپ نے برما ہندوستان میں سکونت اختیار کر لی تھی آپ اسی سن میں خان بہادر ولی اینڈ کمپنی سے وابستہ ہوئے۔ آپ کے دل میں درد اور سوز کوٹ کوٹ کر بھرا تھا نہایت نرم مزاج' آپ دین و دنیا دونوں کے کاموں میں پورا انہماک رکھتے تھے۔ جب طرابلس میں جنگ کے شعلے بلند ہوئے تو آپ مسلمانوں کے دکھ کو محسوس کر کے سخت بے چین ہو گئے۔ آپ نے ہزار ہا روپیہ فراہم کر کے ترکوں کی مدد کی۔ آپ نے مجلس خلافت میں بھی ایک سال کام کیا اور پانچ ہزار روپے جمع کر کے ارسال کئے۔ پھر تحریک سیرت اور یوم عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب کا آغاز کیا اور اسے عالم گیر تحریک بنا دیا۔ آپ بانی سیرت رسول ﷺ کمیٹی ہیں۔ 1911ء سے اب تک نہ صرف رنگون برما بلکہ تمام اسلامی ممالک میں جشن عید میلاد النبی ﷺ بڑی شان و شوکت سے منائی جاتی ہے۔

آپ نے رنگون میں شیر نامی اخبار بھی نکالا۔ جس میں آپ نے مسلمانوں کو جوش و جذبہ دیا اور اسلام کی آبیاری کی۔ آپ تبلیغ اسلام کی غرض سے تبلیغی انجمنوں' اداروں اور اسلامی اخباروں کی دل کھول کر مدد کرتے۔ آپ جو کچھ کماتے سب بنی نوع انسانوں کی امداد ہمدردی اور خدمت میں صرف کر ڈالتے دنیا کو اس حقیقت کا شاید علم ہو کہ آپ نے ہزار ہا روپیہ سالانہ درد کے ماروں'

غمزدوں، غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور بیماروں کی امانت میں خفیہ طور پر خرچ کرتے رہے۔ جس کا کسی کو بھی علم نہ ہو پایا۔ کوئی سائل اور ضرورت مند آپ کے گھر سے خالی نہیں جاتا تھا۔ آپ نے سینکڑوں خانہ ویرانوں کے گھر آباد کئے۔ سینکڑوں کو نقد روپیہ دے کر کاروبار کروایا۔ سینکڑوں بے روزگاروں کو برسر روزگار کروایا۔

انگریزوں نے ہند کی حکومت مسلمانوں ہی سے چھینی تھی۔ لہذا مسلمانوں کو ہندوؤں اور سکھوں سے پیچھے رکھنا' ان پر تعلیم' ملازمت اور ترقی کے دروازے بند کرنا انگریزوں کی خاص حکمت عملی تھی۔ مگر شاہ صاحب نے کس حکمت عملی اور کمال فہم و فراست اور تدبر کے ساتھ کانٹوں سے اپنا دامن بچاتے ہوئے گلشن اسلام کی آبیاری کی۔ مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کے لئے نہایت دلیری کے ساتھ برابر کام کرتے رہے ایسے ماحول میں جہاں پورے ہندوستان کو عیسائی بنانے کی تدبیریں ہو رہی تھیں۔ عیسائیت کی تبلیغ میں پادری دن رات لگے ہوئے تھے لالچ' جبر و تشدد سے بھی مسلمانوں کو عیسائیت قبول کرنے پر آمادہ کیا جا رہا تھا ایسے ماحول میں شاہ صاحب کا اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے کام کرنا بڑے ہی حوصلے کی بات ہے۔ آپ نے رنگون میں سیرت رسول ﷺ کی تقریبات منانے کا فیصلہ کیا۔ 12 ربیع الاول کے دن میلاد رسول ﷺ کی تقریب منعقد ہوئی جس میں ابوالکلام آزاد' مولانا ظفر علی خان' مولانا احمد سعید' مولانا مفتی کفایت اللہ' خواجہ حسن نظامی اور بہت سی بزرگ ہستیوں کے علاوہ مسلمانوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آپ کی دینی خدمات کو سراہتے ہوئے مولانا ظفر علی خان نے ایک نظم پڑھی۔

کل سنا تھا نام کشفی شاہ کا
آج دیکھا کام کشفی شاہ کا
بادہ توحید سے لبریز ہے
کیف پرور جام کشفی شاہ کا
دعوت و ارشاد کے حلقوں میں
ذکر صبح و شام کشفی شاہ کا

آخری پیغام حق اسلام ہے
ہے یہی پیغام کشفی شاہ کا
وقف کر دی زندگی دین کے لئے
نیک ہو انجام کشفی شاہ کا

8 نومبر 1933ء

آپ ہر سال 12 ربیع الاول کے لئے خاص انتظام کرواتے۔ یکم ربیع الاول سے 11 ربیع الاول تک روزانہ عشا کی نماز کے بعد محفل حمد و نعت منعقد کرواتے۔ 12 ربیع الاول کو جلوس کی قیادت کرتے جو گھر سے برآمد ہوتا اور مختلف مزارات سے ہوتا ہوا مزار بابا سید فیروز الدین ابوالمکارم' مزار بابا عیسیٰ شاہ و موسیٰ شاہ' مزار بابا محمد غوث (گرنے والا) بابا شیخ جلال دین سے مزار بی بی مریم صاحبہؓ سے قبرستان اور پھر مزار بابا مالک سے ہوتا ہے گھر آ کر اختتام پذیر ہوتا وہاں دعا ہوتی اور لنگر تقسیم کیا جاتا۔ آپ کی اللہ تعالیٰ سے دعا تھی کہ باری تعالیٰ جس دن میری دنیا سے رخصتی ہو وہ دن 12 ربیع الاول کا ہی ہو۔

وصال سے پیشتر فرما دیا تھا کہ 12 ربیع الاول کو ہماری روانگی ہے۔ پیشگی اطلاع کے لئے اپنے مریدوں کو خط لکھوا دیئے تھے۔

آپ 12 ربیع الاول 11 مارچ بروز جمعہ 1976 عیسوی' 1396 ہجری کو اس جہان فانی سے دارالبقاء کی طرف منتقل ہوئے۔

اندرونی منظر مزار مبارک
سید محمد اشرف کشفی شاہ
موضع چک قاضیاں

مزار مبارک
قاضی سید عنایت اللہ شاہ (قاضی القضاۃ)
موضع چک قاضیاں

■ار مبارک
■بابا مالک علی ■مود گیلانی القا■ری
موضع ■ ■قاضیاں

■ار مبارک
■عطا محی الدین گیلانی القادری
موضع ■ قاضیاں

ار مبارک
پیر یعقوب علی ہ گیلانی القادری
موضع قاضیاں

مزار مبارک
ممتاز بیگم، مبارک علی محمو
والدین سخاوت علی گیلانی القادری
موضع پہ قاضیاں

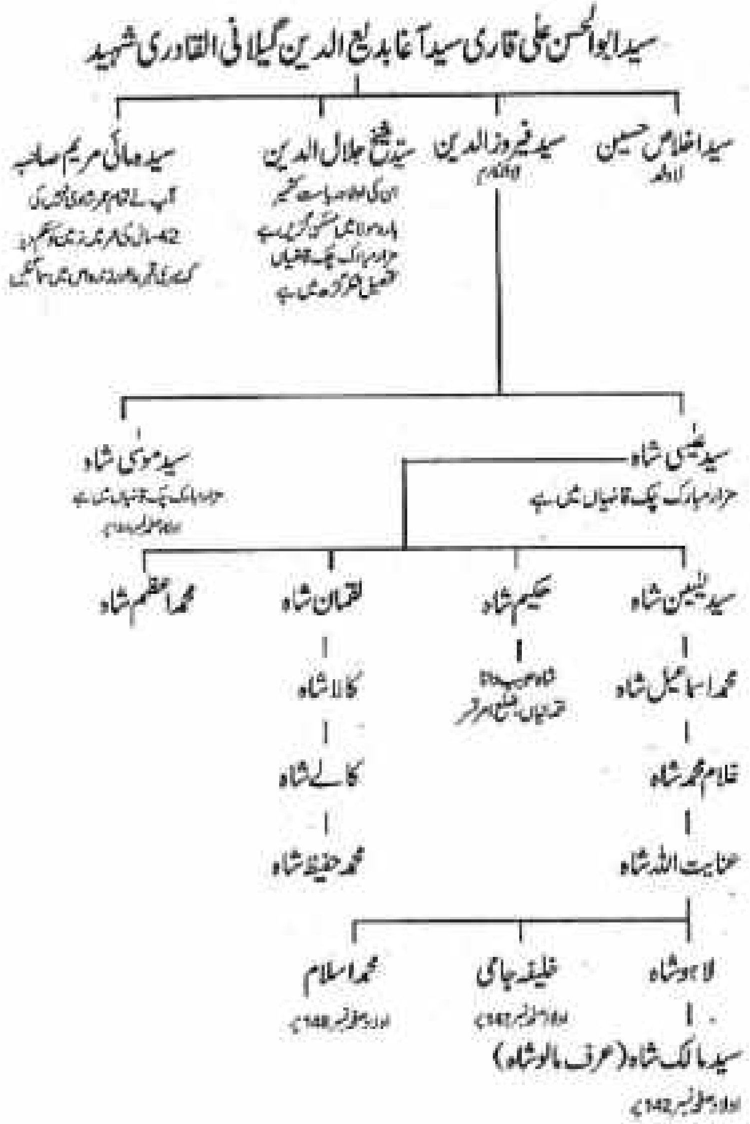
سید ابوالحسن علی قاری سید آغا بدیع الدین گیلانی القادری شہید
سید اخلاص حسین
سید فیروز الدین
سید شیخ جلال الدین
سید مائی مریم صاحبہ
سید عیسیٰ شاہ
مزار مبارک چک قانیاں میں ہے
سید موسیٰ شاہ
سید لیسین شاہ
حکیم شاہ
لقمان شاہ
محمد اعظم شاہ
محمد اسماعیل شاہ
کالا شاہ
غلام محمد شاہ
کالے شاہ
عنایت اللہ شاہ
محمد حنیف شاہ
لاہو شاہ
خلیفہ جامی
محمد اسلام
سید مالک شاہ (عرف مالو شاہ)

سید مالک شاہ بن لاہو شاہ

- قادر بخش
  - غلام علی شاہ
    - رحم شاہ
      - برکت علی
        - فیض الحسن (اولاد صفحہ نمبر [illegible] پر)
        - حامد شاہ
          - ارشاد حسین
            - ذاکر حسین
              - مجاہد
              - شاہد
            - ظفر حسین
              - فرخ
              - خرم
              - اویس گیلانی
            - شاہ منصور
            - افتخار
          - غلام حسین (لاولد)
        - محمد شاہ
          - اختر حسین (لاولد)
          - اظہر حسین
            - انتظار حسین
          - ریاض حسین
            - محمد طارق
            - پنجتن پیر
            - صفت حسین
        - الطاف حسین
          - بنیاد علی
            - احسن
          - فیاض علی
            - ذیشان
            - ریحان
      - نور شاہ (اولاد صفحہ نمبر [illegible] پر)
    - نیکے شاہ (اولاد صفحہ نمبر [illegible] پر)
    - نیاز علی (اولاد صفحہ نمبر [illegible] پر)
    - عنایت اللہ
- مراد بخش (اولاد صفحہ نمبر [illegible] پر)
- پیر بخش (اولاد صفحہ نمبر [illegible] پر)
- نیکے شاہ (اولاد صفحہ نمبر [illegible] پر)
- زبردست شاہ (لاولد)

صفحہ نمبر ١٤١ کا جاری

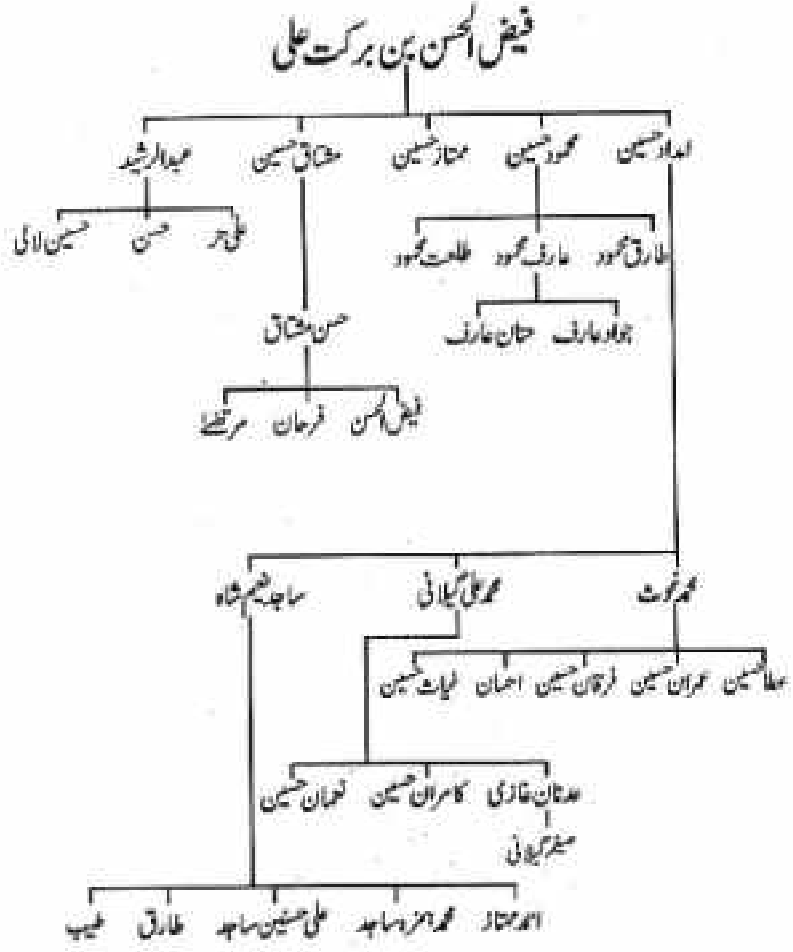

صفحہ نمبر 142 کا جاری

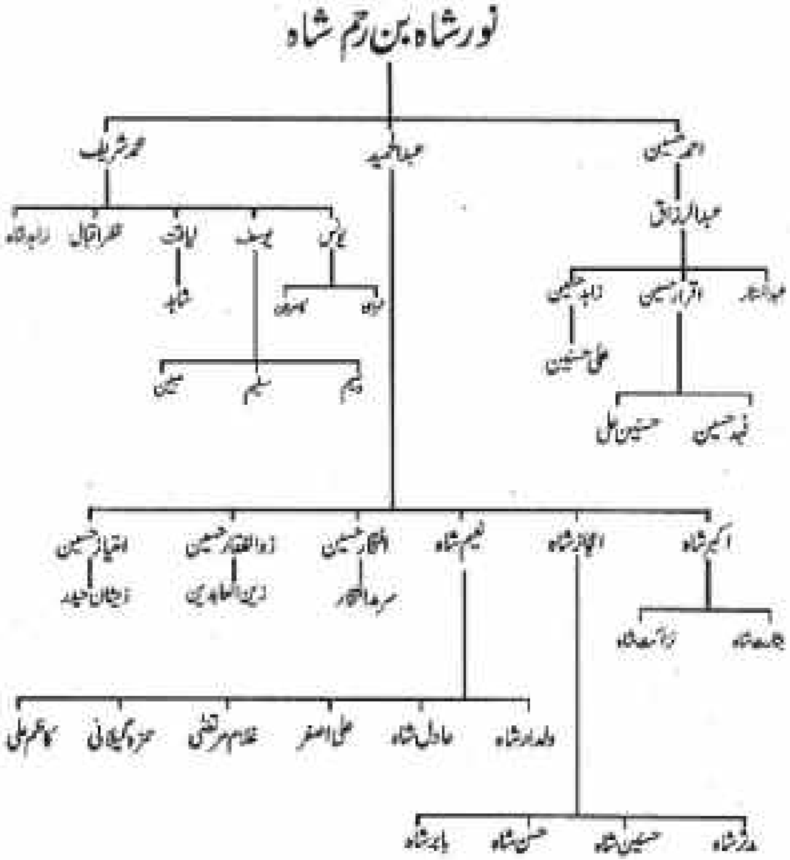

صفحہ نمبر 142 کا جاری

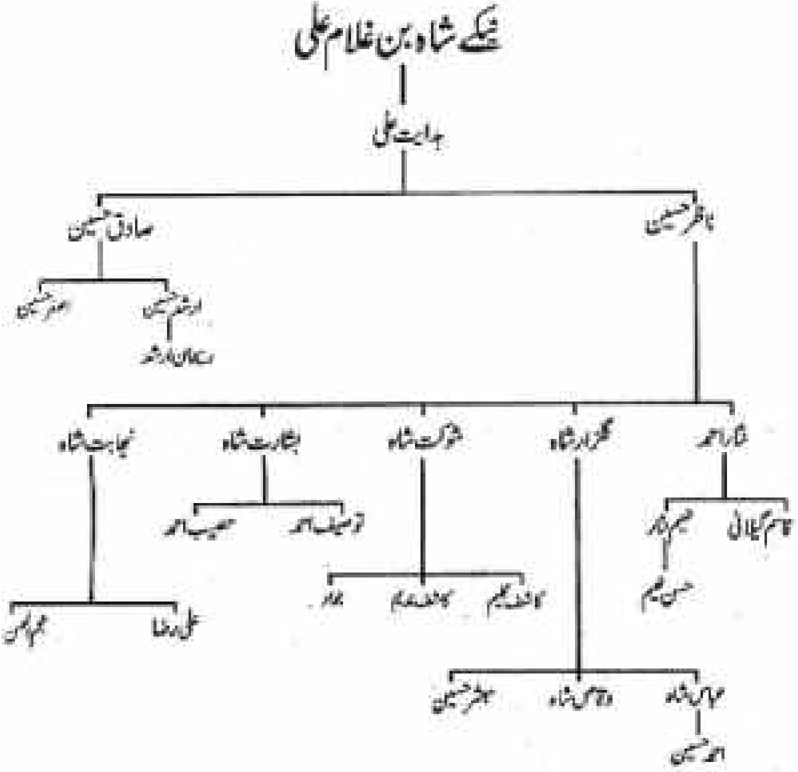

صفحہ نمبر 142 کا چارٹ

نیاز علی بن غلام علی

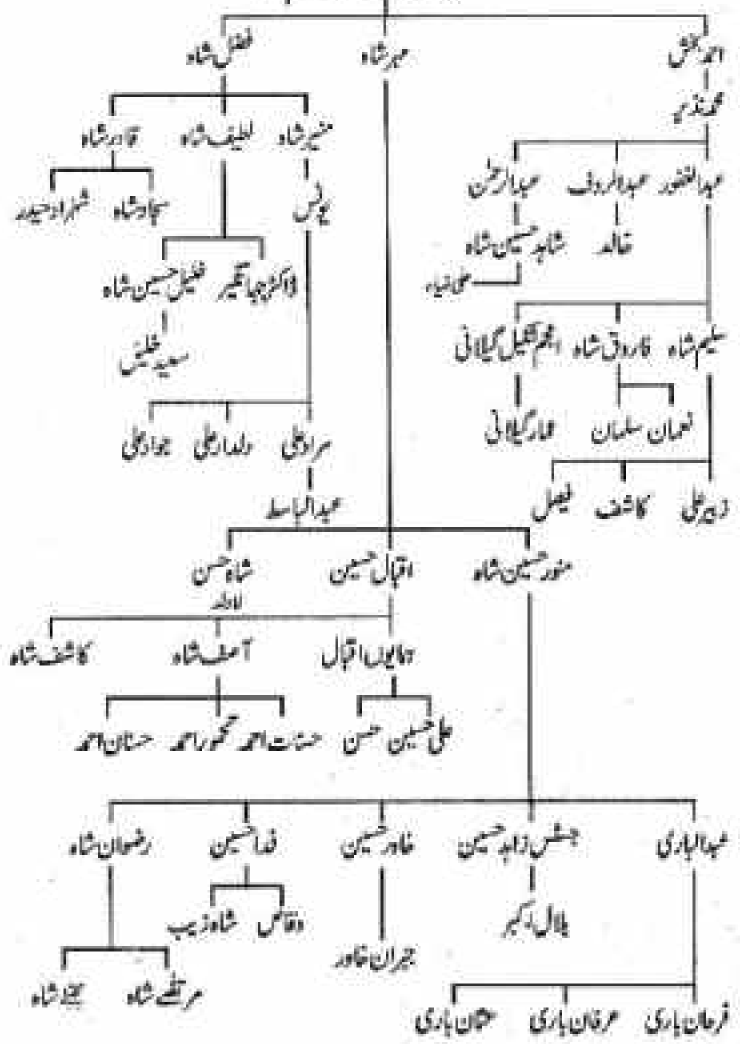

صفحہ نمبر 142 کا جاری

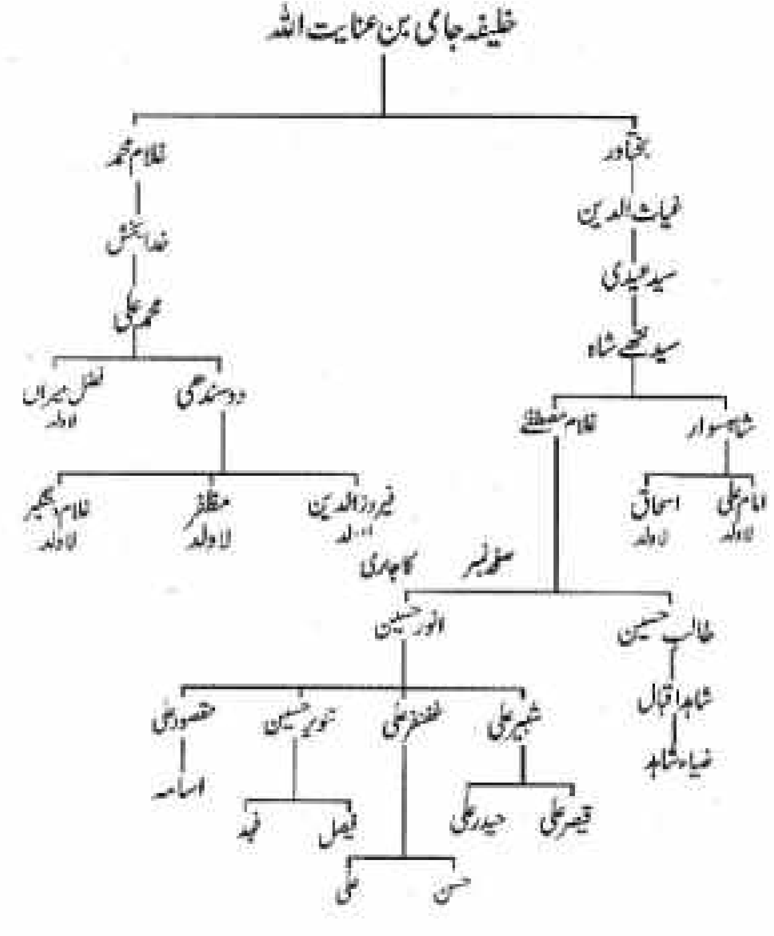

صفحہ نمبر 141 کا جاری

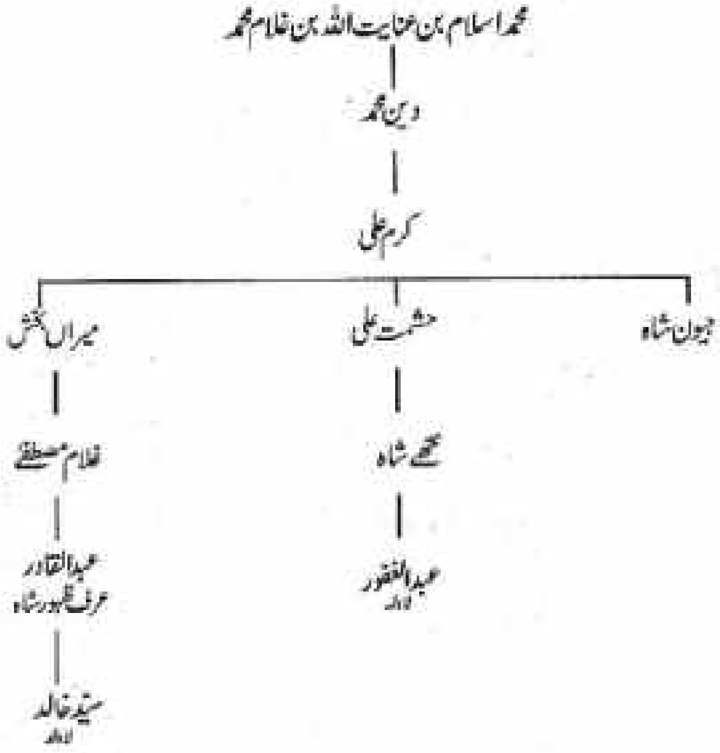

صفحہ نمبر 141 کا چارٹ

مراد بخش بن مالک شاہ عرف مالوشاہ

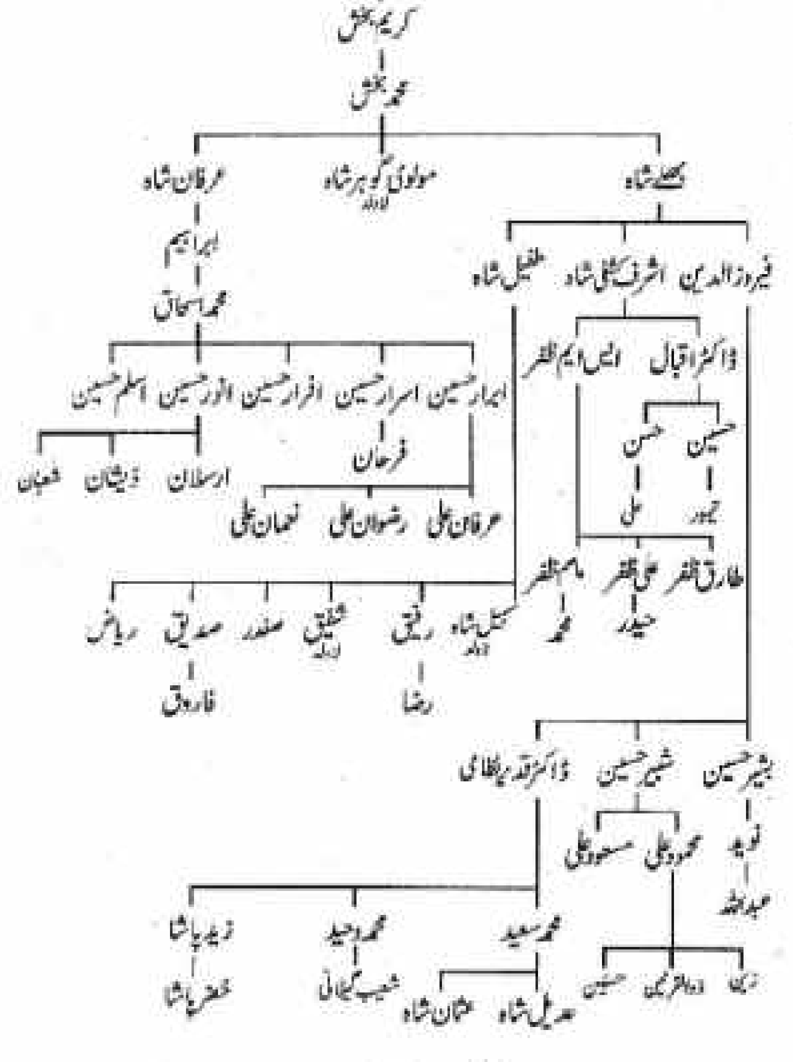

صفحہ نمبر 142 کا جاری

نیکے شاہ عرف نیکی شاہ بن مالک شاہ

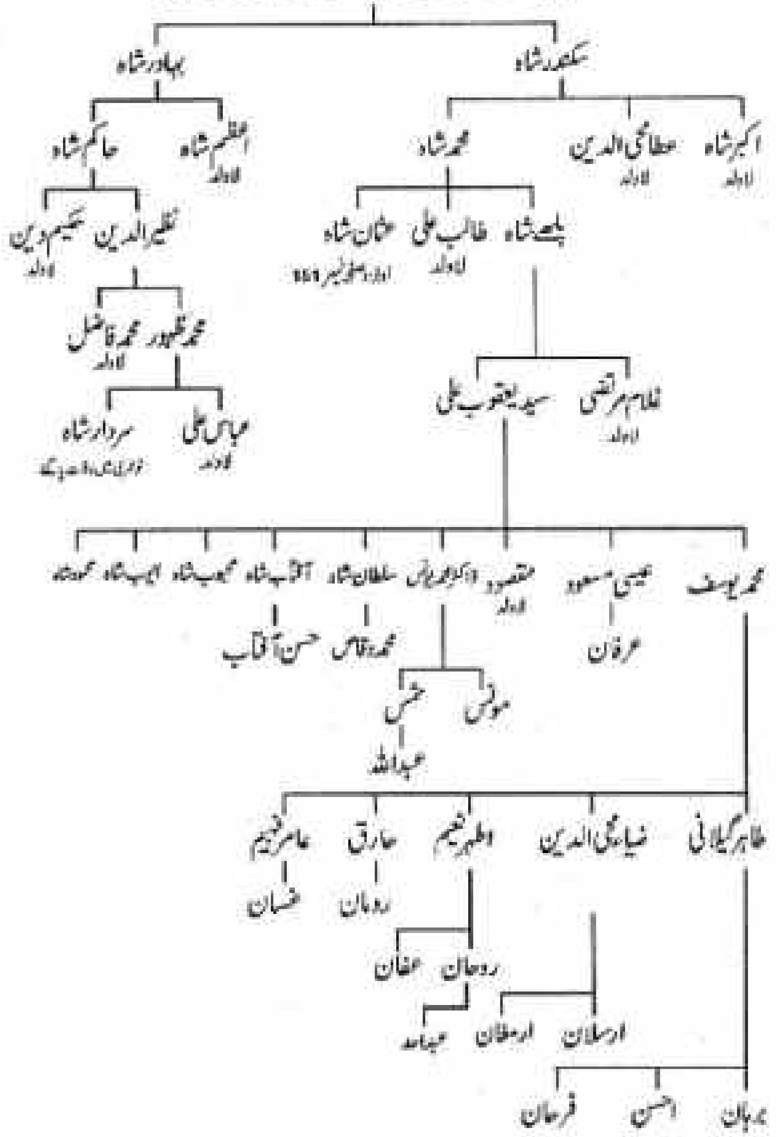

صفحہ نمبر 142 کا جاری

عثمان شاہ بن محمد شاہ

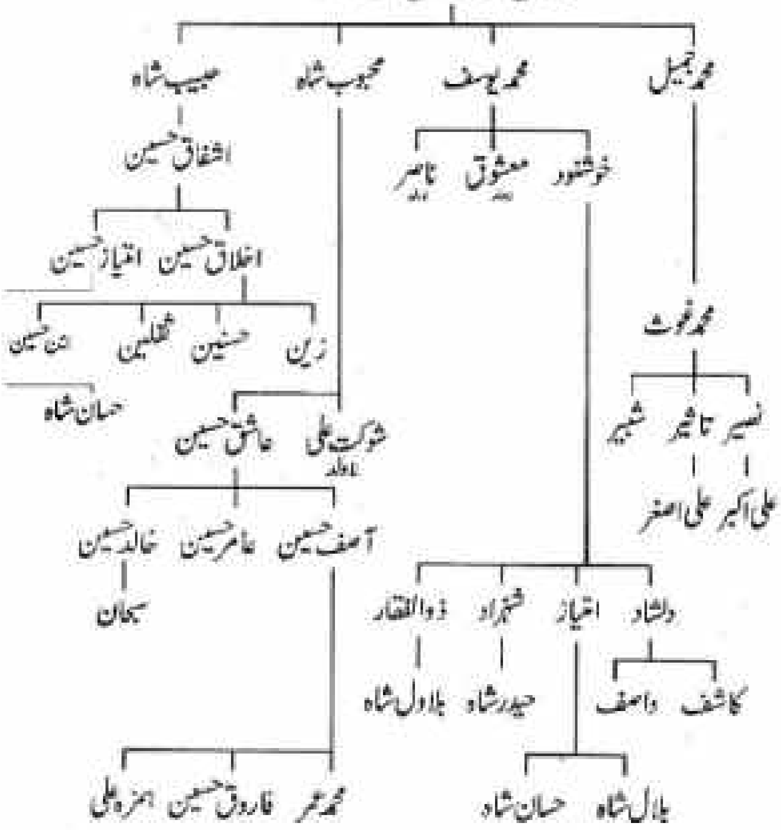

صفحہ نمبر 150 کا جاری

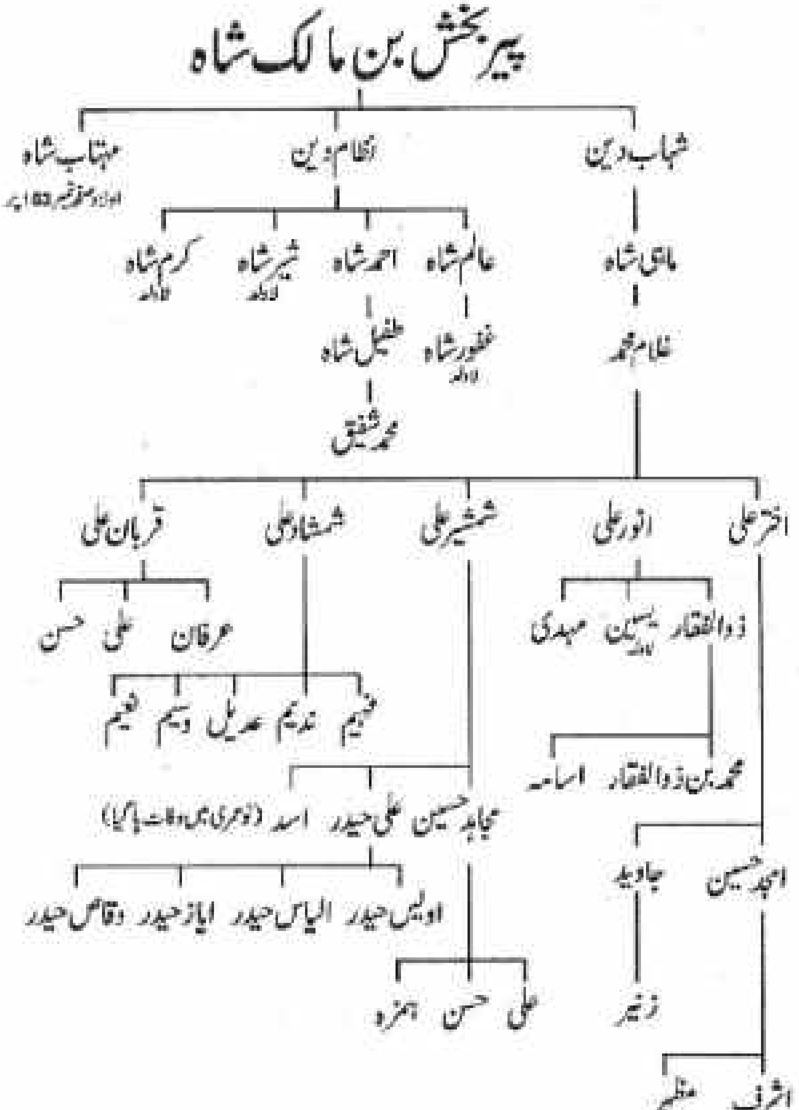

صفحہ نمبر 142 کا چارٹ

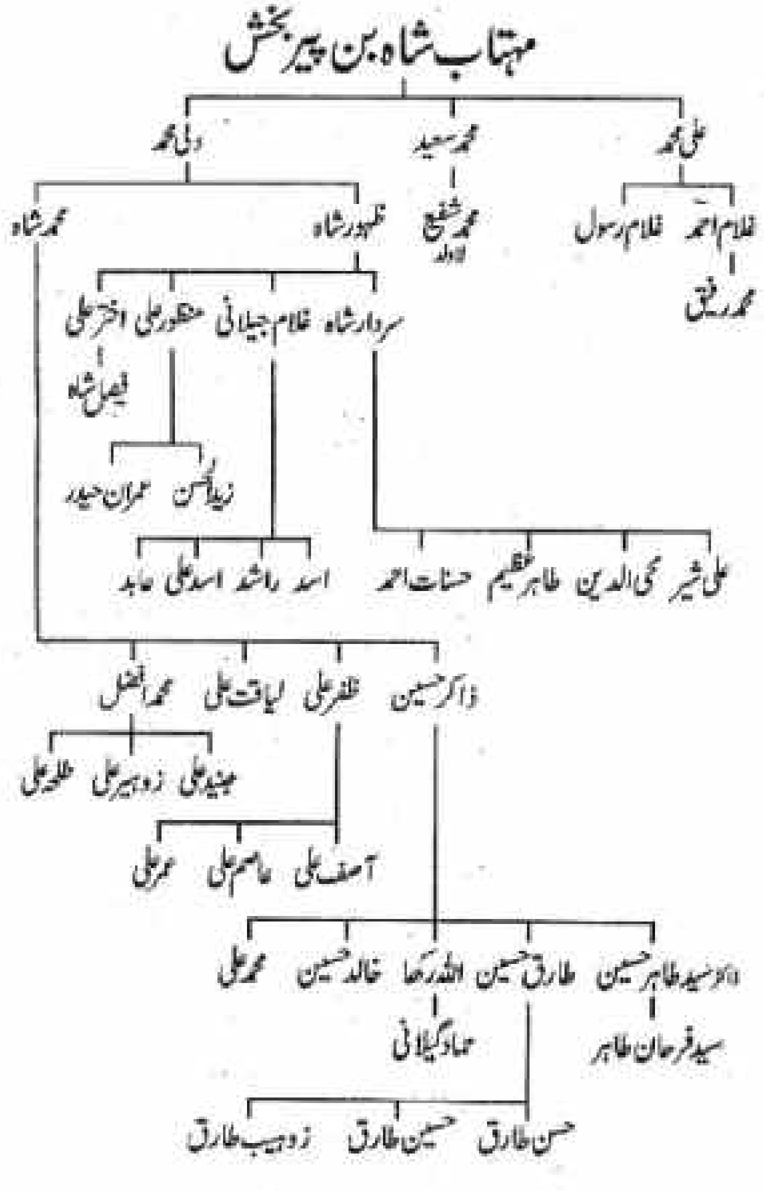

صفحہ نمبر 152 کا جاری

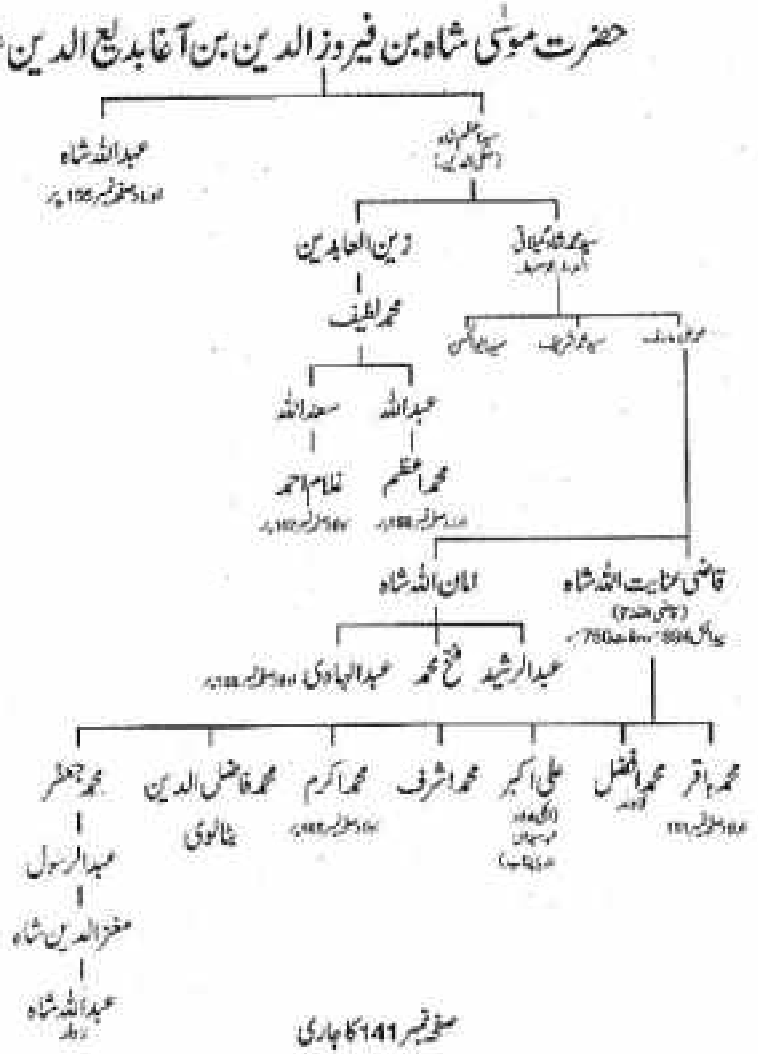

صفحہ نمبر 141 کا جاری

عبداللہ شاہ بن موسیٰ شاہ بن فیروز الدین شاہ

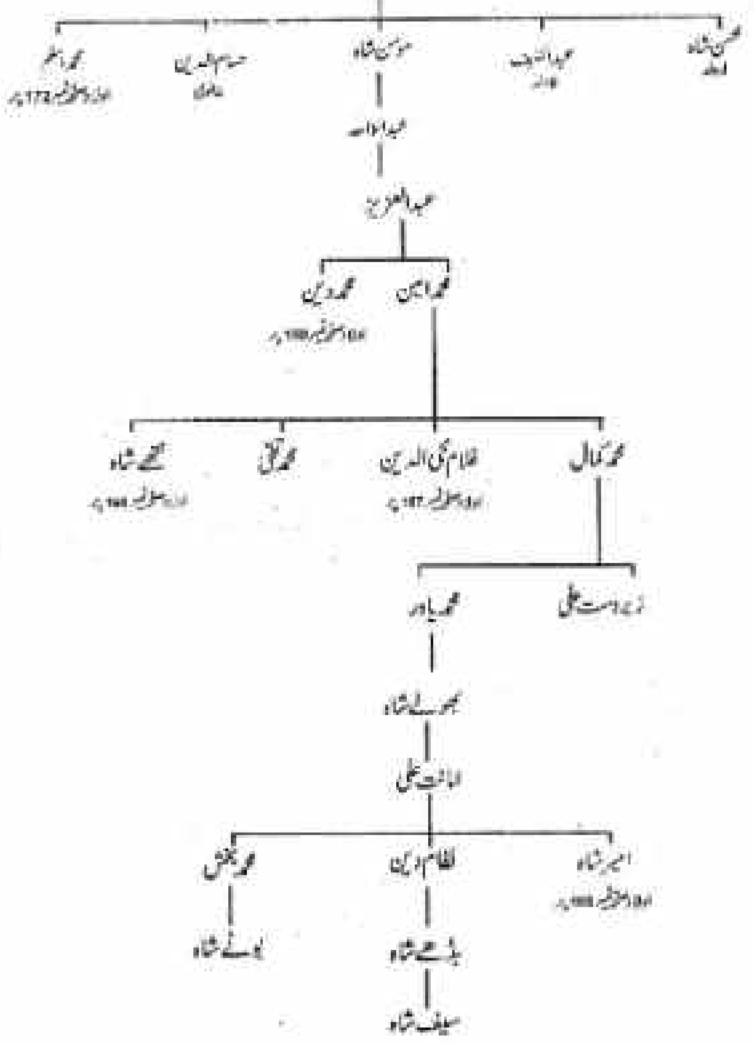

صفحہ نمبر 154 کا جاری

محمد اعظم بن عبداللہ شاہ

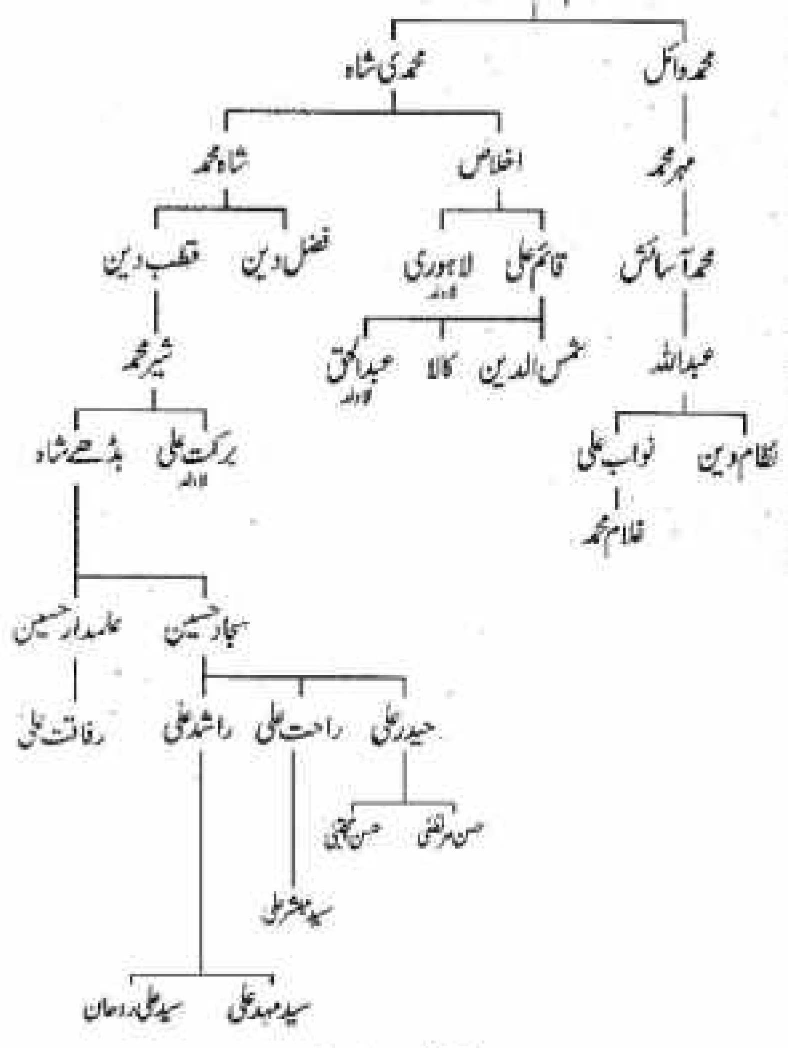

صفحہ نمبر 154 کا جاری

غلام احمد بن سعد اللہ

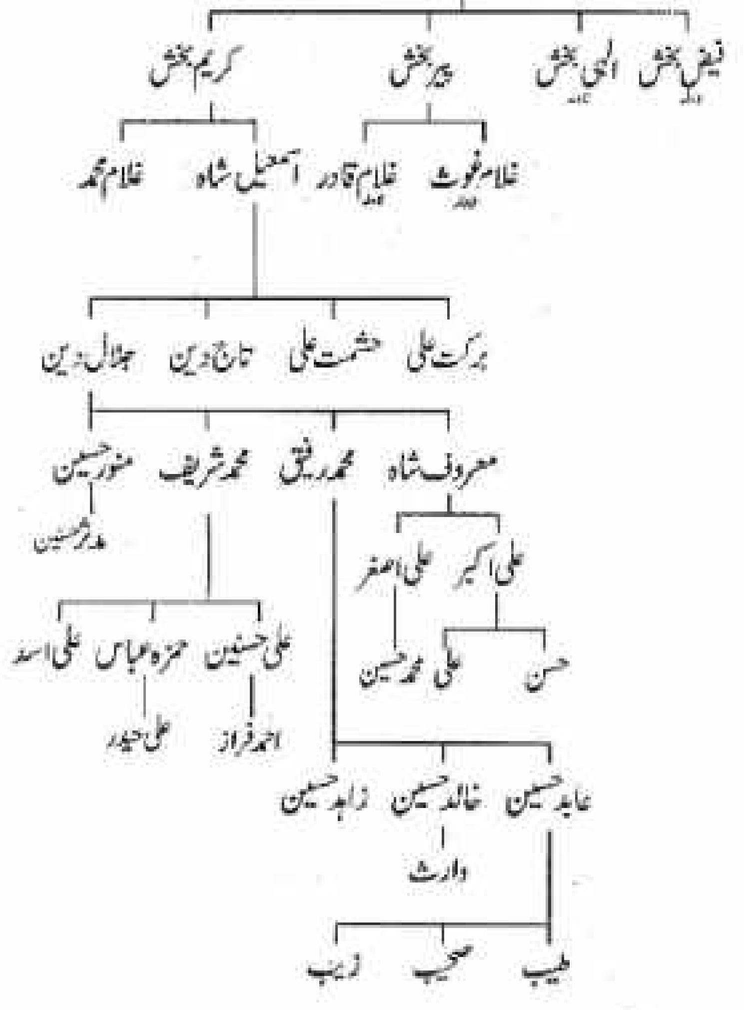

صفحہ نمبر 154 کا جاری

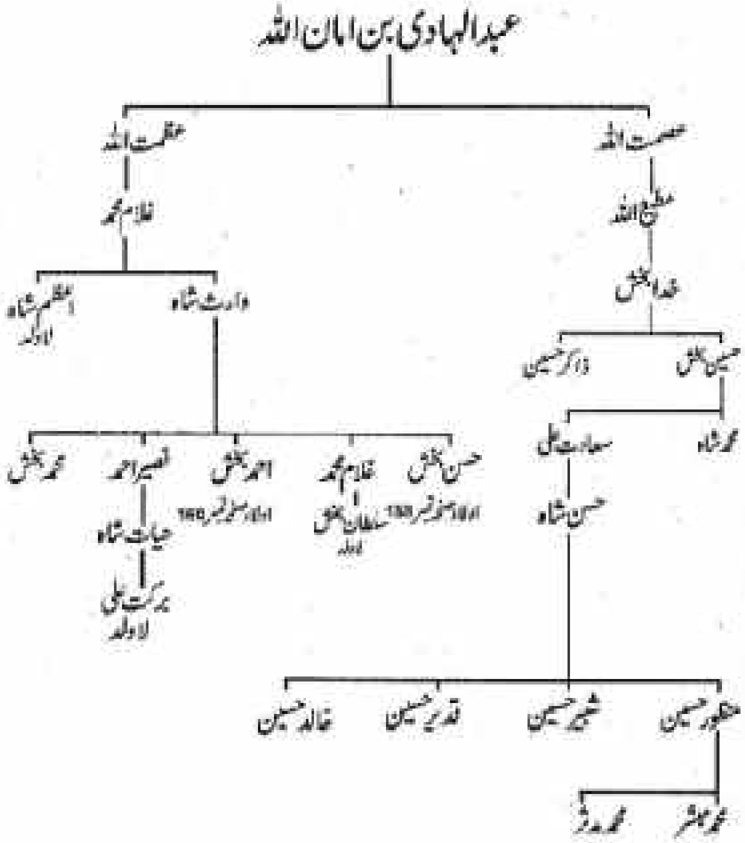

صفحہ نمبر 154 کا جاری

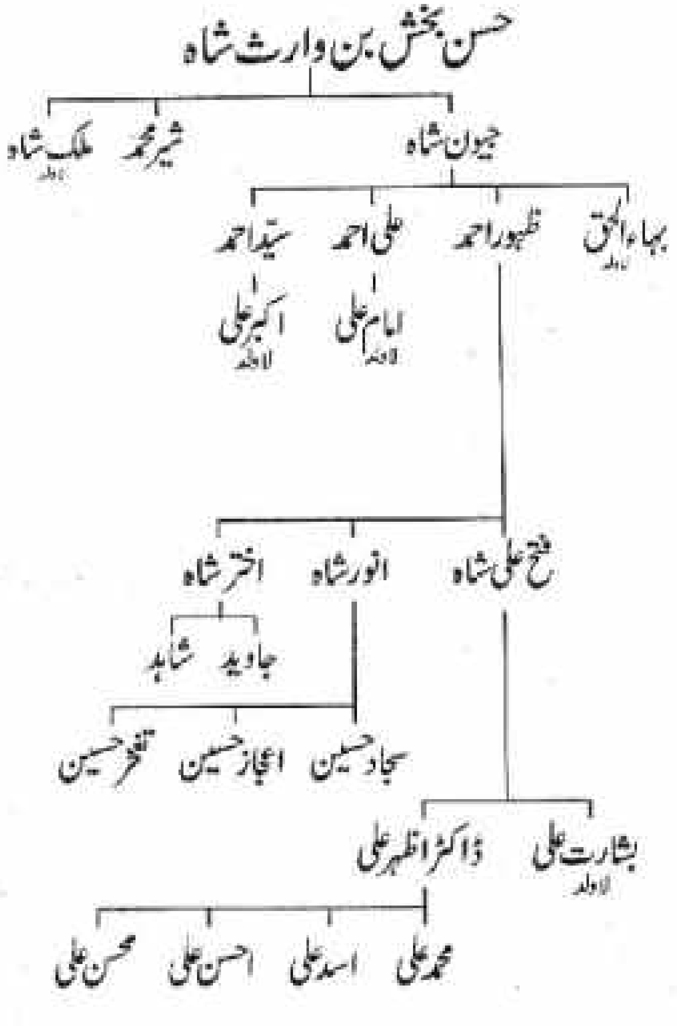

صفحہ نمبر 158 کا جاری

صفحہ نمبر 158 کا جاری

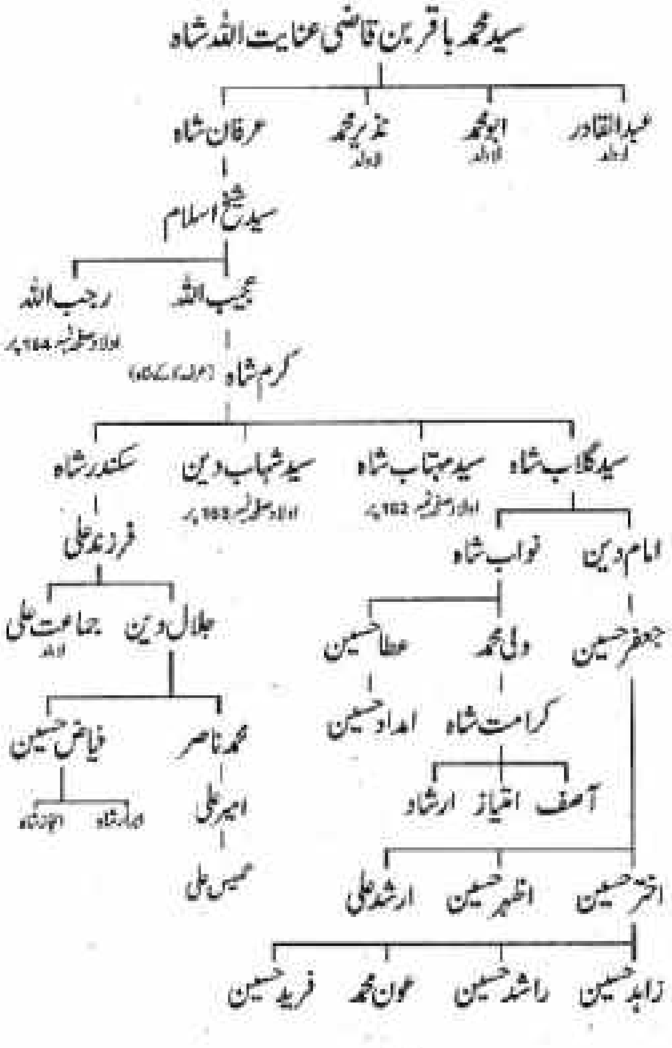

صفحہ نمبر 164 کا جاری

سید مہتاب شاہ بن کرم شاہ بن عجیب اللہ

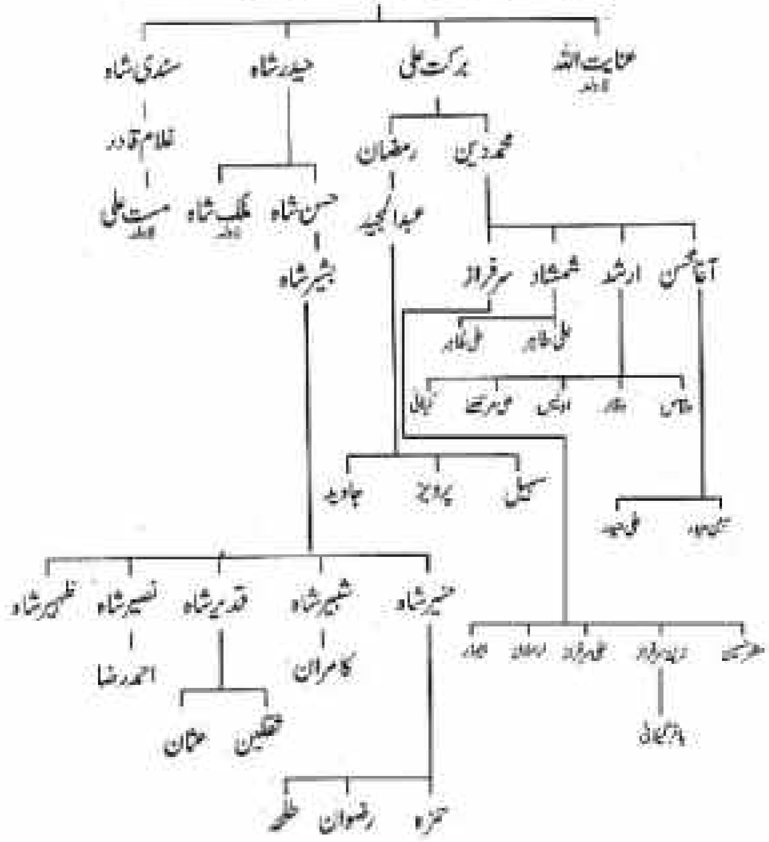

صفحہ نمبر 161 کا جاری

سید شہاب دین بن کرم شاہ بن عجیب اللہ

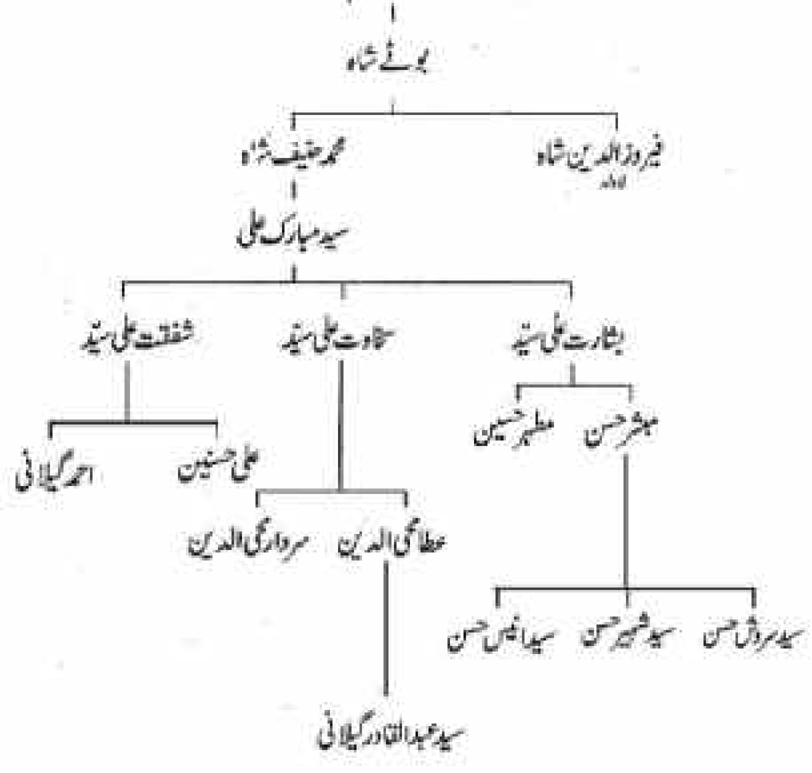

صفحہ نمبر 161 کا جاری

رجب اللہ بن شیخ الاسلام بن عرفان شاہ

- غلام احمد
  - غلام علی
    - گوہر شاہ
      - سراج دین (لاولد)
    - ولی محمد
      - حامد شاہ
        - حسن عسکری (لاولد)
        - مشتاق حسین (لاولد)
        - صفدر حسین
          - ریحان منصور
    - علی محمد
      - غیاث الدین (لاولد)
- سلطان شاہ
  - عطا محی الدین
    - فضل شاہ (لاولد)
    - دسندی شاہ
      - محمد شاہ
        - عبدالرشید
          - اسلم شاہ
            - غلام محی الدین
            - علی رضا
          - زاہد حسین
            - مظفر علی
              - علی حیدر
                - علی حیدر
                - طیب
            - عظیم گوہر
          - اشرف شاہ
            - جنید
          - مخدوم شاہ
        - عبدالروف
          - تجمل حسین
          - توکل
          - توسل

صفحہ نمبر 161 کا جاری

محمد اکرم بن قاضی عنایت اللہ شاہ

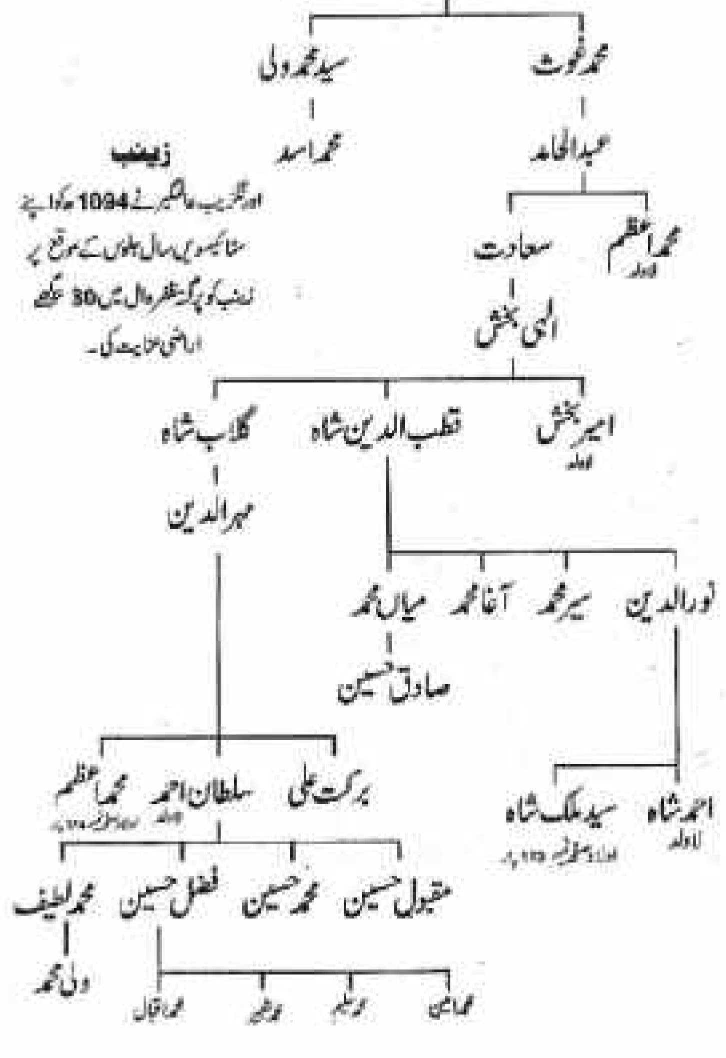

صفحہ نمبر 154 کا جاری

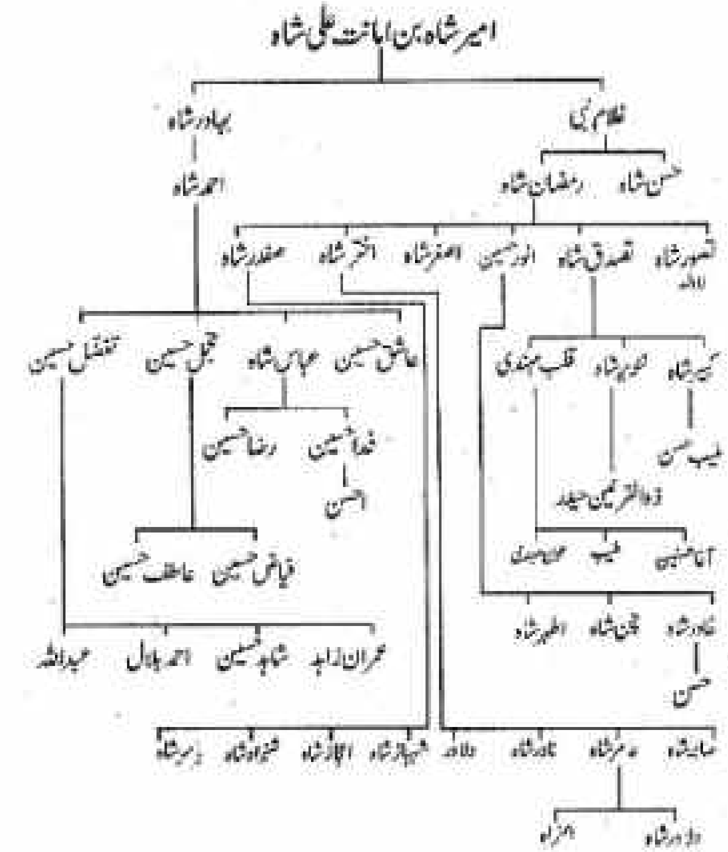

صفحہ نمبر 155 کا جاری

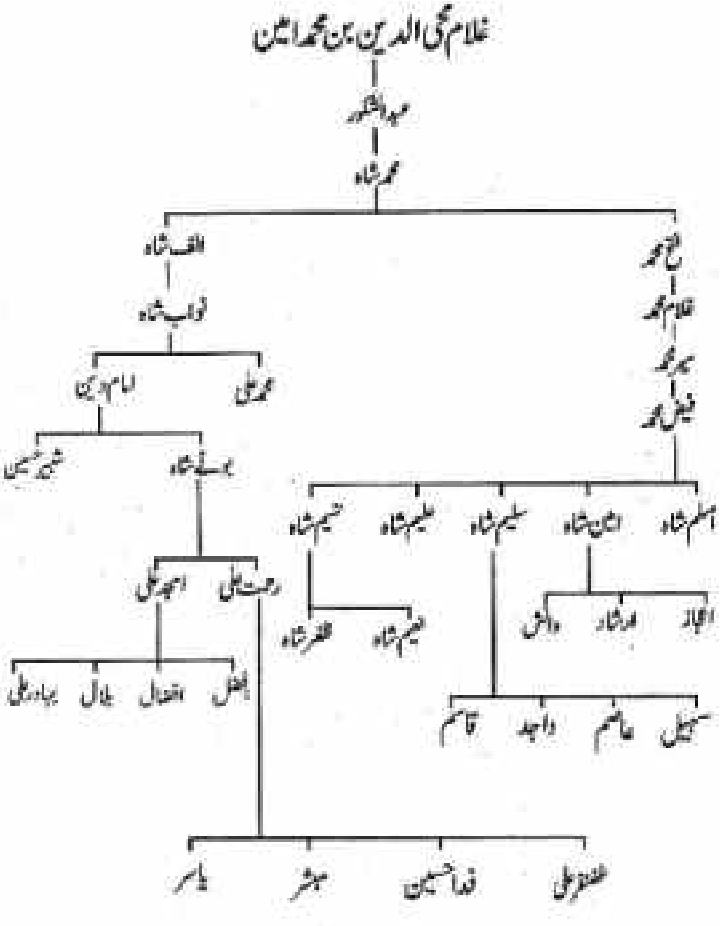

صفحہ نمبر 155 کا جاری

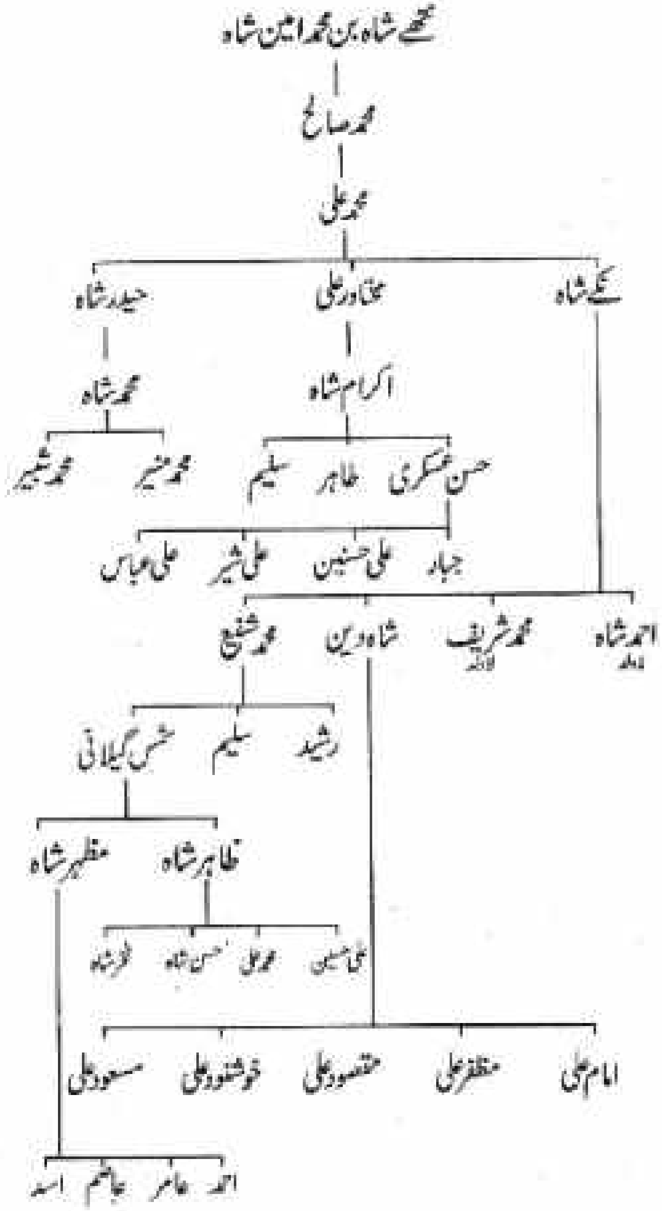

صفحہ نمبر 155 کا جاری

محمد دین بن عبدالعزیز بن عبدالواحد

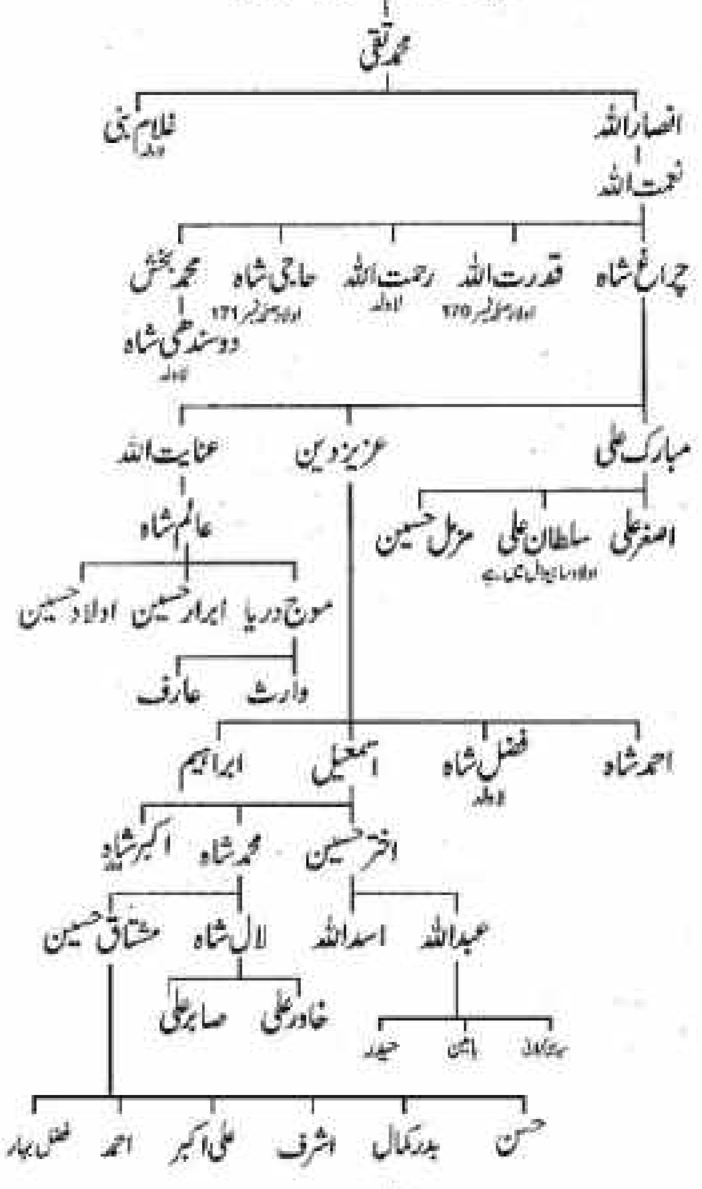

صفحہ نمبر 155 کا جاری

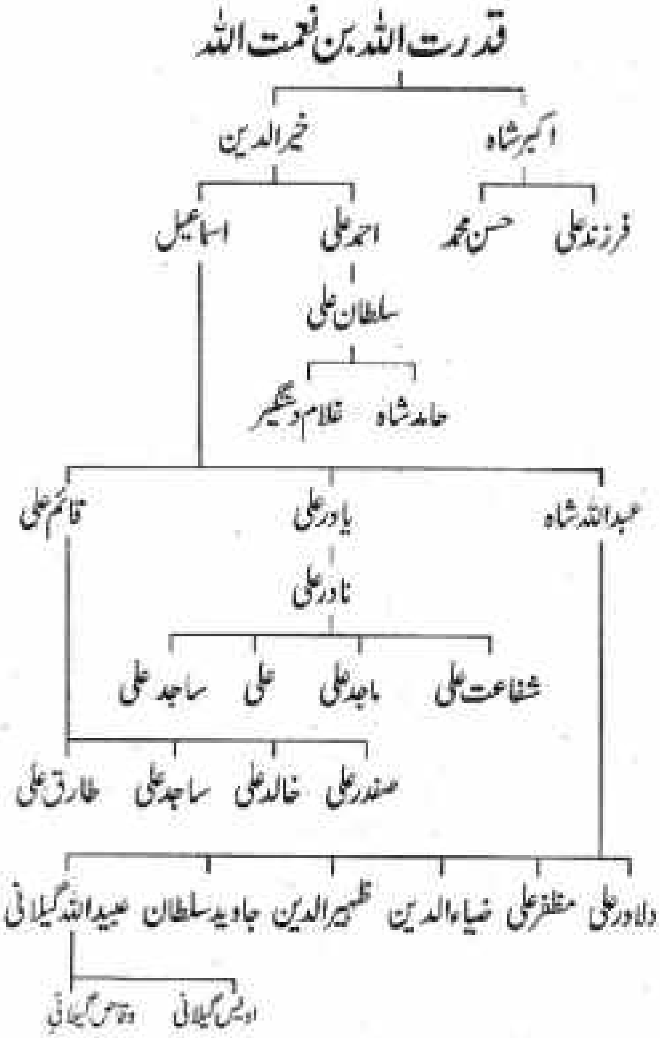

صفحہ نمبر ۱۶۶ کا جاری

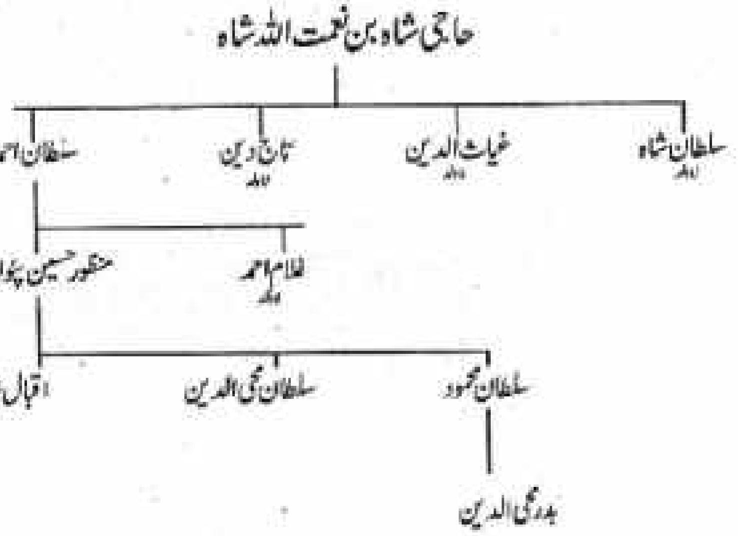

صفحہ نمبر 169 کا جاری

محمد اسلم بن عبداللہ شاہ بن موسیٰ شاہ

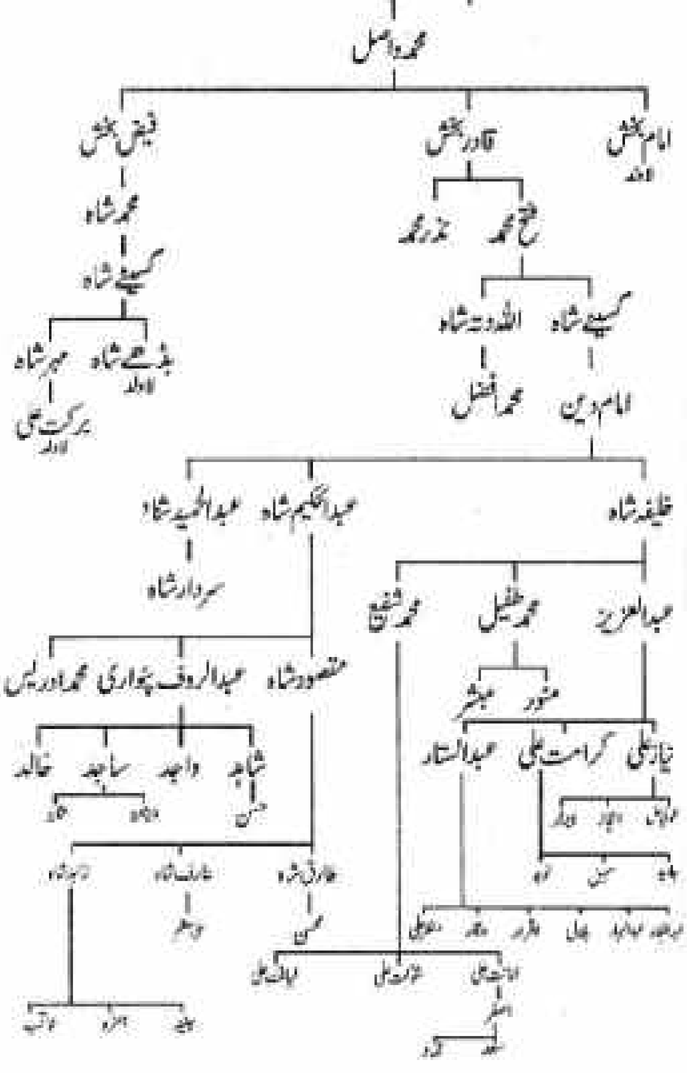

صفحہ نمبر 188 کا جاری

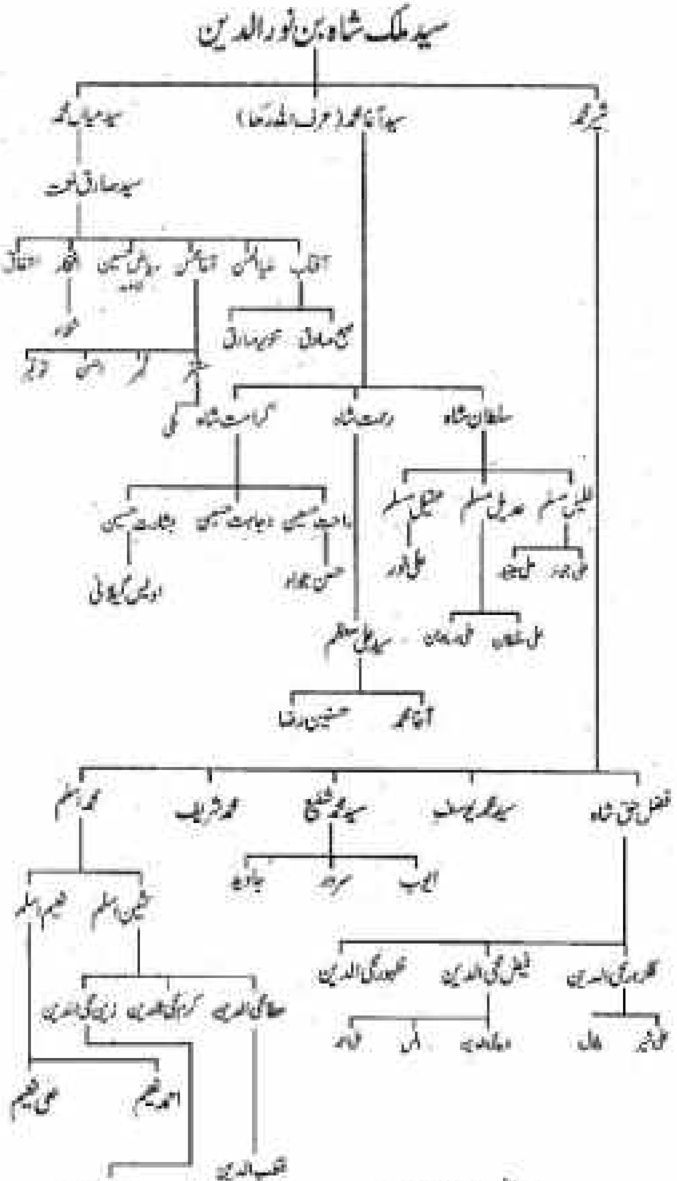

صفحہ نمبر 165 کا چارٹ

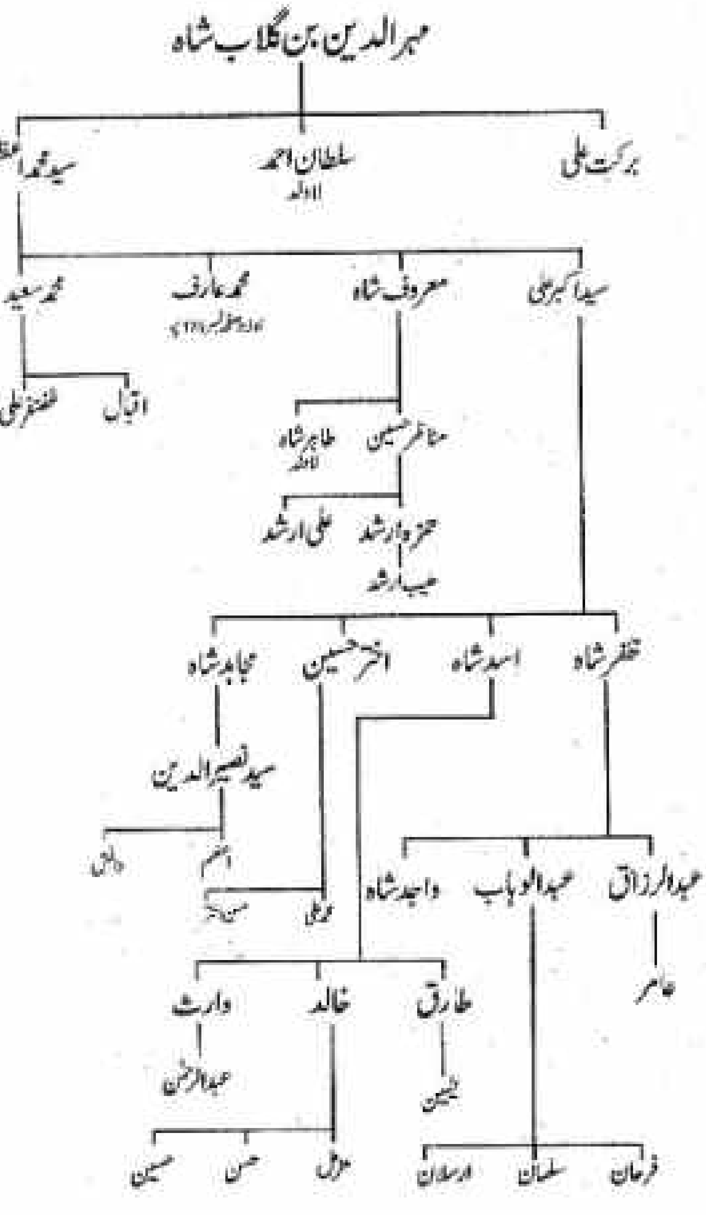

صفحہ نمبر 185 کا جاری

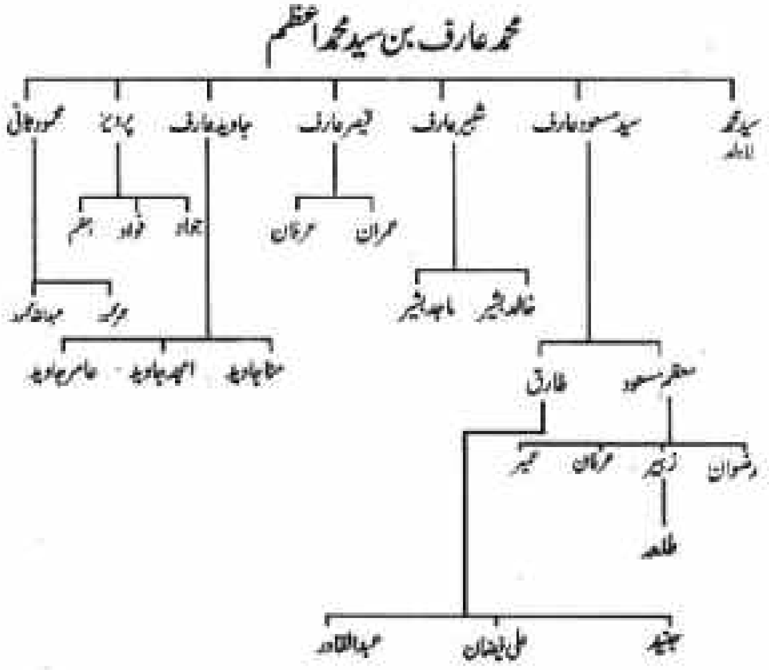

صفحہ نمبر 174 کا جاری

محمد یوسف بن شیر محمد

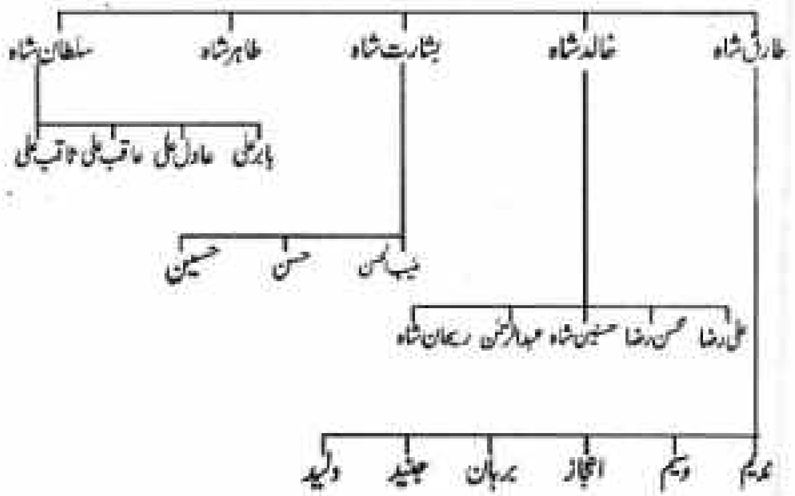

صفحہ نمبر 173 کا جاری

ذکراللہ کی فضیلت و برکات

اقم الصلوۃ الذکری (القرآن)

ترجمہ: نماز قائم رکھ میرے ذکر کے لئے

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے ذکر کے لئے نماز قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔

حدیث پاک۔ **الصلوۃ عماد الدین** نماز دین کا ستون ہے

حدیث پاک۔ **الصلوۃ معراج المومنین** نماز مومن کی معراج ہے

قرآن مجید میں نماز کا فائدہ بتایا کہ:

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر

ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

ان نمازیوں کیلئے تباہی ہے جو نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں ان کی نماز دکھاوا ہے۔ (القرآن: سورۃ الماعون: آیت نمبر 3)

لیکن ہم نماز کی حقیقت سے دور ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں لیکن دین میں پختگی نہیں' نماز پڑھتے ہیں لیکن معراج نصیب نہیں ہوتی۔ نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن جھوٹ' ظلم' غیبت' حسد' تکبر' ہیرا پھیری اور بے حیائی جیسی خرافات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ ہم نماز تو پڑھتے ہیں لیکن درحقیقت ہمارے قلوب ذکرالٰہی سے غافل ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: پس جب تم اپنی نمازوں سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے' بیٹھے اور کروٹوں کے بل بھی (سوئے ہوئے) یعنی ہر دم کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر ہو سکتا ہے بیٹھ کر اللہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن سوئے ہوئے اللہ کا ذکر کس طرح ہو سکتا ہے۔

قرآن پاک:

الم یان اللذین آمنو ان تخشع قلوبھم الذکر اللہ

ترجمہ: کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کیلئے جھک

جائیں۔

دل ایک ایسا انسانی عضو ہے جو کھڑے، بیٹھے اور سوئے ہوئے یعنی ہر وقت دھڑکتا ہے اگر اس دل میں اللہ کا ذکر بسا لیا جائے تو کھڑے، بیٹھے حتیٰ کہ سوتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر کرے گا کوئی بھی لمحہ اللہ کے ذکر سے غفلت میں نہ گزرے گا۔

نماز حقیقت:

نماز کے تین لوازمات ہیں۔

زبان اقرار کرے۔

دل تصدیق کرے۔

جسم عمل کرے۔

کافروں کی زبان اقرار نہیں کرتی، منافقوں کے دل تصدیق نہیں کرتے اور فاسقوں کے جسم عمل نہیں کرتے۔ ہماری زبان بھی اقرار کرتی ہے اور جسم بھی عمل کرتا ہے لیکن دل تصدیق نہیں کرتا۔ زبان کہتی ہے قل ہو اللہ احد دل میں گھر کے خیالات ہوتے ہیں۔ زبان کہتی ہے اللہ الصمد دل میں بیوی بچوں کا خیال ہوتا ہے۔ ہم کھڑے تو اللہ کی بارگاہ میں ہیں لیکن دل دنیا کا طواف کر رہا ہے۔

حدیث پاک:

لا صلوة الا بحضور القلب

ترجمہ: دل کی حاضری کے بغیر نماز نہیں۔

بلھے شاہ:

بلھے نوں لوکی متی دیندے بلھیا جا بیٹھ وچ مسیتی
پر وچ مسیتاں کیہ ہوندا جے دلوں نماز نہ نیتی

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

جو میں سربسجدہ ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

اگر کند ذہن کو قرآن حفظ نہ ہو تو اس کے دماغ کا علاج کرواتے ہیں۔ اگر رب کی معرفت

اور نماز حقیقت سے غافل ہو تو پہلے دل کا علاج کروائیں۔

حدیث قدسی ہے نہ میں زمین میں سماتا ہوں نہ آسمان میں اگر سماتا ہوں تو بندہ مومن کے قلب میں۔

سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

دل دریا سمندروں ڈھونگے کون دلاں دیاں جانے ہو
وچے بیڑے، وچے جھیڑے وچے ونجھ موہانے ہو
چوداں طبق دلے دے اندر تنبو وانگوں تانے ہو
جو دل دا محرم ہووے حضرت باہوؒ سو یورب پچھانے ہو

دل کی صفائی:

حضور پاک ﷺ کی حدیث مبارک ہے کہ:

ہر چیز کو صاف کرنے کا کوئی نہ کوئی آلہ ہے دلوں کو صاف کرنے کا آلہ اللہ کا ذکر ہے۔

اس دل کی ٹک ٹک کو اللہ اللہ سے لگائیں۔ آپ کا دل صاف ہونا شروع ہو جائے گا۔ ایک وقت آئے گا کہ آپ کی زبان کہے گی **قل هو الله احد** دل کہے گا اللہ اللہ۔ زبان اقرار دل تصدیق اور جسم عمل کرے گا اور پوری نماز میں دل میں اللہ کے ذکر کے سوا دنیا کا کوئی خیال نہ آئے گا اور آپ کی نماز اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوگی۔ حدیث پاک ہے کہ جس نے دو رکعت نماز ادا کی اور دنیا کی کوئی بات دل میں نہ لایا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔

حدیث: ذکر الٰہی میں شرکت کرنا بیس لاکھ بری محفلوں کا کفارہ ہے۔

(بحوالہ امام احمد بن حنبل جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 72)

حدیث: اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی بھی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دلانے والا نہیں۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔

کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ

پہلا رکن کلمہ طیبہ ہے جو دائمی اور بنیادی ہے اور باقی چار رکن وقتی ہیں۔ اپنے وقت پر ادا کیے جاتے ہیں۔ مثلاً نماز کے لئے قرآن میں آیا ہے کہ نماز وقت مقررہ پر ادا کرو، روزے رمضان میں فرض کیے، حج زندگی میں ایک بار فرض کیا گیا اور زکوٰۃ سال میں ایک بار فرض کی گئی۔

لیکن کلمہ طیبہ کے لئے حدیث نبوی ﷺ ہے:

افضل الذکر کلمہ طیّب یہ سب اذکار کا امام ہے اور ذکر کے لئے قرآن پاک میں ہے ”جب تم اپنی نمازوں سے فارغ ہو جاؤ تو میرا ذکر کرو کھڑے، بیٹھے حتیٰ کے کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے بھی“

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص فرض دائمی ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کا فرض وقتی بھی قبول نہیں کرتا۔ زبانی کلمہ پڑھنے سے اقرار بالسان ہوتا ہے یعنی زبان سے کلمہ پڑھنے والا مسلمان تو ہو جاتا ہے اور جب انسان دل کی گہرائیوں سے کلمہ پڑھتا ہے تو پھر مومنوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

ایک بار ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا عرض کیا یا رسول ﷺ میں احکام شریعت یعنی نماز، روزہ حج اور زکوٰۃ پورے کرتا ہوں لیکن میرے دل میں وسوسے اور برے خیالات بہت آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو اس ذکر سے تمام وسوسے ختم ہو جائیں گے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ارشاد فرماتے ہیں ”میں قرآن پاک پڑھتا تو روزانہ تین قرآن پاک ختم کرتا، نوافل پڑھتا تو بے شمار اور ایک لاکھ سے زیادہ اسماء پڑھتا لیکن جو فیض اللہ کے ذکر سے حاصل ہوا وہ کسی اور عمل سے حاصل نہ ہو سکا“

نہ دولت سے، نہ دنیا سے، نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

فاذکرونی اذکر کم والشکرولی ولا تکفرون (القرآن)

ترجمہ: تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔
اللہ کے ذکر کی بہت عظمتیں اور برکتیں ہیں۔

حدیث پاک: بروز حشر اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں پر یہ انعام کرے گا کہ ان کے چہرے نور سے چمکتے ہوں گے وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے۔ لوگ ان پر رشک کریں گے وہ نہ نبی ہوں گے، نہ وہ شہید ہوں گے، کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پھر وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ہوں گے جو مختلف جگہوں، مختلف خاندانوں سے آ کر ایک جگہ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے ہوں گے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے

اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

واذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

جب کوئی انسان اللہ کی خاطر اپنا کاروبار چھوڑ کر بیوی بچوں کو چھوڑ کر دنیا کے آرام اور دولت کو چھوڑ کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے اللہ سے اپنی لو لگاتا ہے تو پھر اللہ بھی اس کو اپنا دوست بنالیتا ہے اور اس انسان پر انعام فرماتا ہے۔

فرشتوں سے فرماتا ہے کہ دیکھو جس انسان کو تم نے انکار سجدہ کیا تھا آج وہی انسان میری محبت میں میرے عشق میں سب کچھ چھوڑ کر میرے ذکر میں مشغول ہے۔

آج کے دور میں یہ بہت مشکل بات ہے کہ ہم بھی سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائیں۔ نہ تو ہم دنیا کو چھوڑ سکتے ہیں نہ ہی کاروبار اور بیوی بچوں کو چھوڑ سکتے ہیں۔ تو پھر ہم اس فرمان رب پر کیسے عمل کر سکتے ہیں آیئے قرآن پاک سے پوچھتے ہیں۔

الم یان اللذین آمنو ان تخشع قلو بھم للذکر اللہ

ترجمہ: کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جائیں۔

قرآن پاک سے پتہ چلتا ہے کہ اگر ہم آج اپنے دل کو اللہ کے ذکر میں مشغول کر لیں اگر ہم آج دل کی ٹک ٹک کو اللہ کے ذکر میں تبدیل کر لیں تو پھر ہماری زندگی کا ہر لمحہ اللہ کے ذکر میں گزرے گا۔ اگر ہم کاروبار کرتے رہے تو کاروبار ہوتا رہے گا اور اللہ کا ذکر بھی ہوتا رہے گا۔ اگر ہم بیوی بچوں میں ہیں تو پھر بھی ذکر ہوتا رہے گا۔ اگر ہم کھڑے ہیں تو ذکر ہوتا رہے گا۔ اگر ہم سو رہے ہیں تو ذکر ہوتا رہے گا۔ یعنی ہمارا جسم تو دنیا کے کام کر رہا ہے مگر ہمارا دل اس کی یاد میں مشغول ہوگا اور جب کسی انسان کا دل اللہ کا ذکر کرتا ہے تو عرش الٰہی جنبش میں آ جاتا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یا اللہ آج تیرے عرش کو کیا ہوا ہے یہ ہل کیوں رہا ہے۔ اللہ فرماتا ہے میرا ایک بندہ خود تو سو رہا ہے مگر اس کا دل جاگ کر میرا ذکر کر رہا ہے پھر فرشتے عرض کرتے ہیں کاش ہمارے اندر بھی یہ دل ہوتا کہ ہم بھی تیرا ذکر دل کے ساتھ کرتے۔ یہ ہے عظمت دل کے ساتھ ذکر کرنے کی اور جو لوگ اللہ کا ذکر نہیں کرتے نہ زبان کے ساتھ اور نہ ہی دل کے ساتھ تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔

"اے ایمان والو! تمہارے اعمال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے تو جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان میں ہیں"

نبی پاک ﷺ نے جب دین اسلام کا کام شروع کیا تو آپ ﷺ نے اپنی نظر کیمیا سے دیکھا کہ لوگوں کے دلوں کے اندر اللہ کے ذکر کے نور کی بجائے شیطانی بتوں نے گھر بنا رکھا ہے تو ان کے اندر تکبر کے بت ہیں۔ حرص کے بت ہیں' کفر کے بت ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ اللہ کی طرف نہیں آتے' نہ ہی اللہ کو ایک تسلیم کرتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں تو پھر نبی پاک ﷺ نے سب سے پہلے ان لوگوں کے دلوں سے کفر' تکبر' حرص اور انا کے بتوں کو توڑ کر اپنی نظر پاک سے ان کے دلوں میں نور ایمان پیدا فرمایا اور ایسا نور پیدا کیا کہ پھر وہی لوگ حضور پاک ﷺ کے ساتھ رہے اپنی ساری زندگی دین اسلام کے لئے وقف کر دی۔ دین کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کر دیا۔ اپنے گھر بار چھوڑ کر ہر وقت دین اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اعلیٰ مقام بھی عطا فرمایا۔ یہ مرتبہ کہ دنیا کے تمام ولی ایک طرف ہو جائیں پھر بھی کسی صحابی رسول ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں میں شامل ہو گئے تھے اور کیوں نہ ہوتے حضور پاک ﷺ نے سب سے پہلے ان لوگوں کے دلوں میں ایمان کی جو بنیاد رکھی تھی وہی ان کے لئے کافی تھی۔ وہ بنیاد کیا تھی؟ ان کے قلب اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

ایک واقعہ

ایک بزرگ فضیل بن عیاضؒ جن کے شب و روز برے کاموں میں گزرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ویران رستوں پر لوگوں سے ان کے مال و متاع چھین لیتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا۔ آپ بہت بڑے ڈاکو مشہور ہو گئے' لوگ آپ کے نام سے ڈرتے تھے۔ ایک بار جب آپ نے لوٹ مار کی غرض سے قافلے کو روکا تو آپ کے کانوں میں تلاوت قرآن پاک کی آواز آئی۔ قافلے میں ایک شخص اس آیت قرآنی کی تلاوت کر رہا تھا۔

ترجمہ: کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جائیں۔

جب آپ نے ان آیات پر غور کیا تو آپ کا دل ڈر گیا۔ اسی وقت آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ اللہ پاک نے ہمیں کس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ قافلے والوں کو اسی وقت چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے۔ اللہ کا ذکر کرنا شروع کر دیا اتنا اللہ کا ذکر کیا، اتنا اللہ کا ذکر کیا کہ آپ کے سب گناہ صاف ہو گئے۔ آپ کے دل سے اللہ کے ذکر کی آواز آنا شروع ہوگئی۔ آپ نے پھر ساری زندگی اللہ کے ذکر میں صرف کردی۔ خود بھی ذکر کرتے اور لوگوں کو بھی اللہ کے ذکر کی طرف مائل کرنا شروع کر دیا بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرماتے ہوئے بہت بڑا ولی بنا دیا۔

احادیث کی روشنی میں:

حضرت عبدالرحمن بن سہل بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ اپنے ایک گھر میں تھے۔ آپﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے "اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں۔" حضورﷺ ان کو تلاش کرنے نکلے تو دیکھا کہ کچھ لوگ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور کچھ لوگوں کی کھالیں خشک ہیں اور کچھ لوگوں کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہے۔ آپﷺ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ثابت بنانیؒ کہتے ہیں حضرت سلیمانؑ ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے۔ حضورﷺ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ذکر کرنا چھوڑ دیا۔ حضورﷺ نے فرمایا۔ آپ لوگ کیا کر رہے تھے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ ہم اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ حضورﷺ نے فرمایا ذکر کرتے رہو۔ کیوں کہ میں نے آپ لوگوں پر رحمت کو اترتے دیکھا ہے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ اس رحمت میں شامل ہو جاؤں پھر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جس کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی بہت سی جماعتیں مقرر فرما رکھی ہیں جو کہ زمین پر اللہ کے ذکر کی مجلسوں میں اترتی ہیں اور ان کے پاس ٹھہرتی ہیں۔ لہذا تم جنت کے باغوں میں چرا کرو۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ جنت کے باغ کہاں ہیں۔ حضورﷺ

نے فرمایا ذکر کی مجلسیں۔ صبح وشام اللہ کا ذکر کیا کرو بلکہ اپنے آپ کو ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول رکھو۔ جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ اللہ کے ہاں اس کا کیا مرتبہ ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ یہ دیکھ لے کہ اس کے نزدیک اللہ کا کیا مرتبہ ہے کیونکہ بندہ اللہ کو اپنے نزدیک جو درجہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اپنے ہاں اس بندے کو وہی درجہ دیتے ہیں۔

حضرت ابودرداؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا "آیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمام اعمال سے بہتر ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہو اور تمہارے تمام درجات سے بلند تر ہو اور تمہارے لئے اللہ کی راہ میں سونا' چاندی' خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو اور اس بات سے بھی افضل کہ تم اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑو ایسی حالت میں کہ تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہؓ نے عرض کی ہاں یا رسول ﷺ وہ بہترین عمل ہمیں ضرور بتایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ عمل ذکر اللہ ہے۔

سبحان اللہ کتنی اہمیت ہے اللہ کے ذکر کی یہ مختصر اور آسان سا عمل جہاد جیسے مشکل اور جانبازانہ عمل سے بہتر اور افضل ٹھہرایا گیا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ

"اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلانے والی ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول ﷺ کیا جہاد بھی ذکر اللہ سے بہتر نجات دہندہ نہیں ہے؟ فرمایا کہ ہاں جہاد بھی نہیں اگرچہ تم اس میں تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہی کیوں نہ ہو جاؤ"

ذکر اللہ کرنے والوں کو اجر عظیم کی خوشخبری دی گئی ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

"کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے" (سورۃ الاحزاب:۳۵)

اس کے برعکس ذکر اللہ سے گریز کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

"جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرتا ہے اس کی روزی تنگ کر دی جاتی ہے اور قیامت کے روز اسے اندھا کر کے اٹھایا جائے گا" (سورۃ طٰہٰ:۱۲۴)

ایک عام مسلمان کے لئے پانچ ہزار روزانہ اور امام مسجد کی پچیس ہزار روزانہ ذکر کی زکوٰۃ ہے تب اس کو مقتدیوں پر فضیلت ہے غوث وقطب کا درجہ حاصل کرنے کے لئے بہتر ہزار کی زکوٰۃ ہے تب اس کو اماموں پر فضیلت ہے اور فقیر کی زکوٰۃ سوا لاکھ روزانہ ہے۔ تب اسے غوث و قطب پر فضیلت ہے۔

جب قلب کا منہ کھل جائے تو وہ ایک گھنٹہ میں چھ ہزار دفعہ اسم اللہ کا ذکر کر لیتا ہے۔ بعض کا وقت تصور اور بعض کا بغیر تصور بھی ہو جاتا ہے۔ ظاہری عبادت سکھانے اور ظاہر میں چلانے کیلئے علماء ہی کافی ہوتے ہیں۔ پیروں فقیروں کا کام باطنی مخفلوں میں پہنچانا ہے۔ اگر کوئی آدمی کامل نہ مل سکے تو اپنی قسمت کو آزمانے کے لئے کسی غوث، قطب یا شہید کے مزار پر جایا جائے تو انشاء اللہ کام بن جائے گا۔

جب آدمی ہر وقت ذکر انفاس، ذکر خفی یا ذکر قلبی یا سلطانی وغیرہ کرتا ہے تو جو ناری غذا، ہوا یا پانی کے ذریعہ جسم میں داخل ہوتی ہے۔ ذکر کے نور کی گرمی سے جل جاتی ہے۔ اس طریقے سے نفس کو ناری سے غذا پہنچنا بند ہو جاتی ہے۔ جب وہ بھوک سے مجبور ہوتا ہے تو باقی لطائف سے خوراک طلب کرتا ہے اور وہ اس کی اس وقت تک نوری غذا نہیں دیتے جب تک وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان نہ ہو جائے جب وہ مسلمان ہو جاتا ہے تو خود بخود ذکر میں لگ جاتا ہے اور پھر نفس امارہ سے لوامہ اور ملہمہ اور پھر مطمئنہ کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ نفس امارہ کا حامل کافر ہوتا ہے لیکن اگر کسی مسلمان کا نفس امارہ ہے تو اس پر افسوس کہ نفس کی اصلاح نہ کرے۔ کیونکہ وہ ظاہر میں مسلمان اور باطن میں کافروں جیسا ہے۔ بے شک نفس امارہ والا مسلمان کافر تو نہیں لیکن ناپاک ضرور ہے اور انہی کے لئے حدیث شریف میں ہے کہ کچھ مسلمان ایسے بھی ہیں جو قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں لیکن قرآن ان پر لعنت کرتا ہے اور قرآن میں ہے "ان نمازیوں کے لئے خرابی ہے جو نماز حقیقت سے غافل ہیں"

حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ اپنی مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ قرآن ان لوگوں کے پڑھنے کے لائق ہے جن کے نفس پاک ہو گئے۔ حضور پاک ﷺ کے زمانہ ظاہری میں مسلمان اس علم کو جانتے اور کرتے تھے۔ مائیں ذاکرہ ہوا کرتی تھیں۔ بچہ پیٹ سے ہی ذکر کا اثر لے کر آتا تھا۔ مائیں بچوں کو دودھ پلاتے سلاتے وقت لوریاں اللہ ہو سے دیتی تھیں اور بچے کے نازک اندام اس اسم کو جذب کر لیتے تھے۔ جب بچہ ہوش و حواس میں آتا تو ذکر کے حلقوں میں خود بخود کھنچا چلا جاتا اور ساتھ ساتھ تزکیہ نفس ہوتا رہتا۔

نفس امارہ کتے کی شکل

یہ آدمی گناہ صغیرہ اور کبیرہ پر خوش ہوتا ہے۔

نفس لوامہ گھوڑے کی شکل

یہ آدمی گناہ کے بعد افسوس کرتا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

نفس ملہمہ بکرے کی شکل

یہ آدمی اگر کوئی گناہ کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرایا جاتا ہے۔

نفس مطمئنہ انسان کی اپنی شکل

اس کے حامل انبیاء اور اولیاء ہیں۔ محفل حضوری ملتی ہے۔

ایک بستی میں کچھ لوگ شریعت کے اور کچھ طریقت کے حامی تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک جنہیں ظاہری اور باطنی علوم پر عبور تھا۔ شریعت والوں کو علم القرآن سے سدھارا اور طریقت والوں کو ذکر اللہ سے پہنچایا تب سے آپ کو راضی الفریقین کہا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں کہ جس کی زبان پر مرتے وقت کلمہ شریف ہوگا بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوگا۔

لیکن اکثر مرتے وقت حالت سکرات میں زبان پہلے ہی بند ہو جاتی ہے لیکن جن کے قلبوں کی دھڑکن اللہ اللہ میں ضم ہو گئی ان کے قلبوں کے منہ بند نہیں ہوتے۔

قرآن مجید بھی گواہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں پر ایمان لکھ دیا۔

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان (سورۃ المجادلہ) آیت نمبر ۲۱

جب ایسا آدمی دنیا سے گیا۔ منکر نکیر قبر میں سوال کے لئے آئے۔ روح کو نور سے چمکتا پایا۔ اسم اللہ دل پہ لکھا دیکھا خاموش ہو گئے کہنے لگے اے بندہ خدا آرام سے سو جا ہمیں شرم آتی ہے کہ تجھ سے کوئی سوال کریں۔ تیرے اعضاء خود سے گواہی دے رہے ہیں۔ قبر دیکھتی ہے کہ اس سے منکر نکیر نے بھی سوال نہیں کیا۔ کہیں مجھ سے باز پرس نہ ہو جائے تو وہ کشادہ ہو جاتی ہے اور اسم اللہ کے نور سے قبر منور ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد امان نامی فرشتہ آتا ہے جس نے روح کو برزخ میں پہنچانا ہوتا ہے منکر نکیر سوال و جواب کا نمبر کفن پر لکھ جاتے ہیں لیکن اس کا کوئی نمبر نہیں ہوتا۔ وہ روح کو رضوان کے پاس لے جاتا ہے کہ اسے جنت میں داخل کر و رضوان نمبر طلب کرتا ہے۔ امان کہتا ہے کہ اس کا کوئی حساب کتاب نہیں۔ اس کی چمک ہی اس کا نمبر ہے۔ اس طریقے سے وہ روح بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جاتی ہے اور اس کے نفس کے جثے جمادی اور نباتاتی روحیں نوری طاقت میں آنے کی وجہ سے اس کی قبر میں ہی رہتے ہیں۔ نماز، تلاوت ذکر و فکر کے علاوہ لوگوں کو ناسوتی فیض

بھی پہنچاتے ہیں اور قلب کے جسے ملکوت میں مسکن بنالیتے ہیں اور لطائف اپنے اپنے مقامات پر اسی انسان کی شکل میں چلے جاتے ہیں جیسا کہ جب حضور پاک ﷺ معراج کے وقت موسیٰ کی قبر سے گزرے تو دیکھا کہ موسیٰ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ آسمان پر پہنچے تو وہاں موسیٰ کو پایا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ سے رب تعالیٰ نے پوچھا اے بایزیدؒ اتنا کچھ جو تو کرتا ہے کیا جنت کے لئے کرتا ہے۔ جواب دیا میں لالچی نہیں ہوں۔ رب نے فرمایا کہ دوزخ سے ڈرتا ہے جواب دیا دوزخ تو منکروں کا ٹھکانہ ہے میں منکر نہیں رب نے پوچھا عرش و کرسی کے لئے کرتا ہے جواب دیا یہ تو فرشتوں کا مقام ہے اور میں فرشتہ نہیں رب نے پوچھا پھر یہ کس کیلئے کرتا ہے جواب دیا میں یہ سب کچھ تیرے لئے کرتا ہوں۔ رب نے فرمایا اگر میں نہ ملوں تو حضرت بایزیدؒ نے عرض کی کہ اگر تو نہیں ملتا تو میرا جینا بیکار ہے آہ بھری اور جان دیدی۔

دیکھیں رب کس طرح ملتا ہے۔

سب سے پہلے رب کے اسم ذات اللہ کو پکاریں اس کو دل میں جمائیں پھر جب نماز پڑھیں تو نظر سے قلب پر اسم اللہ جمائیں یہ نماز خالصتاً اللہ کے لئے ہوئی۔ عرش معلیٰ پہنچی عرش معلیٰ سے بیت المعمور اور بیت المعمور سے اللہ تک پہنچی ایسی نماز سیکھنے اور ادا کرنے کے لئے سب سے پہلے اللہ اللہ سیکھیں۔

حدیث قدسی: مجھے زمین اور آسمان کی وسعتیں اپنے اندر نہیں سموسکتیں لیکن میں اپنے بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔

رب کا تعلق دل سے ہے لوگ کہتے ہیں کہ دل کو بڑی فضیلت ہے دل کو اس وقت فضیلت ہے جب اس میں اللہ بس جاتا ہے اور یہ اللہ اللہ میں لگ جاتا ہے اور اس کی اللہ اللہ کرنے سے عرش ہلنے لگتا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پروردگار یہ کیا ہو رہا ہے؟ رب فرماتا ہے کہ وہی انسان جسے انکار سجدہ ہوا تھا آج وہ سو رہا ہے مگر اس کا دل اللہ اللہ کر رہا ہے جس کی وجہ سے عرش معلیٰ ہل رہا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کاش ہم بھی انسان ہوتے اور ہمارے اندر بھی ایسا دل ہوتا اور ہم تیرا ذکر دل سے کرتے۔

حدیث شریف: **ذکر اللہ فرض من قبل کل فرض**

تمام فرضوں میں پہلا فرض ذکر الٰہی ہے۔

ہمارے علماء کرام نماز پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں لیکن نماز سے تحت حکم جو ہے وہ ذکر کا اس

حد تک حکم ہے کہ خرید و فروخت میں بھی اس سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الذین یذکرون اللہ قیماً و قعود او علیٰ جنوبھم

(سورۃ آل عمران رکوع نمبر 20)

وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹے اور اپنی کروٹوں کے بل

سوچو کتنا سخت حکم ہے اور ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے کیا یہ قرآن مجید سے باہر ہے۔ حدیث شریف میں حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم سوتے ہیں ہمارا دل نہیں سوتا۔

فسئلو اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر 7)

جب تم کسی معاملے میں پریشان ہو جاؤ تو ذکر کرنے والوں سے پوچھ لینا۔

کیونکہ ذکر اسی کو عطا ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ ذکر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر عطا نہیں ہوتا باقی علوم ہر مکتب کا آدمی سیکھ لیتا ہے لیکن یہ ذکر ہر کسی کے لئے نہیں جسے اللہ چاہتا ہے اسے عطا ہوتا ہے۔

انسانی دل ایک گھنٹہ میں چھ ہزار مرتبہ تک دھڑک سکتا ہے جب اس میں اللہ اللہ مل جائے گی تو ایک گھنٹہ میں چھ ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرلیا اس طرح چوبیس گھنٹوں میں آدمی سوالاکھ کے ذکر سے بھی بڑھ گیا۔

یہ ذکر قلبی روحانیت کا مرتبہ عطا کرتا ہے جب یہ تمہارے دل کی دھڑکن میں مل جائے گا تو دھڑکن کا کام ہے خون کو دھکیلنا یہ دل سے خون دھکیل کر پورے جسم میں پہنچا دیتی ہے۔ اب دھڑکن کے ساتھ اللہ اللہ مل گئی اور اس طرح ذکر نس نس میں پہنچ گیا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بار اللہ کہے گا تو تجھے ساڑھے تین کروڑ اللہ اللہ کا ثواب ملے گا وہ کیسے کہ تیرے جسم میں ساڑھے تین کروڑ نس ہیں۔

سخی سلطان باہوؒ فرماتے ہیں کہ تجھے 72 ہزار ظاہری قرآن پڑھنے کا ثواب اور بھی ملے گا وہ کیسے تیسرے جسم میں 72 ہزار مسام ہیں۔

تب علامہ اقبال نے فرمایا:

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ ہے ذکر قلبی اسے بغیر اجازت کے نہیں کیا جاسکتا۔ اب کہیں سے بھی تم کو عطا ہو جائے کسی

ولی سے ہو جائے درویش سے مل جائے۔ کسی اہل مزار سے مل جائے تمہیں تو یہ چیز لینی ہے۔ یہ ذکر قلبی ہر کسی کو عطا نہیں ہوتا۔ پہلے حضور پاک ﷺ کو عطا ہوا پھر تو اصحابؓ کو پھر بارہ اماموں کو عطا ہوا پھر غوث پاک کو عطا ہوا اب قلب کی کنجی غوث پاکؒ کے پاس ہے۔

جس کو ذکر قلب عطا ہوتا ہے وہ شخص غوث پاکؒ کے داخلی مریدوں میں ہو جاتا ہے۔ یہ اس شخص کو نہیں عطا ہوتا جو غوث پاکؒ کو نہیں مانتا۔ جس کی حرام مال سے پرورش ہوئی ہو۔ دیوبندی ہو اور گستاخ رسول بھی اس سے محروم رہتے ہیں۔ یہ انہیں ہی ملتا ہے جو حضور پاک ﷺ سے محبت رکھنے والے ہیں۔

غوث پاکؒ نے فرمایا کہ میرا مرید ایمان کے بغیر نہیں جائے گا۔ آپ نے 70 دفعہ اللہ تعالٰی سے وعدہ لیا اور آپ نے فرمایا کہ میرا مرید وہی ہو گا جو ذاکر ہو گا اور فرمایا میں ذاکر اسی کو مانتا ہوں جس کا دل اللہ اللہ کرے اور وہی میرا مرید ہے جسے کوئی خوف وڈر نہیں۔

(مزید تفصیل کتاب اعجاز غوثیہ)

کل نفس ذائقة الموت

ہر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے نیک ہو یا بد ہر انسان کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے۔ ہمارے عقیدے کے مطابق ہر انسان کی روح مرنے کے بعد آسمانوں پر چلی جاتی ہے تو کبھی سوچا کہ ہم مزارات یا درباروں میں کیوں جاتے ہیں اور اور روح اوپر چلی گئی تو پھر ان درباروں میں کیا ہے؟ ہاں وہاں وہی چیزیں جو آپ نے اللہ ہو کے ذکر سے جگالیں تھیں۔ وہ اضافی ہیں وہ ہی ولی بن کر درباروں پر بیٹھ جاتی ہیں اور خلق خدا کو فیض پہنچاتی ہیں۔ قبر میں نماز پڑھتی تلاوت اور ذکر الٰہی کرتی ہیں اس طرح یہ چیزیں قیامت تک ذکر الٰہی کرتی رہتی ہیں اور اس طرح اس کا ثواب اس کی روح کو ملتا رہے گا۔

دین اسلام کی گارنٹی

دین اسلام کی گارنٹی ہے کہ دن رات میں پتہ لگ جاتا ہے کہ انسان کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ گارنٹی ذکر قلب کے ذریعے حاصل ہوتی ہے جس کسی شخص کو ذکر قلب دیا جاتا ہے تو فرشتے اس شخص کو بیت المعمور پر لے جاتے ہیں۔ بیت المعمور کی مخلوق سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو کون لے کر آیا ہے۔ عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ فلاں شخص اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیوں لے کر آیا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ تیرے حضور دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا کوئی ضامن ہے اس وقت غوث اعظمؒ کام آتے ہیں اور جو لوگ غوث پاکؒ سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔ گیارہویں شریف کی فاتحہ کا اہتمام کرتے ہیں ان لوگوں کا یہ عمل کام آتا ہے اور پھر غوث اعظم اس شخص کا ضامن ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب اس شخص کی گواہی کون دے گا تو وہ اولیاء کرام اور بزرگان دین کہ جن کے مزارات پر وہ محبت وعقیدت کے گل دستہ لے کر جایا کرتا تھا اس شخص کی گواہی دیتے ہیں اور آخر میں سرکار دو عالم ﷺ اس کی تصدیق کرتے ہیں پھر کہیں جا کر اس شخص کا قلب ذکر کرنے لگتا ہے۔ پس اس بات کی گارنٹی ہو گئی اور اگر اللہ کا خاص کرم دیکھنا ہو تو کسی مرشد کامل سے ذکر قلب کا اذن لے کر ذکر اللہ کو اپنا شعار بنا لو اور جو طریقہ بتایا جائے اس پر عمل کرو پھر اگر دو چار سات دن کے بعد تمہارا قلب ذکر اللہ سے دھڑکنا شروع کر دیتا ہے تو سمجھ لو کہ تم پر اللہ کا خاص کرم ہو گیا۔ اس لئے کہ دنیاوی تمام آسائشوں کا اختیار اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اہل دنیا کے سپرد کر دیا مگر قلب کا اختیار صرف اس ہی کے پاس ہے جسے وہ چاہتا ہے اس سے اپنا ذکر کروا لیتا ہے۔

فاذکرونی اذکر کم

تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا

یاد رکھو ذکر اسی کا کیا جاتا ہے کہ جس سے دوستی ہو جائے۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں پر ایمان لکھ دیا جاتا ہے۔

(القرآن سورۃ المجادلہ آیت نمبر 21)

اس آیت کی تلاوت تو کثرت سے کی جاتی ہے لیکن اس کے حقیقی معنی اور اس پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ انسانی دل پر ایمان کسی لمبی چوڑی عبادت اور احکامات کی صورت میں نہیں لکھا جاتا بلکہ اسم اللہ کا دل پر نقش ہو جانا ایمان کہلاتا ہے۔ اسم اللہ دل پر کس طرح نقش ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ جب بھی وقت ملے خصوصاً فجر کی نماز کے بعد سفید کاغذ پر کالی سیاہی

سے 66 مرتبہ اللہ خوشخط لکھیں۔ ایک روز یہ اسم آپ کی آنکھوں میں تیرنا شروع ہو جائے گا۔ پھر اسم ذات کو آپ دل پر نقش کرنے کی کوشش کریں۔

آنکھ بند کر کے دل کو کاغذ اور انگلی کو قلم تصور کرتے ہوئے دل پر اسم اللہ لکھتے ہیں۔ دل کی کشش آنکھوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد انشاء اللہ یہ اسم پاک دل پر نقش ہوا نظر آ جاتا ہے۔

دل پر اسم اللہ نظر آ جائے تو آپ کا شمار اہل تصور میں آ جائے گا۔

مرشد کامل بھی اپنی نظر کیمیا سے نقش کر دیتے ہیں۔ مرشد کامل سے ذکر قلب عطا ہونے کے بعد کم از کم تین سال تک مرشد کی رہبری میں ذکر و فکر کرنا لازم ہے۔ اس عرصہ میں ادھر ادھر ہو گئے تو پھر قلب بند ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نفس اور شیطان جیسی طاقتیں کبھی نہیں چاہتیں کہ کسی کا ذکر قلب جاری ہو جائے۔

شیطان اپنے تمام کارندوں کو حکم دیتا ہے کہ اسے پریشان کرو، بیمار کرو، تباہ کرو، برباد کرو لیکن اسے ذاکر قلبی نہیں بننے دو اس لئے اگر یہ ذاکر قلبی بن گیا تو اس کے نس نس میں نور بن جائے گا اور ہمارا شیطانی تسلط اس پر کبھی قائم نہ ہوگا۔ اس لئے جو مرشد کامل ذکر قلب عطا کرتے ہیں اس کو منجانب الٰہی ایسی رحمانی مخلوق عطا ہوتی ہے جو شیطانی مخلوق سے مقابلے کرتی رہتی ہے۔ جس کو ذکر دیا جاتا ہے اس ذاکر کے ساتھ دو موکلات کر دیتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

قرآن کی آیت:

''نحن اقرب علیه من حبل الورید''

میں تمہاری شہ رگ سے بھی نزدیک ہوں

یہ خدا نے اپنے محبوب سے کہا تھا مسلمانوں نے اسے اپنے لئے سمجھ لیا وہ صرف ان لوگوں کی شہ رگ کے نزدیک ہے جنہوں نے اسے اپنے اندر بسا لیا ہے اگر یہ ہر انسان کے لئے ہوتا تو پھر ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی بھی اس کے نزدیک ہیں تو پھر جہنم میں کون جائے گا؟

اس آیت کی بناء پر علامہ اقبال نے فرمایا تھا کہ:

تو بھی ہرجائی ہے۔

یعنی جب ہم شراب پیتے ہیں تو تو بھی تو ہمارے ساتھ شامل ہے تو پھر حساب کتاب کیسا؟ لیکن بعد میں انہوں نے جواب شکوہ میں کہا کہ وہ صرف انہی لوگوں کی شہ رگ کے قریب ہے

جنہوں نے اسے اپنے اندر (دل) میں بسالیا ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا یہ قول فرمایا کہ "ایک عرصے تک میں خانہ کعبہ کا طواف کرتا رہا جب سے خدا کو اپنے اندر بسایا ہے اب وہی کعبہ میرا طواف کرتا ہے"

انسان کے سینے میں لطائف کے علاوہ چار باطنی پرندے بھی موجود ہیں جن میں مرغ جو انسان کو شہوت پر اکساتا ہے۔ کوا حرص پر، مور حسد پر اور کبوتر بخل پر اکساتا ہے۔ ان چاروں سے مل کر تکبر بنتا ہے جس کا تعلق براہ راست نفس سے ہوتا ہے۔ تکبر کی کوئی الگ شکل نہیں ہوتی جب انسان کے اذکار پر زور پکڑتے ہیں تو یہ پرندے کمزور ہو جاتے ہیں۔

حضور پاک ﷺ کو معراج میں دیدار الٰہی علاوہ جسمانی تھا جبکہ اس کے بعد 33 مرتبہ جو دیدار الٰہی ہوا وہ روحانی تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ دیدار برداشت نہ کر سکے تو حضور پاک ﷺ نے کیسے کرلیا۔ حضرت موسیٰ کے جسم میں صفاتی نام کا نور تھا وہ خدا کے صفاتی اسم کا ذکر کیا کرتے تھے جبکہ حضور پاک ﷺ کے جسم میں دس سال کی عمر میں جثہ توفیق الٰہی رکھا گیا یہ دونوں چیزیں خدا ہی کی چیزیں تھیں نفس اور روح تھیں۔ ان کے ذکر کرنے سے حضور پاک ﷺ کے جسم میں جو نور بنا وہ ذاتی اسم کا نور تھا کیونکہ خدا نے ان کو اپنا دیدار کروانا تھا اس لئے پہلے سے ہی جسم میں اس کی تاب اور طاقت رکھی گئی۔ حضور پاک ﷺ کو جسمانی دیدار ہوا اور اس کا قرآن میں بھی ذکر ہے کہ قاب قوسین جتنا فاصلہ درمیان میں تھا۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں صرف اللہ تعالیٰ ذاتی اور باقی صفاتی ہیں۔ حضرت عیسیٰ یا قدوس کا ورد (ذکر) کرتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ یا وہاب کا حضرت داؤدؑ یا ودود کا اور حضرت موسیٰ یا رحمٰن کا۔ ان اسماء سے ان کے جسم کے اندر جو نور آیا وہ بھی صفاتی تھا اگر انہوں نے اپنی حیاتی میں رب کو دیکھنا چاہا تو ذاتی نور کی تاب نہ لا سکے۔ یہ ذاتی اسم حضور پاک ﷺ کو ملا تب ہی نور نور کے سامنے مسکراتا رہا۔ آپ کے طفیل یہ اسم مبارک آپ کی امت کو ملا تبھی آپ نے فرمایا کہ میری امت کے ولیوں پر بنی اسرائیل کے نبی رشک کریں گے۔ باقی ہر اسم کسبی ہے لیکن اسم اللہ عطائی ہے یہ اپنی محنت سے کبھی نہیں جتنا اس کے لئے مرشد کامل ضروری ہے۔

حدیث:

اذا تعیر تم فی الامور فاستعینو امن اھل القبور

جب تم کسی معاملہ میں پریشان ہو تو اہل قبور سے امداد طلب کرو۔

حدیث قدسی:

من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ للعرب

جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں اسے جنگ کا چیلنج دیتا ہوں۔

جو لوگ نہ ہی زندہ ولیوں کو مانتے ہیں اور نہ ہی مزاروں پر جانا گوارا کرتے ہیں وہ ساری عمر اسی گوہر عظیم سے محروم ہی رہتے ہیں وہ اللہ سے براہ راست مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ کا امر ٹل تو سکتا ہے لیکن قانون نہیں بدل سکتا نبی بلاواسطہ ہوتا ہے جسے براہ راست ملتا ہے اور اس کی امت بالواسطہ ہوتی ہے جسے نبی کے ذریعے ملتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے عوام وخواص میں فرق ہے اس طرح عام کو نبی تک خواص ہی (ولی اللہ) پہنچاتے ہیں اور خواص کو اللہ تعالیٰ تک نبی ہی پہنچاتے ہیں۔

اھدنا الصراط المستقیم ۔ صراط الذین انعمت علیھم

دکھا ہم کو سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تیرا انعام ہوا۔ (سورۃ فاتحہ آیت 5-6)

قرآن واحادیث سے پیری مریدی ثابت ہے

اللہ رب العزت نے انسان کو تخلیق کیا' پھر اس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔ نبوت کا سلسلہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ پر ختم ہوا۔ آپ کے بعد رشد وہدایت اور معرفت وحقیقت کی تعلیم صحابہ کرامؓ نے سرانجام دی۔ تابعین و آئمہ مجتہدین سے یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہوا صالحین اور اولیاء کاملین کے ذریعہ جاری رہا۔ نبی یا معجزہ ہوتا ہے جو ظاہر کرنا پڑتا ہے اور ولی با کرامت ہوتا ہے جسے چھپانا پڑتا ہے۔

اس دور ابتداء میں جب کہ نوجوان طبقہ دین سے نا آشنا ہو گیا اور پھر ستم ظریفی یہ کہ روحانیت کا منکر' علماء کا دشمن اور پیروں فقیروں سے بدظن ہوتا چلا گیا۔ یہ قصور ان نوجوانوں کا نہیں بلکہ ان کو نہ ہی اکثر علماء میں وہ عمل مل سکا اور نہ ہی پیروں فقیروں میں وہ روشنی نظر آئی جن کے قصے' کرامتیں یہ کتابوں میں پڑھتے تھے۔ اس پر مزید یہ کہ چند ظاہرین علماء اور خالی مشائخ نے بھی ان کرامتوں کے بے بنیاد اور ناممکن کہہ دیا۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ہر وقت

اور ہر دور میں 360 اولیاء اللہ نہ صرف موجود رہتے ہیں بلکہ خدمت انسانی کے لئے ہمہ تن مصروف رہتے ہیں جن کی وجہ سے دنیا قائم اور پر رونق ہے۔ یہ صرف ہماری نظر کا قصور ہے کہ دیکھ نہیں سکتی۔

آج کل اسلامی تصوف میں رسمی پیری مریدی کا رواج عام ہے اور دن بدن عروج پر پہنچ رہا ہے۔ پیران عظام کو بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن ایک عام انسان اللہ کے اطاعت گزار بندے اور نفسانی خواہشات کے غلام پیر میں فرق نہیں کر سکتا۔ ہماری قوم کے ان پڑھ اور معمولی پڑھے لکھے تو ایک طرف بڑے بڑے دانشور اور علماء بھی اللہ کے محبوب بندے کی تلاش میں دھوکہ کھا جاتے ہیں کیونکہ عامل اور کامل میں بہت فرق ہوتا ہے اور ہمارا معاشرہ عامل پیروں سے بھرا پڑا ہے۔ ہر کوئی شریعت کے معیاری پیمانے سے کھرے اور کھوٹے میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ پیر کی اتباعِ کتاب وسنت کو اگرچہ بزرگان دین نے پرکھنے کا ایک معیار قرار دیا ہے لیکن اکثر دیکھا جاتا ہے کہ دھوکہ دینے والے حضرات بھی بظاہر اپنے آپ کو کتاب وسنت کا پابند بنا لیتے ہیں مگر ان کے دل میں طلب دنیا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ راہ حقیقت کے طالب بھی سچے طالب نہیں رہے ان میں نہ تو اللہ کی سچی لگن' تڑپ' سوز ومستی اور جستجو ہوتی ہے اور نہ ہی نیت میں خلوص ہوتا ہے مرید بننے میں خواہشات کا خاطر خواہ دخل ہوتا ہے اور ان کے دل میں مرید بننے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ پیر کی دعا سے راتوں رات دولت مند بن جائیں یا کسی نہ کسی صورت میں زندگی کی مشکلات کا حل نکل آئے۔ کوئی پیر کا مرید اس لئے بنتا ہے کہ اس کا سلسلہ روزگار بن جائے اور اس کے ذرائع آمدنی میں وسعت آ جائے۔ کسی کو عورت کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو وہ اس کے حصول کے لئے مرید بنتا ہے۔ کسی کو بیماری سے نجات نہ ملتی ہو تو وہ تصور نجات کے تحت مرید بنتا ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اللہ کو حاصل کرنے کے لئے پیر کی مریدی اختیار کرتے ہیں۔

بے شک ان حالات میں دنیاوی اغراض کی خاطر جب کوئی طالب کسی پیر کے پاس جاتا ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ بیعت کرنے سے دنیا سدھر جائے گی اور خواہشات کی تکمیل ہو تو پیر صاحب بھی فوراً مرید بنانے کی کرتے ہیں تاکہ مریدوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ ان کے مرید کرنے میں چونکہ طالب کی نیت میں خلوص نہیں ہوتا اور وہ بیعت کے بعد پیر کے سامنے اپنی مشکلات کا انبار پیش کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ سے دعا فرمائیں یا مجھے کوئی تعویذ وظیفہ بتائیں

جس سے میرے مقاصد جلد از جلد پورے ہوں۔ ایسی مریدی میں چونکہ انسان حقیقی معنوں میں طالب اللہ نہیں بنتا تو اس کی توبہ کے بھی خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے اور انسان پیر کے سامنے اقرار توبہ کرنے کے بعد پھر اپنی عملی زندگی میں برائیوں کو اپنائے رکھتا ہے اور دنیا کی ہیرا پھیری کو بھی ترک نہیں کرتا۔ حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا اور کسب حلال کی طرف توجہ نہیں دیتا اور مریدی اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ گناہ بھی کرتا ہے تو ایسی پیری مریدی سے انسان کو روحانی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ سچی توبہ کی توفیق حاصل ہو سکتی ہے۔

مرشد سے چار حروف

م: مراد مردان خدا از خود جدا۔ ملازم مجالس محمد ﷺ اور محبت جمیع انبیاء و اصفیاء

ر: سے مراد اور وگردانی از ما سوائے اللہ

ش: سے مراد شوق قلب با عشق و محبت

د: سے مراد دائمی غرق حضور فنا فی اللہ

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم

(پارہ 26 سورۃ الفتح آیت 9)

ترجمہ: اے نبی ﷺ جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اے نبی ﷺ جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آویں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لاویں گی جس کے اپنے ہاتھوں اور پاؤں درمیان (نطفہ شوہر سے جنی ہوئی) دعویٰ کر کے بنا لیویں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیجئے۔ (پارہ 28 سورۃ الممتحنہ آیت 12)

بایعونی علیٰ ان لاتشرکو باللہ شیئاً ولاتسرقو ولاتزنلو ولاتقتلو اولادکم ولاتاتو ببھتا تفترونہ بین ایدکم و ارجلکم و لا

ترجمہ: تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور چوری وزنا اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا اور نہ اپنی طرف سے بنا کر کسی پر بہتان باندھنا اور کسی اچھی بات میں آپ اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرنا۔

اپنے ارادے کو خوب پکا کرلو اور اچھی طرح جانچ لو کہ جس پیر کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہو اس میں کوئی بات شریعت کے خلاف تو نہیں ہے۔ لوگوں کی دیکھا دیکھی مرید نہ ہو کیونکہ مرید ہونا گویا اپنے اختیارات ظاہری و باطنی کو پیر کے ہاتھ بیچ ڈالنا ہے۔

مریدی ایک عہد ہے جو پیر کے ہاتھ پر بسلسلہ مشائخ طریقت کے ذریعے حضور ﷺ کے دست مبارک پر اور آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے بارگاہ رب العالمین کے سامنے باندھا جاتا ہے۔

پیر کامل کی شناخت یہ ہے کہ جب تم اس کے پاس بیٹھو یا اگر کہیں دور ہو تو محض اس کا خیال کرنے سے اپنے تمام دکھ درد بھول جاؤ اور دل کو سکون حاصل ہو۔

ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشد

ترجمہ: اور وہ جس کو گمراہ کرے ہرگز نہ پاوے گا ولی مرشد

(سورۃ کہف آیت 17)

جو لوگ نہ تو زندہ ولیوں کو مانتے ہیں اور نہ ہی مزاروں پر جانا گوارہ کرتے ہیں وہ ساری عمر اس گوہر عظیم سے محروم ہی رہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا امر ٹل تو سکتا ہے لیکن قانون نہیں بدل سکتا نبی بلاواسطہ ہوتا ہے جسے براہ راست ملتا ہے اور اس کی امت بالواسطہ ہوتی ہے جسے نبی کے ذریعہ ملتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے عوام و خواص کو ولی اللہ پہنچاتے ہیں اور خواص کو اللہ تعالیٰ تک نبی ہی پہنچاتے ہیں۔ اگر کہیں سے بھی باطنی فیض نہ ہو تو پھر کسی کامل ذات کی قبر سے امداد حاصل کی جائے۔

اذا تعیر تم فی الامور فاستعینو امن اھل قبور (حدیث)

ترجمہ: جب تم کسی معاملہ میں پریشان ہو تو اہل قبور سے امداد طلب کرو

انسان کے جسم سے روح اللہ کے حکم سے نکلتی ہے لیکن اس کا ذریعہ عزرائیل ہے۔ کوئی پتا اس کے حکم کے بغیر نہیں ہلتا لیکن اس کے ہلانے کا ذریعہ بھی تو ہوا کو مقرر کیا ہے اور جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلق بلاواسطہ تھا ان کا وحی پہنچانے کا ذریعہ بھی جبرائیل ہیں اس طرح اعانت دلانے

کا ذریعہ بھی اولیاء اللہ ہیں۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون۔

(سورۃ یونس آیت 62)

ترجمہ: خبردار! اولیاء اللہ کو کسی چیز کا خوف نہیں اور نہ ہی کسی بات کا غم ہے۔

یـــایھا الذین آمنو تقو اللہ وابتغو الیہ الوسیلۃ و جاھدو ا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

(سورۃ المائدہ آیت 35)

ترجمہ: اے ایمان والا! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

علامہ حافظ ابن الحجر نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن سعد سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

اناواھل البیتی شجرۃ فی الجنتہ و اغصا نھا فی الدنیا فمن شاء التخذ الی ربھم سبیلا فلیتخذ الیھم مبیلاً

میں اور میرے اہل بیت جنت کے ایک درخت ہیں اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں۔ پس جو شخص چاہے پکڑے یعنی ڈھونڈے کسی کو وسیلہ اپنے رب کی طرف تو پکڑے ہمارے اہل بیت کو اپنے رب کی طرف وسیلہ اور امام ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن آپ ایک اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ پڑھتے تھے کہ

یاایھا الناس انی ترکت فیکم عن اخذ تم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی (حدیث)

اے لوگو تحقیق میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ان میں سے جس سے محبت رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ سو ان میں ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور دوسرے میرے آل اور اہل بیت ہیں اور تاریخ الخلفاء میں حضرت محمد بن زکریا سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

اھلبیتی مثل سفینۃ نوح و من رکھا نجا الخ۔

میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہوا بچ گیا جو رہ گیا ہلاک ہو گیا۔ اولیاء اللہ کا وجود اور ان کی کرامت حق ہے۔ ایک مرتبہ سوال کیا کہ ولی کی کیا تعریف ہے تو

آپ نے جواب دیا۔

هو الذی فی وجه حیاء و فی تمینه بکاء و فی قلبه صفاء و فی لسانه ثناء و فی یده عطاء و فی وعده وفاء و فی نطقه شفاء

ترجمہ: ولی وہ ہے جس کے چہرہ پر حیاء آنکھوں میں گریہ وزاری دل میں پاکیزگی زبان پر تعریف ہاتھ میں بخشش وعدہ میں وفا اور بات میں شفا ہو۔

مگر ہاں مرشد کامل کی شناخت اور ان کی پہچان ضروری ہے یہ نہیں کہ ہر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ ہو جائے۔

مرشد کامل و مکمل طالب اللہ کا ہاتھ پکڑ کر منزل مقصود کو پہنچا سکتا ہے جس شخص کو یہ قدرت نہ ہو اسے کامل و مکمل کہنا غلط ہے بلکہ وہ راہزن ہے اور رہزان زن کو کہتے ہیں اور شیطان بھی زن کی صورت میں ہوتا ہے مگر اہل ہدایت پر اسے قدرت حاصل نہیں ہوتی۔ پس مرشد کامل اور مکمل تابع رسول ﷺ ہے۔ وہ طالب اللہ کی طرف نظر اور توجہ کرتا ہے۔ اس کا دل بیدار اور اس کی زبان پر ذکر اللہ جاری ہوتا ہے۔ ہمسائے اسے دیوانہ جانتے ہیں اور مخلوق اسے بیگانہ بتاتے ہیں مگر خدا تعالیٰ سے یگانہ ہوتا ہے اور ذکر اللہ کے سوا کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

من لا شیخ له فشیخه الشیطان

(حدیث) بحوالہ علوم العارفین

ترجمہ: جس کا کوئی مرشد نہیں اس کا شیطان مرشد ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب محمد ﷺ کا نام صدق دل اور اخلاص سے لیتا ہے اور دل سے اس کی تصدیق اور زبان سے اقرار کر کے یوں کہتا ہے۔

لا اله الا الله محمد رسول الله

اس پر عذاب دوزخ حرام ہو جاتا ہے۔ کلمہ تین طرح پر ہے اول لا الہ دوم الا اللہ سوم محمد رسول اللہ

ہزاروں لا الہ تک پہنچے اور ہزاروں الا اللہ تک اور بعض محمد رسول اللہ تک پہنچے پس لا الہ فانی اور نفی ہے اور الا اللہ اثبات ہے۔ مرتے وقت کلمہ پڑھنے سے تمام عمر کے گناہ مٹ جاتے ہیں کیونکہ نفی محو ہوئی اور الا اللہ کہنے سے اثبات حاصل ہوتا ہے اور محمد رسول اللہ انتہائے مقام محمدی کی سیر کرتا ہے اور یہ مقام محبوبیت ہے اور اس مقام والے پر دوزخ حرام ہوتی ہے۔

ترجمہ: ہر چیز کی کنجی ہوتی ہے اور جنت کی کنجی فقراء کی محبت ہے۔

یوم ندعو کل اناس باما مھم

(سورۃ بنی اسرائیل آیت 71)

ترجمہ: قیامت کے دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔ شیخ واجد کرمائی فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن درویش حکم چاہیں گے کہ وہ میزان اور پل صراط پر جا کر دیکھیں کہ جس نے دنیا میں ان کے ساتھ کچھ اچھا سلوک کیا ہو اس کی مدد کی جائے۔ پس خدا تعالٰی ان سے فرمائے گا کہ جاؤ میں نے تم کو اختیار دیا کہ تم لوگوں کو پل صراط سے نکال کر بہشت میں لے جاؤ اور اپنے برابر انہیں جگہ بھی دو۔ قیامت کے روز ایک ایسا شخص بھی بلایا جائے گا جس کے اعمال نامہ میں کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ کی نیکیاں ہوں گی مگر حکم ہوگا کہ جاؤ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ وہ شخص کہے گا اے پروردگار میں نے بہت نیکیاں کی ہیں مجھے دوزخ میں کس لئے لے جاتے ہیں؟ حکم ہوگا تو دنیا میں درویشوں سے روگردانی کرتا تھا اس لئے میں نے آج تجھ پر توجہ نہیں فرمائی اور تیری عبادت تجھے واپس کردی اور اس کے بعد دوسرا شخص لایا جائے گا اور وہ گناہ اور معصیت سے پر ہوگا حکم ہوگا اسے جنت میں لے جاؤ۔ وہ شخص حیران ہوگا اور کہے گا مجھے کون سی نیکی کے بدلے میں جنت میں لے جانے کا حکم ہوا فرمان ہوگا۔ اے شخص دنیا میں تجھے جو کچھ ملتا تھا اسے درویشوں کی محبت میں صرف کرتا تھا اور شب و روز تو ان کی محبت میں رہتا تھا اور وہ تجھے دعا دیتے تھے اس لئے ہم نے ان کی دعا کی برکت سے جنت عطا کی کیونکہ ان کی دعائے نعمت اور رحم دلی پر ہماری رحمت اور نعمت سبقت رکھتی ہے اور وہ جنت ہے۔

مرشد کامل جو عالم، عامل، صاحب شریعت اور قادری ہو تلاش کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت ہوں۔ قادری طریقے کی ابتداء کو بھی کسی طریقے کی انتہا نہیں پہنچ سکتی۔ خواہ ساری عمر ریاضت میں پتھر پر سر مارا کرے۔ قادری جامع اور مجمل ہے اس کا ظاہر و باطن ذکر و فکر میں مشغول ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ جو قادری ہو کر کسی دوسرے صاحب طریقہ سے رجوع کرے گا وہ بے برکت اور گناہگار ہوگا اور اس کے مراتب سلب کئے جائیں گے۔

(بحوالہ عین الفقر۔ شمس العارفین حضرت سلطان باھوؒ سلسلہ تصوف نمبر 35)

گر تو پیر و ذات حق رایک نہ دید
نہ مریدو نے مریدو نے مرید
اولیاء اللہ اللہ اولیاء

ہیچ فرقے درمیان نبود روا
گر تو ذات پیر را کردی قبول
ہم خدا در آتش آمد ہم رسول
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

(مولانا جلال الدین رومیؒ)

عشرہ مبشرہ

وہ دس صحابہ کرام ؓ جن کو دنیا میں ہی جنت کی خوش خبری دی گئی

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ
۲۔ حضرت عمر فاروقؓ
۳۔ حضرت عثمان غنیؓ
۴۔ حضرت علیؓ
۵۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ
۶۔ حضرت طلحہ بن عبیدؓ
۷۔ حضرت زبیر بن العوامؓ
۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
۹۔ حضرت سعید بن زیدؓ
۱۰۔ حضرت ابوعبید بن الجراح امین الامتؓ

بارہ امام پاک

۱۔ حضرت علی مرتضیٰؑ
۲۔ حضرت امام حسنؑ
۳۔ حضرت امام حسینؑ
۴۔ حضرت امام زین العابدینؑ
۵۔ حضرت امام محمد باقرؑ
۶۔ حضرت امام جعفر صادقؑ
۷۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
۸۔ حضرت امام علی رضاؑ
۹۔ حضرت امام محمد تقیؑ
۱۰۔ حضرت امام علی نقیؑ
۱۱۔ حضرت امام حسن عسکریؑ
۱۲۔ حضرت امام محمد مہدیؑ

چودہ معصوم

۱۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
۲۔ حضرت فاطمۃ زہراؑ
۳۔ حضرت علی مرتضیٰؑ
۴۔ حضرت امام حسن مجتبیٰؑ
۵۔ حضرت امام حسینؑ
۶۔ حضرت امام زین العابدینؑ

۷۔ حضرت امام محمد باقرؑ
۸۔ حضرت امام جعفر صادقؑ
۹۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
۱۰۔ حضرت امام علی رضاؑ
۱۱۔ حضرت امام محمد تقیؑ
۱۲۔ حضرت امام علی نقیؑ
۱۳۔ حضرت امام حسن عسکریؑ
۱۴۔ حضرت امام محمد مہدیؑ

ان اماموں کے قاتل یہ ہیں

۱۔	حضرت علیؑ	عبدالرحمان ابن ملجم
۲۔	امام حسنؑ	جودہ بنت اسحاس
۳۔	امام حسینؑ	شمر لعین
۴۔	امام زین العابدینؑ	ولید بن عبدالمالک
۵۔	امام باقرؑ	حشام بن عبدالمالک
۶۔	امام جعفر صادقؑ	منصور دوانکی
۷۔	امام موسیٰ کاظمؑ	ہارون رشید
۸۔	امام علی رضاؑ	ماموں رشید
۹۔	امام تقیؑ	معتصم باللہ
۱۰۔	امام نقیؑ	موتاز باللہ
۱۱۔	امام حسین عسکریؑ	احمد موتامد باللہ

کون سے نبی کہاں دفن ہیں

۱۔	حضرت آدمؑ	سری لنکا
۲۔	حضرت نوحؑ	جارڈن
۳۔	حضرت ہودؑ	یمن
۴۔	حضرت صالحؑ	لبنان
۵۔	حضرت لوطؑ	عراق
۶۔	حضرت ابراہیمؑ	اسرائیل
۷۔	حضرت اسحاقؑ	پلسطین
۸۔	حضرت یوسفؑ	پلسطین
۹۔	حضرت ایوبؑ	عمان
۱۰۔	حضرت یعقوبؑ	پلسطین
۱۱۔	حضرت شعیبؑ	سیریا
۱۲۔	حضرت اسماعیلؑ	سعودی عرب
۱۳۔	حضرت محمد ﷺ	سعودی عرب

مزار مبارک حضرت سید ابوالحسن علی قاری
سید آغا بدیع الدین گیلانی القادری
(المشہور شہید بادشاہ)